جملہ حقوق محفوظ ہیں

صحفا مطهرة فيها كتب قيمة

(سلسلۂ دار المصنفین)

(۴۵)

مقالاتِ شبلی

(تنقیدی)

جلد چہارم

یعنی علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام تنقیدی مضامین کا مجموعہ جنکو الندوہ وغیرہ رسائل سے یکجا کیا گیا ہے

(مرتبہ)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد

سنہ ۱۳۷۵ھ (طبع سوم) سنہ ۱۹۵۶ء

فہرست مضامین مقالاتِ شبلی جلد چہارم (تنقیدی)

اور اس کے نسخون کے بہم پہنچانے کی فکر کی شہنشاہ جرمن کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے پورے ایک لاکھ روپیہ اس کتاب کے مصارف کے لئے شاہی خزانہ سے عطا کئے، پروفیسر موصوف نے کتاب کی تلاش مین مصر اور یورپ کے تمام کتب خانون کو چھان ڈالا، چنانچہ بڑی جد و جہد سے اس نے متعدد نسخے پیدا کئے، اور نسخون کی تصحیح اور مقابلہ شروع کیا، مدت کی محنت کے بعد اس نے ایک جلد چھاپ کر شائع کی، جو اس وقت ہمارے سامنے ہے، باقی جلدین وقتاً شائع ہونگی، یہ جلد تین سو صفحون مین ہے، اور ہر صفحہ مین ۲۸ سطرین ہین، ٹائپ مین نہایت درآورد، لیکن نہایت صاف اور پاکیزہ چھپی ہے، اس جلد مین فقط اُن صحابہ کے حالات ہین جو جنگ بدر مین شریک تھے،

ہمین یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ صحابہؓ کے حالات مین متاخرین محدثین نے بہت سی کتابین لکھی ہین، مثلاً استیعاب، اصابہ، اسد الغابہ، لیکن ابن سعد کی کتاب مین جو تفصیل اور جامعیت ہے، ان کتابون کو اس سے کچھ نسبت نہین، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید متاخرین کو یہ کتاب ہاتھ نہین آئی یا اُن کا مذاق ایسا تھا کہ اس قدر تفصیلی حالات کو وہ ضروری نہ سمجھے،

اس کتاب مین ایک ایک جزئی واقعہ کو بہ سند متصل لکھا ہے، اور چونکہ مصنف کا زمانہ عہدِ نبوت کے قریب ہے، اس لئے سلسلۂ روایت مین تین چار راوی سے زیادہ نہین ہونے، یہ کتاب ہمکو ایک انگریز دوست نے تحفۃً بھیجی ہے، اس لیے ہمکو اس کی قیمت معلوم نہین، البتہ اس قدر معلوم ہی کہ جرمن مین بمقام بریل چھپی ہے، اور یورپ کے تاجرون سے مل سکتی ہی،

(از الندوہ ج ۱ نمبر ۱)

مناقب عمر بن عبدالعزیزؒ

(از ابن جوزی)

علامہ ابن جوزی نے جو مشہور محدث گذرے ہین، حضرت عمر فاروقؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات مین ایک کتاب لکھی تھی، جس کا نام سیرۃ العمرین رکھا تھا، ہم نے یہ کتاب مصر مین کتب خانۂ خدیویہ مین دیکھی تھی، جس سے الفاروق کے لئے بہت سے مفید معلومات انتخاب کئے تھے، لیکن چونکہ اسوقت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق کوئی خاص ضرورت پیش نہ تھی، ہم نے دوسرے حصہ کو نظرانداز کردیا تھا، جہان تک ہمکو معلوم ہے، ہندوستان مین اس کتاب کا کوئی نسخہ موجود نہین، اس لحاظ سے بار بار افسوس آتا تھا کہ اب اس گنجینہ سے تمتع اٹھاتے کی کوئی امید نہین رہی، لیکن ہم یورپ کے فضلاء کے ممنون ہین کہ ان کی بدولت اس نادر اور دلچسپ کتاب کو گو اصلی صورت مین نہین، لیکن اس کے قریب قریب ایک دوسرے قالب مین دیکھ سکے،

سلطان صلاح الدین کے زمانہ مین اسامہ بن منقذ ایک عرب سپہ سالار تھا، جو فوجی قابلیت کے ساتھ علمی مذاق بھی رکھتا تھا، اس نے متعدد دلچسپ کتابین تصنیف کین، جنمین سے کتاب الاعتبار ایک اور کتاب جس مین مصنف نے اپنے زمانہ کے دلچسپ اور نادر چشم دید واقعات قلمبند کئے ہین، یورپ مین چھپ کر شائع ہوچکی ہے، اسی مصنف نے علامہ ابن جوزی کی کتاب مذکورہ کا بالا مین دوسرا ٹکڑا جو عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق تھا جدا کرکے ایک علیحدہ کتاب کی شکل مین مرتب کیا، اس مصنف نے اصل کتاب مین جو کچھ تصرف کیا وہ صرف روایتون کے اسناد کا حذف کرنا، اور مکرر طرق روایت

مین سے ایک کو انتخاب کر لینا تھا،

اس کتاب کو یورپ کے ایک فاضل نے جس کا نام ہنری بیکر ہے، ۱۹۰۰ء مین چھاپ کر شائع کیا، چونکہ یہ کتاب نہایت نایاب اور نہایت دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے، اس لئے ہم اس پر ایک مختصر سا ریویو کرنا مناسب سمجھتے ہین،

سوانحعمری اور بایوگرفی کا فن آج کل ترقی کی جس حد تک پہنچا ہے اس کی نظیر اگلے زمانہ مین تلاش کرنا بے فائدہ ہے، لیکن یہ امر تعجب سے دیکھا جاسکتا ہے، کہ جس زمانہ مین یہ کتاب لکھی گئی اسوقت مسلمانون نے اس فن کو اس حد تک پہنچا دیا تھا، کہ اس کتاب مین جو ابواب قائم کئے گئے ہین اون کی تعداد ۴۴ تک پہنچی ہے، ان مین سے بعض حسب ذیل ہین،

۱- عمر بن عبد العزیز کی ولادت،

۲- نسب،

۳- طلب علم،

۴- حالات قبل خلافت،

۵- خلفاے بنو امیہ کے سامنے ان کی حق گوئی،

۶- خلافت،

۷- اخلاق و آداب،

۸- عقائد و مذہب،

۹- عدل و انصاف،

۱۰- عمال کی نگرانی،

۱۱- بنو امیہ کا اون کے طریق عمل سے ناراض ہونا،

۱۲- لباس،

۱۳- خطبے اور وعظ،

۱۴- مسائل علمی کے متعلق انکی رائین،

غرض اسی طرح اور بقیہ ابواب دلچسپ اور ضروری ہین،

سوانح نویسی کے فرائض مین سے جو بڑا فرض مصنف سے رہگیا ہے، وہ تنقید ہے، یعنی مصنف نے اپنے ہیرو کی صرف خوبیان دکھائی ہین، اس کے کسی قول و فعل پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہین کی ہے، لیکن یہ اس زمانہ کے تمام سوانح نگارون کا انداز ہے، مورخینِ اسلام نے جو کتابین عام فن تاریخ یا رجال پر لکھی ہین، ان مین محاسن و معائب مین سے ہر واقعہ کا استقصا کیا ہے، لیکن خاص خاص اشخاص اور خصوصًا مقتدایانِ مذہب کے حالات مین جو کتابین لکھی ہین، ان مین معائب کو قلم انداز کر دیا ہے، امام رازی نے امام شافعی کی جو سوانحعمری لکھی ہے، اس مین البتہ امام شافعی پر ہر قسم کے اعتراضات بھی نقل کئے ہین، لیکن بیانِ واقعہ کی حیثیت سے نہین بلکہ جواب دینے کی غرض سے، تاہم مصنفینِ اسلام آج کل کے فریب دہ طریقہ سے بالکل آشنا نہ تھے، آج کل کی سوانح نگاری کا یہ انداز ہے کہ حقیقت نگاری کے ظاہر کرنے کے لئے ہیرو پر نکتہ چینی کی جاتی ہے، لیکن اس طرح کہ محاسن کو نہایت وسعت اور عمومیت کے ساتھ ہر پہلو سے دکھایا جاتا ہے، پھر نہایت کمزور اور ضعیف الفاظ مین ایک آدھ اعتراض بھی بیان کر دیے جاتے ہین، جس سے دراصل مداحی کو اور قوت دینی مقصود ہوتی ہے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ مصنف نے واقعہ نگاری کے لحاظ سے کسی واقعہ کو چھپانا نہین چاہا ہے اور اس لیے ممدوح کی چھوٹی سی چھوٹی برائی کا بھی ذکر کر دیا ہے، ورنہ ایسے محاسن اور خوبیون کے مقابلہ مین ایک ذرا سی برائی بالکل نظرانداز کرنے کے قابل تھی، یہ طریقہ ہمارے زبان کے سوانح نگارون نے یورپ سے سیکھا ہے، اردو کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوانحعمریون

کا یہی انداز ہے، لیکن یہ طریقہ قدیم طریقہ سے بہت زیادہ قابلِ اعتراض بلکہ خطرناک ہے، قدیم طریقہ صرف سکوت کا مجرم تھا، لیکن موجودہ طریقہ درحقیقت خیانت اور خدا عی ہے، جو واقعہ نگاری سے یہ مراحل دور ہے،

یہ ایک ضمنی بحث آگئی تھی، اب ہم اصل کتاب کی طرف رجوع کرتے ہین،

اس کتاب مین ایک بڑا عیب یہ بھی ہے کہ صحیح اور ثابت شدہ واقعات کے ساتھ بعض لغو اور دور از کار قصے بھی نقل کیے ہین، مثلاً یہ کہ عمرؓ بن عبد العزیز کی خلافت کی پیشین گوئی خضر علیہ السلام نے کی تھی، اور ہاتف نے ان کی خلافت کی خوش خبری دی، اور ان کا نام اگلی آسمانی کتابون مین مذکور رہی، یہ امر اس لیے زیادہ تعجب انگیز ہے کہ مصنف یعنی علامہ ابن جوزی ان محدثین مین ہین جو حدیث اور روایت کے بارہ مین آزاد خیال اور محتاط تھے، انھون نے سیکڑون حدیثون کو جنکو لوگ مانتے چلے آتے تھے ضعیف اور موضوع ثابت کیا، اور ہزارون حدیثوں کی صحت سے انکار کیا، چنانچہ ان کا شمار شدّدین مین کیا جاتا ہے، علامہ موصوف نے اس کتاب مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے ان حالات کو جو خاص سلطنت سے تعلق رکھتے ہین، مثلاً ملکی لڑائیان، فتوحات، بغاوتین، عزل ونصب بالکل قلم انداز کر دیا ہے، صرف ان باتون کو لیا ہے جو زیادہ تر ان کے اخلاق، اور عدل و انصاف سے واسطہ رکھتی ہین، چنانچہ ہم چند واقعات کو اس موقع پر نقل کرتے ہین، ان مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے واقعات اور حالات مین سب سے زیادہ جو چیز قابلِ لحاظ ہے وہ غیر مذہب والون کے ساتھ انکا طرزِ عمل ہے، عمر بن عبد العزیز مذہب کی مجسم تصویر تھے، مذہبی حیثیت سے ان کو عمر ثانی کا لقب دیا گیا ہے، اس لیے غیر مذہب والون کے ساتھ ان کا جو طرزِ عمل تھا وہ ان کی شخصی حالت نہین بلکہ گویا مذہب اسلام کا اصلی طرزِ عمل ہے، ان واقعات مین سے ہم ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہین، ایکدن عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر متمکن تھے، ایک عیسائی نے جو حمص کا رہنے والا تھا

دربار مین اکر یہ شکایت کی کہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے بیٹے عباس نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے، عمر بن عبدؒ العزیز نے عباس کی طرف دیکھا، عباس نے کہا یہ زمین مجھکو خلیفہ ولید نے بطور جاگیر کے عنایت کی تھی، چنانچہ اس کی تحریری سند میرے پاس موجود ہے، عمر بن عبدؒ العزیز نے عیسائی کی طرف مخاطب ہو کر کہا، تم کیا جواب دیتے ہو، اس نے کہا امیر المومنین امین خدا کی تحریر (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ چاہتا ہون، عمر بن عبد العزیزؓ نے عباس کی طرف مخاطب ہو کر کہا عباس خدا کی تحریر تیرے باپ (ولید بن عبد الملک) کی تحریر پر مقدم ہے، یہ کہکر وہ زمین عباس کے قبضہ سے نکال کر عیسائی کو دلادی،

ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابل قدر ہے، سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کارروائیون کو مٹانا تھا، سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضہ مین تھا، اپنے خاندان کے ممبرون کو جاگیرین دیدیا تھا، جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانہ مین بڑے بڑے صوبے شہزادون کی جاگیرین دیدیے جاتے تھے، عمر بنؒ عبد العزیز تخت خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اسکا خیال ہوا، لیکن ایسا کرنا تمام خاندان خلافت کو دشمن بنا لینا تھا، تاہم انھون نے اسکی کچھ پروا نہ کی، اول اول جب انھون نے یہ ارادہ کیا تو تمام خاندان نے ام عمر کو جو عمر بن عبدؒ العزیز کی پھوپھی تھین سفیر مقرر کر کے بھیجا، انھون نے حضرت عمر بن عبدؒ العزیز کے پاس جاکر کہا کہ تمام خاندان برہم ہے، اور مجھکو ڈر ہے کہ عام بغاوت نہ ہو جائے اور لوگ ہنگامہ نہ کر دین، عمر بن عبدؒ العزیز نے کہا مین قیامت کے سوا اور کسی دن سے نہین ڈرتا، وہ مایوس ہو کر چلی آئین،

خود عمر بن عبدؒ العزیز کے قبضہ مین بھی اسی قسم کی جاگیرین تھین، جو ان کے خاندان کو بنی امیہ کی طرف سے عنایت ہوتی تھین، عمر بن عبد العزیزؒ نے جب ان جاگیرون کا فیصلہ کرنا چاہا تو بڑے بڑے مذہبی علماء یعنی مکحول میمون بن مہران اور ابوقلابہ کو بلایا اور کہا کہ ان جاگیرون کی نسبت آپ لوگون

کی کیا رائے ہے، مکحول نے دب کر جواب دیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے میمون کی طرف رخ کیا کہ تم خدا لگتی کہو، انھون نے کہا اپنے صاحبزادہ عبدالملک کو بلا لیجئے، وہ آئے تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کیون عبدالملک اس معاملہ مین تمھاری کیا رائے ہے، انھون نے کہا سب واپس کر دینی چاہئین ورنہ آپ کا شمار بھی ان ہی ظالمون اور غاصبون مین ہوگا،

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے غلام سے جن کا نام مزاحم تھا، اور جن کو وہ بہت مانتے تھے، کہا کہ لوگون نے جو زمینین ہمکو دی ہین نہ وہ اس کے دینے کے مجاز تھے، نہ ہم کو ان کے لینے کا حق تھا، تمھاری کیا رائے ہے، مزاحم نے کہا امیرالمومنین! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بال بچے کتنے ہین یعنی ان کا گذر کیونکر ہوگا، عمر بن عبدالعزیزؒ کے آنسو نکل آئے، اور کہا ان کا خدا مالک ہے، یہ کہکر گھر مین چلے گئے، مزاحم وہان سے اٹھ کر عبدالملک (فرزند عمرؒ بن عبدالعزیز) کے پاس گئے اور کہا بڑا غضب ہوا چاہتا ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ تمام خاندانی جاگیرون سے دست بردار ہونا چاہتے ہین، لیکن مین نے ان سے کہا کہ اپنی اولاد کا لحاظ کر لیجئے، عبدالملک نے کہا استغفراللہ تم نے بہت بری رائے دی، یہ کہکر عبدالملک عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئے، وہ اس وقت خواب راحت مین تھے، پہرہ والے نے کہا کہ تم لوگ امیرالمومنین پر رحم نہین کرتے، دن بھر مین ایک لحظہ تو ان کو آرام لینے دو، عبدالملک نے کہا تیری مان مرے تو جا کر ان سے کہہ تو سہی، عمر بن عبدالعزیزؒ کے کانون مین یہ آواز پڑی، عبدالملک کو اندر بلا لیا اور کہا جان پدر! یہ کون سا ملاقات کا وقت ہے، انھون نے واقعہ بیان کیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا مین نماز ظہر کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کا اعلان کر دون گا، عبدالملک نے کہا اس کا کون ذمہ دار ہے، کہ آپ اس وقت تک زندہ رہین گے، غرض اسی وقت عمر بن عبدالعزیزؒ باہر آئے، شہر مین منادی کرا دی گئی کہ لوگ مسجد مین جمع ہون، عمر بن عبدالعزیزؒ نے منبر پر چڑھکر کہا صاحبو! مین ان تمام زمینون کو جو لوگون نے ہمارے خاندان کو دی تھین واپس کرتا ہون، کیونکہ دینے والون کو نہ دینے کا حق تھا،

نہ ہمکو لینے کا یہ کہکر جاگیرات کی جو سندین تھین صندوق سے نکلوائین، اور قینچی سے کتر کتر کران کو پھینکنا شروع کیا، یہ جاگیرین کچھ یمن مین تھین جن کا نام مکیدس، جبل اور ورس تھا، کچھ یمامہ مین تھین، چنانچہ سب سے پہلے ان زمینون سے دست برداری ظاہر کی،

بنو امیہ نے یہ غضب کیا تھا کہ باغِ فدک کو جس کو حضرت فاطمہ زہرا کے تقاضے پر بھی حضرت ابو بکرؓ نے اس بنا پر نہین دیا کہ وہ عام مسلمانون کا حق ہے، اپنا خالصہ بنالیا تھا، عمر بن عبد العزیزؓ نے اسکو خاندانِ رسالت مین منتقل کر دیا، خاندانِ بنو امیہ مین ان کارروائیون سے سخت برہمی پیدا ہوئی، سب نے متفق ہو کر ہشام بن عبد الملک کو عمر بن عبد العزیز کے پاس بھیجا کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کرین اور قدما جو فیصلہ کر گئے اسکو بحال رکھین، عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا کہ اگر میرے سامنے ایک فرمان امیر معاویہ کا پیش کیا جائے، اور ایک عبد الملک کا تو مجھکو کس پر عمل کرنا چاہئے؟ ہشام نے کہا جو مقدم ہو، عمر بن عبد العزیز نے کہا تو خدا کا فرمان (قرآن) سب پر مقدم ہی،

عمر بن عبد العزیزؓ کو تمام خاندان مین ابن سلیمان سے بہت محبت تھی، وہ اپنی جاگیر کی سند لے کر آئے کہ میری زمین آپ کیون چھینتے ہین، فرمایا کہ پہلے یہ زمین کس کے قبضے مین تھی، بولے کہ حجاج کے، فرمایا تو حجاج کی اولاد کا حق ہے، تم کون ہوتے ہو، ابن سلیمان نے کہا اصل مین یہ زمین عام مسلمانون کی تھی، عمر بن عبد العزیزؓ نے کہا تو عام مسلمانون کو ملنی چاہئے، ابن سلیمان رونے لگے، مزاحم نے کہا، امیر المومنین! آپ ابن سلیمان کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہین، فرمایا ہان مین ابن سلیمان کو اپنے بیٹے کے برابر چاہتا ہون، لیکن مین خود اپنے نفس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہون،

بنو امیہ کے دفترِ اعمال مین سب سے زیادہ قوم کا برباد کرنے والا یہ واقعہ ہے کہ انھون نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا، عبد الملک نے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے اور جو شخص ایسا کریگا سزا پائیگا، اگرچہ اس پر بھی آزادی

پسند عرب کی زبانین بند نہ ہوئین، تاہم بہت کچھ فرق آگیا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے اس بدعت کو بالکل مٹا دیا، دو نہایت متدین اور استباز شخص اس کام پر مقرر کیے کہ عدالت کے وقت اُن کے پاس موجود رہین، اور اُن سے جو غلطی سرزد ہو فوراً ٹوک دین، ان کے اس طرزِ عمل سے لوگون کو عام طور پر جرات ہوگئی تھی، اور لوگ نہایت بے باکی سے اُن کے افعال واقوال پر نکتہ چینی کرتے تھے،

آج کل مذہبی جوش اور مذہبی عصبیت کی یہ علامت خیال کیجاتی ہے کہ غیر مذہب کے لوگون سے نفرت ظاہر کی جائے، اور جہان تک ممکن ہو اون کی تحقیر اور تذلیل کیجائے، یہان تک کہ اکثر فقہی کتابون مین لکھا ہے کہ عیسائیون کو گھوڑے کی سواری کی اجازت نہ دینی چاہیے لیکن لوگون کو حیرت ہوگی کہ عمر بن عبدالعزیز جو ہمہ تن مذہب تھے، ان کا طرزِ عمل اس کے خلاف تھا، محدث ابن جوزی نے اسی کتاب مین بہ سند یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک جو خاندان بنی امیہ کا دست و بازو تھا، اس نے ایک گرجا کے متولیون کے مقابلہ مین دعوی دائر کیا، فریق مقدمہ جو عیسائی تھے اجلاس مین حسبِ قاعدہ کھڑے تھے، لیکن مسلمہ کو چونکہ خاندانی زعم تھا اس لیے بیٹھ کر گفتگو کرتا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا تمھارا فریق مقدمہ کھڑا ہے اس لئے تم بیٹھ نہین سکتے، تم بھی اس کے برابر کھڑے ہو جاؤ، یا کسی اور کو مقرر کرو، جو تمھاری طرف سے مقدمہ کی پیروی کرے،

مقدمہ کا فیصلہ بھی مسلمہ کے خلاف کیا، یعنی زمین متنازعہ گرجا کے متولیون کو دلا دی،

عمر بن عبدالعزیز اکثر عیسائیون اور یہودیون کے ہان مہمان ہوتے تھے، لیکن اون کے کھانے کی قیمت دیدیا کرتے تھے، وفات کے وقت، اپنے مقبرہ کے لئے جو زمین پسند کی وہ ایک عیسائی کی تھی، اس کو بلا کر خریدنا چاہا اس نے کہا امیر المومنین! قیمت کی ضرورت نہین، ہمارے لیے تو یہ امر برکت کا باعث ہوگا، لیکن انھون نے نہ مانا، اور تیس دینار دیکر وہ زمین خرید لی،

عمر بن عبدالعزیز کی حکومت و سلطنت کا اصلی اصول مساوات اور جمہوریت تھی، یعنی یہ کہ

تمام لوگ یکسان حقوق رکھتے ہین، اور بادشاہ کو کسی پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہین، صرف ملکی امور مین نہین بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی مین بھی وہ اس کا لحاظ رکھتے تھے، اون کے کھانے کا یہ طریقہ تھا کہ عام مسلمانون کے لئے جو لنگر خانہ تھا، اس مین ایک درہم (۵؍) روز بھیجدیا کرتے تھے، اور روز وہین جا کر عام مسلمانون کے ساتھ کھا لیتے تھے،

ایک دفعہ رات کے وقت مسجد مین گئے، ایک شخص مسجد کے صحن مین لیٹا ہوا تھا، اتفاق سے عمر بن عبد العزیزؓ کے پاؤن کی ٹھوکر اس کو لگی، اس نے جھلا کر کہا کیا تو پاگل ہے؟ عمر بن عبد العزیزؒ نے کہا کہ نہین، پولیس کے آدمی موجود تھے، انھون نے اس شخص کو گستاخی کی سزا دینی چاہی، عمر بن عبد العزیز نے کہا کیون، اس نے کیا گناہ کیا ہے، اس نے تو صرف استفسار کیا تھا کہ کیا تم پاگل ہو؟ مین نے کہدیا نہین'

عمر بن عبد العزیزؓ کے صاحبزادون مین سے عبد الملک بالکل اپنے باپ کا نمونہ تھے، اور اس بنا پر یہ اُن سے نہایت محبت رکھتے تھے، ایک دن عمر بن عبد العزیز نے میمون بن مہران کو بلا کر کہا کہ مین عبد الملک کو بہت اچھا سمجھتا ہون، لیکن غالبًا یہ میری محبت کا اثر ہے، ذرا تم جا کر آزماؤ تمھاری کیا راے قائم ہوتی ہے، وہ عبد الملک کے پاس گئے، باتین ہو رہی تھین کہ عبد الملک کے غلام نے آکر کہا کہ مین نے انتظام کر دیا، میمون نے پوچھا کیا؟ عبد الملک نے کہا مین نے اس کو حکم دیا تھا کہ حمام میرے نہانے کے لئے خالی کرا دو، میمون نے کہا اللہ اکبر! میرا خیال تمھاری نسبت بہت اچھا تھا، لیکن اب میرے خیال مین فرق آگیا، تمکو اس کا کیا حق حاصل ہے کہ حمام کو اپنے لئے خاص کر لو، اور عام لوگون کو نہانے سے روک دو؟ عبد الملک نے کہا مین نے تمام دن کا کرایہ ادا کر دیا ہے، میمون نے کہا تو یہ مشیخت پناہی اور فضول خرچی ہے، تم عام مسلمانون کے برابر ہو، انھون نے کہا کیا کرون، لوگ حمام مین ننگے نہاتے ہین، اس لئے مین ان کے ساتھ شریک نہین ہو سکتا، میمون نے کہا تو رات کو نہایا کرو، عبد الملک نے کہا آیندہ ایسا ہی کرون گا،

عمر بن عبد العزیز جب مرنے لگے تو مسلمہ بن عبد الملک نے کہا کہ وصیت کر جایئے، کہا میرے پاس کیا ہی، جس کی وصیت کر دن، مسلمہ نے کہا مین ابھی لاکھ روپیے بھیجے دیتا ہون، جس کو چاہیے اسمین سے وصیت کیجیے، فرمایا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ رقم جن لوگون سے وصول کی ہے، انکو واپس دیدو، مسلمہ یہ سنکر بے اختیار رو پڑے،

اس سلسلہ مین یہ امر بیان کرنے کے قابل ہے کہ خلفاے بنی امیہ کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ جب ہشام بن عبد الملک نے وفات کی تو اس کے ترکہ مین سے صرف اولاد ذکور کو جس قدر نقدی رقم وراثت مین ملی، اس کی تعداد ایک کرور دس لاکھ تھی، لیکن عمر بن عبد العزیز نے جب وفات پائی تو کل ۱۷ دینار چھوڑے جس مین سے تجہیز و تکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد دس دینار بچے جو ورثہ پر تقسیم ہوے، غرض عمر بن عبد العزیز کی خلافت اور سلطنت ٹھیک اسی اصول کا نمونہ تھی جو اسلام نے قائم کیا تھا، اور جس کو سلاطین بنی امیہ و عباسیہ مین تلاش کرنا بالکل بے فائدہ ہے، یہ لوگ درحقیقت خلیفہ نہ تھے، بلکہ کسریٰ و قیصر تھے،

(الندوہ ج ۱ نمبر ۸ ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ)

بلاغات النساء

تیسری صدی ہجری کی ایک تصنیف ہے جس مین عورتون کی تقریرین اور خطبے جمع کیے ہین، قدما کی تصنیفات کی گمشدگی کی وجہ سے اسلامی تمدن، اسلامی اخلاق بلکہ خود شریعت اسلام کی جو تصویر ہمارے پیش نظر ہے، اس قدر اصلیت سے دور ہے کہ صحیح خد وخال کا تصور کرنا بھی آج مشکل ہے، فرض کرو جو کتابین ہمارے پیش نظر ہین اور جو روایتین تم سنتے آئے ہو، جو حالات آنکھون کے سامنے ہین، ان سے یہ پتہ لگاؤ کہ اسلام مین جنس اناث کا کیا درجہ تھا، تو یہ جواب نظر آئیگا کہ ملکی معاملات مین، نظم ونسق مین شاہی دربارون مین، مناظرہ کے معرکون مین، اس جنس لطیف کا گذر تک نہین، اگر تم سے یہ کہا جاے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ مین جو قیامت انگیز معرکے ہوئے ان مین خاندانی عورتین، اونٹون پر سوار میدان جنگ مین پرجوش لکچر دیتی پھرتی تھین، اور ان کی پر اثر تقریرین دلون مین آگ لگا دیتی تھین، تو کس کو یقین آئیگا؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس معرکہ مین متعدد عورتین تھین جو رجز خوانون مقررون اور لکچرون کا کام دیتی تھین اور جن کی وجہ سے معرکہ جنگ سرد ہو ہو کر گرم ہو ہو جاتا تھا،

کس کو خیال تھا کہ عورتین بھی کسی زمانہ مین یہ پوزیشن (درجہ) رکھتی تھین کہ انکی تقریرین اور گفتگوئین قلمبند اور مدون کیجائین، لیکن اسوقت ہمارے سامنے جو کتاب ہے، اور جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے، وہ اسی خاص موضوع پر ہے،

یہ کتاب قریباً گیارہ سو برس کی تصنیف ہے مصنف کا نام احمد بن ابی طاہر بغدادی ہے،

جو ۲۰۴ھ مین پیدا ہوا، اور جس نے سب سے پہلے بغداد کی تاریخ لکھی یہ کتاب مصر مین چھپ کر شایع ہوئی ہے، ضخامت ۲۰۰ صفحون کی ہے اور چونکہ عبارت بہت مشکل ہے، اس لئے ہر جگہ کثرت سے حاشیے چڑھائے ہین،

قدما کا طرز تھا کہ واقعہ کو مسلسل اور متصل روایت کے ذریعہ سے بیان کرتے تھے، اور یہ طرز حدیث کے ساتھ مخصوص نہ تھا، یہ کتاب بھی اس التزام سے لکھی گئی ہے، اس سے یہ فائدہ ہے کہ کبھی روایت مین شک ہو تو اس کی کافی تحقیق ہو سکتی ہے سب سے پہلے اس کتاب مین حضرت عائشہ رض کا وہ خطبہ (لکچر) نقل کیا ہے، جو انھون نے حضرت ابوبکر رض کے فضائل مین دیا تھا، پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رض اور حضرت حفصہ رض کے خطبے ہین، لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ خطبے اعتبار کے قابل نہین، خطبون مین وہ الفاظ اور وہ خیالات اور وہ طرز ادا پایا جاتا ہے، جو اس زمانہ مین سرے سے پیدا نہین ہوا تھا مثلاً حضرت فاطمہ رض کے خطبہ مین خدا کی نسبت یہ الفاظ ہین،

الممتنع من الابصار رویتہ ابتدع	اس کا آنکھون سے دیکھا جانا ممتنع ہے،
الاشیاء لا من شئی قبلہ	اسنے تمام چیزون کو عدم محض سے پیدا کیا،

یہ ظاہر ہے کہ یہ معتزلہ اور اہل فلسفہ کے متنازع فیہ مسائل ہین، معتزلہ کہتے ہین کہ خدا کا دیکھا جانا محال ہے، برخلاف اس کے اہل سنت و جماعت اس کے جواز کے قائل ہین، اہل فلسفہ اس بات کے قائل ہین کہ خدا نے عالم کو مادہ سے پیدا کیا، لیکن مسلمانون کا عموماً یہ مذہب ہے کہ خدا نے دنیا کو بغیر کسی سابق مادہ کے پیدا کیا،

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض کے اس قسم کے خطبے جن مین ہیولیٰ تک کا لفظ موجود ہے شیعہ علمار کی تمام مستند کتابون مین منقول ہین،

حضرت فاطمہ رض و زینب رض، اور ام کلثوم رض کے خطبہ کے بعد مصنف نے ان عورتون کے

خطبے نقل کئے ہین، جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے معرکون مین شریک تھین، ان خطبون کے ساتھ ان کے متعلق مزید حالات بھی بیان کئے ہین، جنکو ہم دلچسپی کے لحاظ سے نقل کرتے ہین،

زرقا ایک عورت تھی جو معرکہ صفین مین شریک تھی، ایک دن امیر معاویہ نے قصہ خوانی کے وقت مصاحبین سے کہا کہ کسی کو زرقا کا لکچر (خطبہ) بھی یاد ہے، حاضرین نے کہا ہم سب کو یاد ہے امیر معاویہ نے کہا اس کے نسبت تم لوگون کی کیا راے ہے، سب نے کہا قتل، امیر معاویہ نے کہا کیا یہ مناسب ہے کہ ایک عورت کو قتل کر ڈالون، یہ کہکر کوفہ کے عامل کو لکھا کہ زرقا کو اس کے عزیزون کے ساتھ بھیجدو، چند سوار بھی اس کے جلو مین ساتھ ساتھ آئین، عامل نے حکم کی تعمیل کی، اور امیر معاویہ کا خط زرقا کو دیا زرقا نے کہا اگر میری مرضی پر مجھکو چھوڑ دیا جائے تو مجھکو جانا منظور نہین، لیکن حکم ہے تو چلتی ہون، عامل نے ایک اونٹ سواری کے لئے پیش کیا جس کا محمل یمنی چادر سے منڈھا ہوا تھا، زرقا بڑی عزت اور احترام سے دربار مین آئی، امیر معاویہ نے مزاج پرسی کے بعد کہا کیون وہ موقع یاد ہے؟ جب لوسہر رنگ کے اونٹ پر چڑھ کر لوگون کو لڑائی پر آمادہ کرتی پھرتی تھی" زرقا نے کہا، امیر المومنین! گئی گذری بات ہوئی، یہ زمانہ کا رنگ ہے، آج یہ حالت ہے، کل خدا جانے کیا ہوگا،

امیر معاویہ نے کہا اپنا وہ خطبہ بھی یاد ہے، زرقا نے کہا نہین، امیر معاویہ نے کہا لیکن مجھکو یاد ہے اور وہ یہ ہے"

اس کے بعد مصنف نے پورا خطبہ نقل کیا ہے، لیکن ہم نے اس لحاظ سے نقل نہین کیا کہ افسوس یہ ہے کہ ترجمہ مین زور نہین قائم رہتا، اور بیچ بیچ مین سے اکثر جملے چھوڑ دیئے ہین کہ ناظرین عربی دان کتنے ہین، اور ترجمہ مین خطبہ کا لطف نہین قائم رہ سکتا،

(الندوہ ج ۵ نمبر ۸ شعبان ۱۳۲۶ھ)

یورپ کا ایک اور علمی احسان

عمر خیام کا جبر و مقابلہ

عمر خیام کو ہم جس حیثیت سے جانتے اور پہچانتے تھے، وہ یہ تھی کہ وہ شاعر ہے، رباعی گو ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ آج کل کے مذاق کے موافق آزاد خیال ہے، تاریخون اور تذکرون مین اسکی ریاضی دانی کا ذکر ضرور ہے، لیکن ہمارے خیال مین وہ اسی قسم کی بات تھی کہ علامہ ابن الہمام شارح ہدایہ موسیقی بھی جانتے تھے لیکن یورپ کی بدولت آج ہمکو عمر خیام کی وہ کتاب ہاتھ آئی جس سے اس کے ریاضی دانِ اعظم ہونے کا ثبوت ملتا ہے،

مسلمانون نے خود کبھی دعوی نہین کیا کہ وہ علم جبر و مقابلہ کے موجد ہین، لیکن اس فن مین ان کی اس قدر اکتشافات (ڈسکوریز) ہین کہ اس نام سے اون کی عام شہرت ہو گئی ہے۔ اس فن مین سب سے پہلے ابو موسیٰ خوارزمی نے ایک کتاب لکھی، عربی دان تو اس سے آج بھی ناواقف ہین، لیکن انگریزی مین مدت ہوئی اس کا ترجمہ ہو گیا، اور اصل عربی کے ساتھ چھپ کر شائع ہوا، چنانچہ ہماری نظر سے بھی گذر چکا ہے، ابو موسیٰ کے بعد، اور لوگون نے بھی اس فن مین کتابین لکھین اور غالباً سب سے اخیر مجتہدانہ کتاب عمر خیام کا جبر و مقابلہ ہے[1]، جو اس وقت ہمارے سامنے ہو، عمر خیام کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ قدما ر کی کوئی تصنیف اسکو نہین ملی تھی، ہندوستان کے ریاضی دانون نے البتہ کچھ قاعدے لکھے تھے، لیکن وہ محض ابتدائی باتین تھین، چنانچہ دیباچہ مین لکھتا ہے،

---

[1] یہ کتاب فرانس کے دارالسلطنت پیرس مین مع فرنچ ترجمہ کے چھاپی گئی ہو، اور چھ روپیے قیمت ہے،

اما المتقدمون فلم یصل الینا منھم	باقی قدما، تو ان کا کوئی کلام ہم تک نہیں پہنچا،
کلام لعلھم لم یتفطنوا لھا بعد	شاید ان کا ذہن باوجود غور و فکر کے اسکی طرف
الطلب و النظر او لم یضطر البحث	نہیں ہوا یا ان کو اسکی ضرورت پیش نہیں آئی،
ایاھم او لم ینقل الی لسانا	یا انکی تصنیفات کا ترجمہ ہماری زبان میں
کلام ھم فیھا،	نہیں ہوا،

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

والھند طرق فی استخراج اضلاع	اور ہندیوں کے یہاں مربعات اور مکعبات
المربعات والمکعبات مبنیة	کے اضلاع کے نکالنے کے طریقے ہیں، جو
علی استقراء قلیل،	تھوڑے سے استقرار پر مبنی ہیں،

خیام نے ہندی قواعد کے اثبات پر ایک مستقل کتاب لکھی، جس کا حوالہ اس کتاب میں دیا ہے

خیام اس فن کی ترقی کی جو تاریخ بیان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ماہانی نے اس اصول کی تحلیل جبر و مقابلہ کے ذریعہ سے کی جس کو ارشمیدس نے کتاب الکرۃ والاسطوانہ کے مقالہ ثانیہ کی شکل رابع میں استعمال کیا ہے، اس سے کعب، مال، اعداد متعادلہ پیدا ہوئے، لیکن وہ ان کو حل نہ کر سکا، اور بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ یہ ناممکن ہے، لیکن ابوجعفر خازن نے قطوع مخروطی کے ذریعہ سے اسکو حل کیا، اس کے بعد اورہندسہ دانوں نے اس پر توجہ کی اور بعض بعض مسائل حل کیے،

خیام نے اس فن میں جو اضافہ کیا اس کی تفصیل دیباچہ میں کی ہے، اور بتایا ہے کہ فلان فلان قاعدے میں میں نے یہ اضافہ کیا، اس کے ساتھ چھ اصول کی نسبت لکھا ہے، کہ وہ سرے سے کسی قدیم تصنیف میں موجود ہی نہ تھے، وہ یہ ہیں،

(۱) وہ کعب اور جذر جو عدد کے معادل ہو،

(۲) وہ کعب اور عدد جو جذر کے معادل ہو۔

(۳) وہ عدد اور جذر جو کعب کے معادل ہو،

(۴) وہ کعب اور مال جو عدد کے معادل ہو،

(۵) وہ کعب اور عدد جو مال کے معادل ہو،

(۶) وہ عدد اور مال جو کعب کے معادل ہو،

ان سب کو خیام نے قطوع مخروطی کے خواص سے ثابت کیا ہے،

افسوس ہے کہ مجھکو فن جبر و مقابلہ مین دخل نہین ہے کہ مین اس کتاب پر ریویو کرسکون، فرنچ مین اس کتاب کا جو ترجمہ ہے اس کے دیباچہ مین تفصیلی ریویو لکھا ہے، لیکن ہمارے ملک مین فرنچ کتنے آدمی جانتے ہین،

(الندوہ ج ۶، نمبر ۸، شعبان ۱۳۲۷ھ)

تجارب الامم ابن مسکویہ

گب موریل سیریز

یورپ کی علمی فیاضیون کا ذکر ہم نے اس قدر بار بار کیا ہے کہ اس عنوان پر ہم اگر کچھ اور کہنا چاہین تو لوگ فوراً بول اٹھین گے کہ ع

این آن فسانہ ایست کہ صد بار گفتہ،

لیکن اگر ہر نئے احسان کا نیا شکر واجب ہے تو یہ ذکر کرنا پڑیگا، اور بار بار کرنا پڑیگا، انصاف کرو مسلمان، دنیا کے ہر حصے مین پھیلے ہوئے ہین، ان کی بڑی بڑی سلطنتین قائم ہین، اپنے علوم و فنون کی قدر دانی کا جس قدر ان کو دعویٰ ہے شاید کسی قوم کو نہ ہوگا، لیکن کیا یورپ نے عربی زبان کی جو خدمت کی ہے، اس کا ہزاروان حصہ بھی آج اسلام کی وسیع دنیا کر سکتی ہے، یورپ نے جس قسم کی نادر اور نایاب عربی کتابین ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کین، کیا ایک بھی اس قسم کی کتاب مسلمانون نے شائع کی؟ معجم البلدان بلاذری، طبری، یعقوبی، ابن بدیع ہمدانی، تاریخ الحکما قفطی، طبقات ابن سعد، انساب الاشراف، معارف وغیرہ اور اس قسم کی سینکڑون کتابون کو کس نے دنیا مین روشناس کیا؟ اور سچ تو یہ ہے کہ اب بھی کتنے مسلمان ان کتابون سے واقف ہین،

یورپ کی علمی فیاضی کی داستان نہایت طویل ہے، یہان ہمکو اس مین سے صرف گب میموریل کا تذکرہ کرنا ہی، جو ہمارے مضمون کی دوسری سرخی ہے، گب ایک دولتمند انگریز تھا، جس نے

کئی لاکھ روپیہ صرف اس لئے وقف کر دیا کہ اس سے عربی اور فارسی زبان کی نایاب تصنیفات ڈھونڈکر شائع کیجاتین، چنانچہ اس وقت تک جو کتابین اس سلسلہ مین شائع ہوئین وہ حسب ذیل ہین،

بابرنامہ یعنی تزک بابری، جس مین بابرشاہ نے خود اپنے حالات لکھے ہین،

ترجمۂ تاریخ طبرستان، از اسفندیار،

تاریخ خاندان رسولیہ یمنی از خزرجی،

سفرنامۂ ابن جبیر اندلسی،

معجم الادبا ریاقوت حموی، نہایت نایاب تھی، قسطنطنیہ مین ایک ناتمام نسخہ تھا، ابتک اس کتاب کی دو جلدین چھپ چکی ہین،

تجارب الامم ابن مسکویہ، اس کی مفصل کیفیت آگے آتی ہے،

یہ وہ کتابین ہین جو شائع ہو چکین، اور جو کتابین اس سلسلہ مین زیر طبع ہین، یا جن کا چھاپنا مقصود ہے، وہ حسب ذیل ہین،

معجم فی معیار اشعار العجم، فن عروض مین ہے، اس کا مصنف شیخ سعدی کا معاصر تھا، کتاب کا سنہ تصنیف ۶۱۴ھ ہے، اس کا قلمی نسخہ ہمارے کتبخانہ مین موجود ہے،

تاریخ مغول از رشید الدین فضل اللہ،

ترجمہ تاریخ نیستان،

حصۂ جغرافیہ از کتاب نزہۃ القلوب حمد اللہ المستوفی

چہار مقالۂ عروضی سمرقندی،

مرزبان نامہ

فتوح مصر والمغرب والاندلس، از ابوالقاسم عبد الرحمن،

تاریخ مصر از کندی نہایت قدیم تاریخ ہے،

قابوس نامہ،

انساب سمعانی، نہایت مستند اور نادر کتاب ہے،

کتاب الرد علی اہل البدع والاہوار للنسفی،

ان کے علاوہ اور چند کتابین ہین، جن کا ذکر چندان ضروری نہین،

اس سلسلہ کا نام گب موریل سیریز ہے، اور اس مین سے ہم اس وقت تجارب الامم سے بحث کرنی چاہتے ہین، جو ہمارے مضمون کا پہلا عنوان ہے،

اس کتاب کا مصنف علامہ ابن مسکویہ ہے، جو مشہور حکیم اور فلاسفر تھا، اس کی کتاب طہارۃ الاعراق جس سے امام غزالیؒ نے احیار العلوم مین اکثر موقعون پر فائدہ اٹھایا ہے، چھپ کر شائع ہو چکی ہے، الہیات مین اس کی کتاب فوز الاصغر نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے، اور جس قدر اسلامی تصنیفات اس موضوع پر ہماری نظر سے گذر چکی ہین، ان مین سے ایک بھی اس کی ہمسری کا دعویٰ نہین کر سکتی، ابن مسکویہ عضد الدولہ اور اس کے جانشینون کے دربار مین نہایت معزز منصب پر ممتاز تھا، اس نے ۴۲۱ھ مین وفات پائی،

اس کتاب کا نسخہ جو یورپ نے بہم پہنچایا ہے ۵۰۰ھ کا لکھا ہوا ہے، مزید اعتبار کے لئے یورپ نے اصل نسخہ کو فوٹو کے ذریعہ سے شائع کیا، لیکن اس سے یہ نقصان ہوا کہ چونکہ قدیم زمانے کا خط ہے، اس لئے کہین کہین پڑھا نہین جاتا، جا بجا حرف بھی اڑ گئے ہین، اور سیاہی مٹ چلی ہے، اڈیٹر نے مختصر سا دیباچہ انگریزی مین لکھا ہے، اور ایک نہایت مفصل فہرست اسمار اور مقامات کی شامل کی ہے، کتاب بہ مقام لیڈن ۱۹۰۹ء مین چھاپی گئی ہے،

اس کتاب پر ہم مختلف حیثیتون سے ریویو کرنا چاہتے ہین،

(۱) ہمارے یہان علوم کی جو دو قسمین معقول و منقول قرار دی گئین اس کے متعلق ایک سخت غلطی یہ ہوئی کہ بعض علوم جنمین دونون حیثیتین جمع تھین، صرف ان مین ایک حیثیت کا لحاظ ہوا، مثلاً تاریخ و روایت کا فن محض منقولات مین شمار کیا گیا جس سے نتایج ذیل پیدا ہوئے،

(۱) جو لوگ صرف معقول کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے تھے، یعنی حکما، اور فلاسفر انھون نے اس فن کی طرف مطلق توجہ نہین کی، اس لئے یہ فن فلسفیانہ نکتہ آفرینیون سے محروم رہ گیا، یہی وجہ ہے کہ بوعلی سینا، فارابی، محقق طوسی، امام رازی، قطب الدین شیرازی، جلال الدین دوانی کی کوئی تصنیف اس فن مین موجود نہین،

(۲) چونکہ اس فن کی نسبت عام خیال یہ پیدا ہو گیا کہ اس کو عقل و درایت سے تعلق نہین، اس لئے مورخین اور اہلِ روایت نے خود بھی عقل اور درایت سے کام نہین لیا، ان کو صرف اس کی غرض تھی کہ واقعہ کا بیان کرنے والا ثقہ ہے، یا نہین؟ اگر ثقہ ہے، تو وہ جو واقعہ بیان کرتا ہے، ان کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے، حالانکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ راوی ثقہ ہو، اور واقعہ کے بیان مین اس کی غلطیان وقوع مین آئین، غرض اس خیال کی وجہ سے تاریخ کا فن اس رتبہ پر نہ پہنچا، جس پر اس کو پہنچنا چاہئے تھا،

اس عالم مین ابن مسکویہ ایک مستثنیٰ شخص نظر آتا ہے جس نے فلسفی اور حکیم ہونے کے ساتھ فن تاریخ پر بھی توجہ کی، ابن مسکویہ کے نام سے ہر شخص کو امید پیدا ہو سکتی ہے، کہ تاریخ عام شاہراہ سے الگ ہوگی، اور ہم خوش ہین کہ یہ امید ناکامیاب نہین ہوئی، ابن مسکویہ نے کتاب کے دیباچہ مین تاریخ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس فن کو کس نظر سے دیکھتا ہی، اور اس کو کس انداز سے لکھنا چاہتا ہی،

یورپ مین آج کل فن تاریخ کو اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ کبھی نہ ہوئی ہوگی، تاریخی واقعات

کے ساتھ اس قدر اعتنا کیا جاتا ہے کہ ایک ایک جزئی واقعہ اور ہر واقعہ کی ہر قسم کی جزئی خصوصیات کا استقرا، کیا جاتا ہے، لیکن اہل فلسفہ کے نزدیک یہ ایک علمی بے اعتدالی ہے، تاریخ کا مقصد ان واقعات کا پتہ لگانا ہے، جن سے خاص نتائج پیدا ہوتے ہین، اور جن سے علت و معلول کا اس طرح سلسلہ قائم ہوتا ہے کہ جب اسی قسم کے واقعات پیش آئین تو فوراً پیشین گوئی کی جا سکے کہ اسی قسم کے نتائج پیش آئین گے، اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ یا قصہ ہے، یا بیکار واقعات ہین، چنانچہ ہربرٹ اسپنسر نے تفصیل کے ساتھ اس نکتہ کو لکھا ہے

ہمارا فلسفی مورخ (ابن مسکویہ) بھی تاریخ کو اسی نظر سے دیکھتا ہے، وہ دیباچہ مین لکھتا ہے:۔

انی لما تصفحت اخبار الامم
وسیر الملوک وقرءت اخبار
البلدان وکتب التواریخ وجدت
فیما یستفاد منه تجربة فی
امور لا تزال تتکرر مثلها و ینتظر
حدوث مثلها، فان امور
الدنیا متشابهة واحوالها
متناسبة،

مین نے جب قومون کے حالات اور سلاطین
کے تذکرے بغور دیکھے اور شہرون کے حالات
اور تاریخ کی کتابین پڑھین تو مین نے ان مین
وہ باتین پائین جن سے ان امور کے متعلق تجربہ
حاصل ہوتا ہے جن کے ہمشکل واقعات ہمیشہ
پیش آیا کرتے ہین، اور ان کے پیش آنے کی توقع
ہوتی ہے، کیونکہ دنیا کے واقعات ایک دوسرے
سے ملتے جلتے ہین، اور اس کے واقعات
مین باہم تناسب ہے،

اس کے بعد لکھتا ہے:۔

ووجدت هذا النمط من الاخبار معمورا
بالاخبار التی تجری مجری الاسمار و

اور مین نے دیکھا کہ اس قسم کے واقعات ان
باتون کے ساتھ رل مل گئے ہین جو محض قصے

الخرافات اللتی لا فائدۃ فیها غیر استجلاب النوم بها ولا ستمتاع بانس المستطرف منها،

اور خرافات کے کام کے ہین جن کو بجز اسکے کوئی فائدہ نہین کہ ان کے سننے سے نیند آتی ہو یا ان کے اعجوبہ زا واقعات سے لطف آتا ہو،

ابن مسکویہ نے اس کا سخت افسوس کیا ہے کہ تاریخ کا فن اپنے اصلی مرکز سے ہٹ گیا ہو اور لوگون کی توجہ عموماً ان واقعات کی طرف ہے جو علت و معلول کے سلسلہ قائم کرنے مین کچھ مدد نہین دیتے، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو نتیجہ انگیز واقعات تھے اُن کی طرف خاص نگاہ نہین پڑتی، اور وہ بھی ان ہی عام اور بے نتیجہ واقعات مین شامل ہو کر بیکار ہو جاتے ہین، چنانچہ لکھتا ہو:۔

حتی ضاع بینها و بتدد فی اثنائها فبطل الانتفاع بها و لم تیصل لسامعه و قاریه اتصالا یربط بعضه بعضا،

یہان تک کہ یہ اصلی واقعات ان لغو واقعات مین رل مل کر برباد ہو گئے، اور اسلیے ان سے فائدہ اٹھانا نہ ہو سکا، اور پڑھنے اور سننے والے کو ان واقعات مین ایسا سلسلہ نہین ملتا، جس سے تمام واقعات ایک دوسرے سے مربوط ہو جائین،

اس کے بعد لکھتا ہے،

فلذلک جمعت هذا الکتاب و اکثرالناس انتفاعا به و اکبرهم حظا منه و اوفرهم قسطا من الدنیا کالوزراء و اصحاب الجیوش

وسواس البلدان

اس لیے مین نے یہ کتاب مدون کی، اور اس کتاب سے زیادہ تر فائدہ وہ لوگ اٹھا سکتے ہین جنکو دنیوی معاملات سے زیادہ تر تعلق ہو، مثلاً وزراء اور فوجی افسر اور مدبرین ملک،

مصنف نے تمام کتاب مین اس مقصد کو پیش نظر رکھا ہے، اور جو واقعات، اس مقصد سے

تعلق نہین رکھتے. ان کو عموماً نظرانداز کرتا جاتا ہے،

اس مقصد کو اس نے اس قدر پیش نظر رکھا ہے کہ انبیا کے حالات مین معجزات کا ذکر نہین کرتا

کیونکہ اس کے نزدیک معجزات، علۃ و معلول کے سلسلے سے الگ ہین، چنانچہ لکھتا ہے،

ولهذا السبب بعينه لم نتعرض	اور اسی سبب سے مین نے انبیا علیہم السلام
لذكر معجزات الانبياء صلوات الله	کے معجزات کا ذکر نہین کیا، کیونکہ آج کل کے
عليهم، لان اهل زماننا	لوگ ان سے آیندہ واقعات کی نسبت
لا يستفيدون منها تجربة فيما	کوئی تجربہ نہین حاصل کر سکتے، البتہ؟
يستقبلونه من امورهم	واقعات مین نے لکھے ہین جو انبیا رسے
الا ما كان منها تدبيراً	انسانی تدبیر کی حیثیت سے وقوع مین آئے
بشريا لا يقترن بالاعجاز	ہین جنمین معجزہ کی آمیزش نہین ہے،

(۲) ایران کی تاریخ مین، دور از کار واقعات کثرت سے ہین، اور فردوسی کی شاعرانہ رنگ

آمیزی نے تو تاریخ کو ناول بنا دیا، ابن مسکویہ ان وہمی افسانون کی نسبت ہر جگہ تصریحات کرتا

جاتا ہے کہ ایرانیون کی خرافات ہین، اور بعض جگہ بتاتا ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا، اور الفاظ کے غلط استعمال

اور لوگون کی وہم پرستی سے اس کی صورت بدل گئی، مثلاً ایک موقع پر لکھتا ہے،

فللفرس ههنا خرافات وتزعم	اور ایرانی اس موقع پر بہت سے خرافات
ان الشياطين كانت مسخرة	بیان کرتے ہین، اور خیال کرتے ہین کہ
لكيقابوس،	شیاطین کیکاؤس کے مسخر تھے،

ضحاک کی نسبت تمام ایرانی تاریخون مین مذکور ہے کہ اس کے کاندھے پر دو سانپ تھے

جنکی غذا آدمی کا دماغ تھا، ابن مسکویہ اس واقعہ کی نسبت لکھتا ہے:-

وکان علی منکبہ سلعتان یحرکھما اذا شاء کما یحرک یدیہ فادعی انھا حیتان تھویلا علی ضعفاء الناس واغبیائھم وکان لسیترھما بثیابہ،

اور اس کے شانون پر دو غدود تھے، جنکو وہ جب چاہتا تھا، حرکت دے سکتا تھا جس طرح اپنے ہاتھون کو حرکت دیسکتا تھا ضحاک نے یہ ظاہر کیا کہ یہ دو نون سانپ ہین جس سے اس کا مقصد عوام اور احمقون کو مرعوب کرنا تھا، اور وہ ان کو لباس کے اندر چھپائے رکھتا تھا،

طہمورث کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ شیطان اور جن اس کے مسخر تھے، اور اسی کے یہان عمارت وغیرہ کا کام کرتے تھے، ابن مسکویہ اس واقعہ کی حقیقت اس طرح ظاہر کرتا ہے۔

وطلب اہل الشر ونفی الشیاطین اعنی الاشرار والذعر من غلبہ من اہل الفساد والشیاطین الا ھما الصعبۃ واذلھم بقطع الحجارۃ والصخور من الجبال

اس نے بدچلن لوگون کو بلایا، اور شیاطین یعنی بدمعاشون کو ملک سے نکال دیا، اور اس نے مفسدون اور شیطانون کو سخت کامون پر مامور کیا، اور ان کو سنگتراشی کے کام پر لگایا،

(۳) ایران کے لٹریچر مین بعض چیزین ایسی تھین جو دنیا کی بہترین یادگار سمجھی جاتی تھین، مثلاً نوشیروان کا کارنامہ جو خود اس نے لکھا تھا، یا اردشیر کا عہدنامہ جس کو مورخین عرب منجملہ اُن چار کتابون کے شمار کرتے ہین جو بے مثل تسلیم کی گئی ہین، ابن مسکویہ نے ان چیزون کی پوری قدردانی کی ہے، چنانچہ ان دونون کا ایک ایک حرف (عربی ترجمہ کے ذریعہ سے) نقل کیا ہے، نوشیروان کا ایک لکچر جو اس نے تمام امرا اور خواص و عوام کے مجمع مین دیا تھا، اور جس مین انتظاماتِ ملکی کے تمام نکتے بتائے ہین اس کا بھی پورا ترجمہ کیا ہے،

(۴) ابن مسکویہ نے اکثر واقعات شاہنامہ کے خلاف لکھے ہین، اور اکثر اُن واقعات

کا سرے سے ذکر نہین کیا ہے، جو شاہنامہ کے مشہور معرکے ہین، مثلاً رستم و سہراب کی داستان، رستم و اسفندیار کی جنگ، منیژہ و بیژن کا واقعہ، شاہنامہ مین لکھا ہے کہ کیکاؤس کو شاہ مازندران نے گرفتار کر لیا تھا، لیکن ابن مسکویہ نے اس واقعہ کے بجائے لکھا ہے کہ کیکاؤس جب یمن پر حملہ آور ہوا تو ذوالاذعار بادشاہ یمن نے اس کو شکست دی اور ایک کنوئین مین قید کر دیا، بالآخر رستم گیا اور اس کو چھڑا لایا، ان واقعات کے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ابن مسکویہ اور فردوسی دونون مین سے کس کا بیان صحیح ہے، لیکن مجھ سے پوچھا جائے تو مین فردوسی کو ایران کی تاریخ کا زیادہ حقدار سمجھتا ہون،

(۵) ابن مسکویہ کی کتاب مین بڑا نقص یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے حالات نہایت ناتمام اور جستہ جستہ لکھے ہین، اور اس کی معذرت یہ کی ہے کہ میری کتاب کا مقصد ایسے حالات کا بیان کرنا ہے، جو ظاہری اسباب سے تعلق رکھتے ہون، اور جن سے قواعد کلیہ قائم ہو سکین، لیکن خلفا کے فتوحات محض تائید الٰہی ہین، ان کو سلسلۂ علت و معلول سے تعلق نہین، ابن مسکویہ کے خاص الفاظ یہ ہین :-

ولم اجد فی تلک الحروب والوقعات	مین نے ان لڑائیون مین باوجود اسکے کہ وہ عظیم الشان
مع عظمها وشدتها موضع حیلة	و سخت لڑائیان ہین کوئی حیلہ و تدبیر کی بات نہین
ولا موقع تدبیر یستفاد منه تجربة	پائی جس سے کوئی تجربہ پیدا ہو، بجز چند مختصر واقعات کے
الا الیسیر مما سنذکره وباقیه کله	جنکو مین آگے ذکر کرونگا ورنہ یہ تمام لڑائیان نہین ہین
جهاد من القوم ونصر من الله واجتهاد من	بلکہ قوم کا جہاد اور خدا کی تائید ہین، اور ہم ابتدا
المسلمین، وکان شرطنا فی اول	کتاب مین شرط کر چکے ہین کہ صرف وہ واقعات لکھین
الکتاب لانثبت من الاخبار الا ما فیه	گے جن سے آیندہ واقعات مین کوئی تجربہ حاصل
تدبیر نافع فی المستقبل الخ	ہو،

لیکن یہ کس قدر غلط خیال ہے، بے شبہہ عہدِ نبوت اور خلافت کے واقعات تائیدِ الٰہی ہین، لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ سلسلۂ اسباب سے الگ ہین، جو سچائی، جو خلوص، جو جوش، جو راست کرداری، جو عدل و انصاف، جو حق پرستی، اِن معرکون مین صرف کی گئی، جب کبھی صرف کیجائیگی بعینہٖ یہی نتیجے ظاہر ہون گے، اگر ان لڑائیون مین اسباب و علل کو دخل نہ ہوتا، تو جنگِ احد مین شکست کیون ہوتی؟ حنین مین اکثر لوگون کے پاون کیون اکھڑ جاتے؟ واقعہ جسر مین ہزارون مسلمان کیون شہید ہوتے؟ واقعۂ یرموک مین مسلمانون کو مفتوحہ مقامات سے ہٹ آنا کیون پڑتا،

خدا نے فرمایا اور سچ فرمایا، انا کل شیٔ خلقناہ بقدر،

(۲ر جون سنہ ۱۹۰۹ از کلکتہ)

(الندوہ ج ۶، نمبر ۵- جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۷ھ)

لغتِ فرس

از
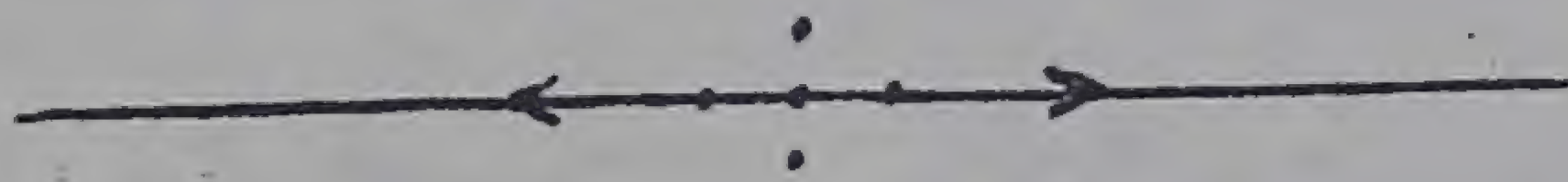
اسدی طوسی

ہم یورپ کی علمی فیاضیون کا شکریہ ادا کرتے کرتے تھک جاتے ہین، لیکن یورپ اپنی فیاضیون سے نہین تھکتا، عربی قدیم نادر تصنیفات کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کرنے اور ان کے شائع کرنے کا ذکر ہندوستان مین بار بار آچکا ہے، اب موقعہ ہے کہ فارسی سرمایہ کے مہیا کرنے کے متعلق جو کچھ یورپ کر رہا ہے کبھی کبھی اس کے حالات بھی اس علمی پرچہ کے ذریعہ سے شائع کئے جائین،

اسدی کی نسبت عام تذکرون مین مذکور ہے کہ فردوسی کا استاد تھا، اگرچہ یہ محض غلط ہے، لیکن بہرحال وہ اسی زمانہ کا نہایت مشہور شاعر ہے، اور مثنوی مین نظامی کی طرز کی بنیاد اسی نے قائم کی، اسدی کو تمام دنیا صرف شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے، یہ بہت کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ صرف شاعر نہین بلکہ فارسی لغت کا سب سے پہلا مدون ہے، اس نے اپنی کتاب کا نام لغت فرس رکھا ہے، اور صرف نادر اور غریب الفاظ جمع کئے ہین،

یورپ کے ایک مشہور مستشرق پاول ہارن نے آٹھ برس کتاب کی تصحیح و تحشیہ مین صرف کئے اور ۱۸۹۷ء مین اس کو شائع کیا، اس کے پاس جو قلمی نسخہ تھا وہ محرم ۷۳۳ھ کا لکھا ہوا تھا، تصحیح و تحشیہ کے علاوہ اس نے ایک مطول دیباچہ بھی لکھا ہے، لیکن چونکہ وہ جرمن زبان مین ہے، اسلئے ہم اس سے فائدہ نہین اٹھا سکتے، ڈیٹر موصوف نے یہ کتاب پروفیسر نولدکی کے نام معنون کی،

جو یورپ مین آج تمام مستشرقین کا استاد الکل تسلیم کیا جاتا ہے، چونکہ اڈیٹر کو پروفیسر موصوف کی شاگردی کی عزت حاصل ہے، چند فارسی اشعار لکھ کر شامل کئے ہین جس مین اس انتساب کو ظاہر کیا ہے، وہ اشعار یہ ہین :۔

چنین بود آئین ایرانیان	چو پیش آمدندے بہ گاہ کیان
تو در دولت علم داری دھشیم[1]	شہنشاہ عالی تو ما بندہ ایم
ولیکن بجز کے تو ہم مردمی	کہ مہتری را بزیبد ہمی
بدین ہشت سال اندرین شہر تو	طلب کردہ ام علم با جستجو،
کنون این کتاب تشکر شعار	ترا باشد از من یکے یادگار

اب ہم اصل کتاب پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالتے ہین،

۱۔ مصنف نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ مین اس مین بلخ، ماوراء النہر، اور خراسان وغیرہ کے لغات لکھتا ہون،، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین انہی ملکون کے لوگ شاعر اور ناثر تھے اور انہی کا کلام مستند سمجھا جاتا تھا، اس سے یہ عقدہ بھی حل ہوتا ہے کہ قدما، کی زبان جو بالکل نامانوس معلوم ہوتی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افغانستان اور ترکستان کے بہت سے الفاظ ان کے کلام مین آئے تھے جو اس وقت بالکل متروک ہوگئے، جب شاعری منتقل ہو کر فارس کے صدر مقام مین آگئی،

(۲) مصنف نے التزام کیا ہے کہ ہر لغت مین شعر کی سند لائے، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ چونکہ مصنف خود قدیم زمانہ کا شاعر ہے، اس لئے ایسے بہت سے قدما، کا کلام اس ذریعہ سے محفوظ رہ گیا جو آج بالکل معدوم ہین، مثلاً لبیبی، ابو طاہر خسروانی، منجیک، طیان، کسائی، آغاجی،

---

[1] شاید دہیم کی تخفیف ہے،

شاکر بخاری، قریع الدہر، بو شکور بلخی، ابو الفتح البتی، معروفی، بو المثل، عمارہ مروزی ...... مرصتی نشان
مشہور ہے کہ مثنوی سب سے پہلے رودکی نے لکھی یعنی کلیلہ دمنہ کو مثنوی کی بحر مین نظم کیا، فردوسی
نے شاہ نامہ مین اس مثنوی کا ذکر کیا ہے، لیکن آج یہ مثنوی بالکل نایاب ہے کہ اس کے دو چار شعر بھی
ہاتھ نہین آتے، اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی مولینا روم کے وزن پر ہے، اس کے چند
اشعار یہ ہین:۔

دمنہ را گفتا کہ تا این بانگ چیست	با نہیب و سہم این آوائے کیست
دمنہ گفت او را جزین آواد گر	کار تو نہ ہست و سہمے بیشتر
آب ہرچہ بیشتر نیرو کند	بند رودغ ست بودہ بفگند
دل گسستہ داری از بانگ بلند	رنجکے باشدت و آوازِ گزند

اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رودکی نے شاہ نامہ کی بحر مین بھی ایک مثنوی لکھی
تھی، اس کا ایک شعر یہ ہے:۔

نگو گفت مزدور با آن خارپشت (زوجہ)	مکن بد بہ کس گر نخواہی بہ خویش

عنصری کے تذکرہ مین اس کی مثنویون کا بھی ذکر کرتے ہین، مگر لکھتے ہین کہ اب ناپید ہین
اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ عنصری نے مختلف بحرون مین مثنویان لکھی تھین، شاہ نامہ کی بحر مین
یہ اشعار ہین:۔

(بہاریہ)	چو سرگشتہ غنچہ سرخ گل	جہان جامہ پوشید ہمرنگ مل
(رزمیہ)	اگر بر سر مرزد در نبرد	سر قامتش باز مین پست کرد

ہفت پیکر کی بحر مین جو مثنوی ہے، زیادہ صاف اور شستہ ہے، نمونہ یہ ہے،

گفت کین مردمان بے باک اند	ہمہ ہموارہ وز دو چالاک اند

(۳) عام طور پر مشہور ہے کہ فردوسی نے یہ التزام کیا تھا کہ عربی الفاظ نہ آئین، لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک عربی الفاظ، فارسی مثنوی مین یون بھی کم برتے جاتے تھے، عنصری، رودکی، ابوشکور بلخی کی مثنویون کے اشعار کثرت سے نقل کئے ہین ان مین بھی عربی الفاظ بہت ہی خال خال ہین،

(۴) ہمارا خیال تھا کہ ہزالی اور فحش گوئی، اس زمانہ تک مطلق پیدا نہین ہوئی تھی، فردوسی نے ہجو لکھی تو اس قدر، مہذب اور شایستہ لکھی کہ مستورات کو اس کے پڑھنے مین تامل نہین ہوسکتا، لیکن اس کتاب سے معلوم ہوا کہ یہ بلا اسی زمانہ مین پیدا ہو چکی تھی، لبیبی جو اس زمانہ کا ممتاز شاعر ہے، جعفر زٹل سے ذرہ بھر کم نہین، بوشکور، اور منجیک بھی اکثر فحش کہتے ہین، فردوسی اور فرخی وغیرہ اس زمانہ کے عام شاعر نہین بلکہ مہذب شاعر ہین، اگرچہ یہ یقینی ہے کہ یہ کتاب اسدی طوسی کی تصنیف ہے، مصنف نے خود ایک لغت کی سند مین اپنا نام لکھا ہے، اور اس کے ساتھ مصنف کا لفظ اضافہ کیا ہے، لیکن یہ سخت تعجب ہے کہ کتاب مین جابجا معزی کے اشعار ہین حالانکہ معزی سنجر کے زمانہ کا شاعر ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ الحاقی اشعار ہین، یعنی کسی نے بطور حاشیہ کے لکھے تھے، جو کتاب مین شامل ہوگئے،

اڈیٹر نے دیباچہ مین کسی کتاب کی عبارت نقل کی ہے، جس کے یہ الفاظ ہین :-

تصنیف حکیم اسدی خواہرزادہ حکیم ابوالقاسم منصور فردوسی رحمۃ اللہ علیہ

اگر یہ نقل صحیح ہو تو اسدی کی فہرست مفاخر مین یہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہ فردوسی کا بھانجا تھا،

یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہین کہ ایک ہی شہر اور ایک ہی خاندان مین دو شاعر اس رتبہ کے پیدا ہون کہ اقلیم سخن ان ہی دونون مین تقسیم ہو کر رہ جائے :-

دوبارہ ہم پاول بارن صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جن کی بدولت ایک ایسی نایاب اور گم شدہ کتاب بہم پہونچی، اور شائع ہوئی،

نامِ نیکِ رفتگان ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت یادگار

(الندوہ ج ۸ نمبر ۳۔ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ)
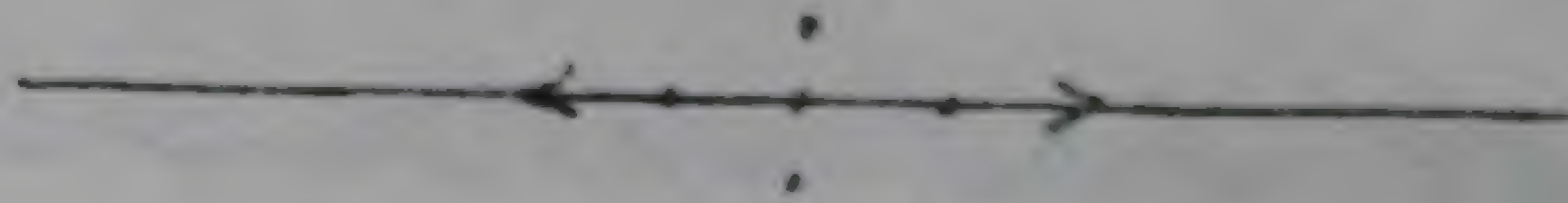
الملل والنحل

اور

ابن حزم ظاہری

اسلام مین ایک مدت تک معقول و منقول، دونون الگ الگ رہے، امام غزالی نے دونون
کا تعارف کرایا، اور رفتہ رفتہ اتحاد اس قدر بڑھا کہ آج دونون کو الگ کرنا چاہین تو نہین کر سکتے لیکن
محدثین کا گروہ اخیر تک اپنے انداز پر قائم رہا، چنانچہ اس مقدس فرقے مین کوئی ایسا شخص نہین پیدا ہوا
جو فلسفی یا معقولی کے لقب سے ممتاز ہو، صرف دو شخص اس کلیہ سے مستثنیٰ ہین، ابن تیمیہ اور ابن حزم
ان دونون بزرگون کے معتقدات اور خیالات۔ اس امر کے اندازہ کرنے کے لئے نہایت نتیجہ خیز
ہین کہ حدیث کو فلسفہ سے کس حد تک ربط ہو سکتا ہے؟ یہ دونون بزرگ، بہت بڑے محدث اور
ٹھیٹ مذہبی آدمی تھے، انھون نے گو فلسفہ مین کمال پیدا کیا تھا، لیکن فلسفہ کو بالکل حقیر سمجھتے
تھے، اور اسی لئے فلسفہ کا ان پر کچھ اثر نہین پڑ سکتا تھا، چنانچہ ابن تیمیہ نے فلسفہ کے رد مین ایک ضخیم
کتاب چار جلدون مین لکھی، ابن حزم نے بھی متعدد کتابون مین فلسفہ کے مسائل رد کئے ہین،

اہل سنت و جماعت مین عقائد کے اعتبار سے تین شاخین ہین، اشاعرہ، ماتریدیہ محدثین،
لیکن ایک مدت سے تمام اسلامی دنیا مین صرف اشاعرہ کی کتابین متداول اور زیر درس ہین،
ماتریدیہ کے اقوال کہین کہین انہی کتابون مین آجاتے ہین، لیکن محدثین کی تصنیفات سرے سے

ناپید ہین، اور ان کے اقوال بھی (بجز صفات باری کے) کسی مسئلہ کے متعلق نہین پائے جاتے، حالانکہ اصول عقائد کے متعلق، سب سے زیادہ انہی کی رائین معتبر ہوسکتی ہین، اب خوش قسمتی سے اس مقدس گروہ کی تصنیفات کی طرف توجہ مبذول ہوئی ہے چنانچہ ابن تیمیہ کی کتاب العقل والنقل و منہاج السنہ اور ابن حزم کی کتاب الملل والنحل حال مین چھپ کر شائع ہوئی ہے ہم اس وقت اسی کتاب (الملل والنحل) پر تقریظ لکھنی چاہتے ہین، لیکن اصل بحث سے پہلے ہم نہایت اختصار کیساتھ، ابن حزم کے حالات لکھتے ہین، ان کا نام علی ابن احمد بن سعید بن حزم ہے، خاندان بنو امیہ سے تھے، قرطبہ مین ۳۸۴ھ مین پیدا ہوئے، اور ۴۵۶ھ مین وفات پائی، ۴۰۰ھ مین حدیث کی تحصیل شروع کی، علوم دینیہ کے ساتھ، منطق و فلسفہ مین بھی کمال پیدا کیا، پہلے شافعی تھے، پھر ظاہری ہوگئے یعنی ظواہر قرآن و حدیث کے سوا قیاس کو نہین مانتے تھے، بہت سی کتابین تصنیف کین، جنہین سے محلی بڑے پایہ کی کتاب ہے، اُن کی تصنیفات ۸۰۰ ہزار ورق مین ہین، امام غزالی نے لکھا ہے کہ مین نے اُن کی ایک تصنیف دیکھی ہے، جس سے انکا کمال حفظ و ذہانت ثابت ہوتا ہے،

ابن صاعد اندلسی لکھتے ہین کہ ابن حزم کو علوم اسلامیہ مین جو کمال تھا، تمام اندلس مین کسی کو نہ تھا، حمیدی کا بیان ہے، کہ ہم نے ان کا نظیر نہین دیکھا، یہ تمام واقعات علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھے ہین، اور آخر مین لکھا ہے کہ ابن حزم، علماے کبار مین ہین، اور اجتہاد کے تمام شرائط ان مین پائے جاتے تھے،

کتاب الملل والنحل اس کتاب مین مصنف نے فلاسفہ، ملاحدہ، مادیین، یہود، نصاریٰ غرض اکثر اہل مذاہب کے عقائد و خیالات نقل کئے ہین، اور ان کا رد لکھا ہے، غیر مذاہب کے رد مین علماے اسلام کی بہت سی تصنیفات ہین، لیکن اس کتاب مین یہ خصوصیت ہے کہ دوسرون کے عقائد و خیالات کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے، توراۃ اور انجیل کے محرف ہونے پر جو بحث کی ہے، اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کو یہود ونصاریٰ کی کتابوں پر مجتہدانہ عبور تھا، غیر مذاہب کے ابطال کے بعد مصنف نے خود اسلامی عقائد سے بحث کی ہے، اور ہر فرقہ کے اُن مسائل کا رد کیا ہے، جو اس کے نزدیک غلط اور باطل ہیں، ہمکو صرف اسی حصہ سے بحث ہے، سب سے پہلے، انبیاء کے مسئلہ کو لکھا ہے، اور نہایت تفصیل سے لکھا ہے، عقائد کی موجودہ کتابوں مین اگرچہ عموماً یہ مسئلہ مسلم قرار پایا گیا ہے، کہ انبیاء معصوم ہین، لیکن اکثر تفسیر کی کتابوں مین جو روایتین مذکور ہین، اور وہی تمام مسلمانون مین پھیل گئی ہین، وہ بالکل اس کے خلاف ہین، ابن حزم نے نہایت آزادی اور دلیری سے ان تمام روایتوں کی لغویت ثابت کی ہے، حضرت داؤدؑ کی نسبت مشہور ہے کہ انھون نے ایک دن اتفاق سے اوریا کی بیوی کو نہاتے دیکھ لیا، چونکہ وہ نہایت حسین تھی، اس لئے اس سے شادی کا ارادہ کیا، اور اسی غرض سے اس کے شوہر کو لڑائی پر بھیجدیا، جب وہ لڑائی مین مارا گیا، تو اسکی بیوی سے شادی کرلی، قرآن مجید مین ایک موقع پر یہ واقعہ مذکور ہے، کہ دو بھائی حضرت داؤدؑ کے پاس لڑتے ہوئے کہ ہمارا مقدمہ فیصل کر دیجئے، جھگڑا یہ تھا کہ ایک بھائی کے پاس ۹۹ دنبے تھے، اور دوسرے کے پاس صرف ایک، وہ اس سے کہتا تھا کہ اپنا دنبہ بھی مجھکو دے ڈال، حضرت داؤدؑ نے یہ سنکر کہا کہ یہ ظلم ہے، پھر اُن کو خیال ہوا کہ خدا نے میرا امتحان لیا" اکثر مفسرین لکھتے ہین کہ یہ وہی حضرت داؤدؑ کا قصہ ہے، وہ دونون آدمی نہ تھے، بلکہ فرشتہ تھے، اور انھون نے اس پیرایہ مین حضرت داؤدؑ کو متنبہ کیا کہ تمھارے ۹۹ بی بیان ہین، اور اوریا کی صرف ایک وہ بھی تم نے چھین لی،

ابن حزم لکھتے ہین کہ وہ فرشتے نہ تھے، بلکہ واقعی دو آدمیون مین نزاع تھی، اور وہ درحقیقت انفصالِ مقدمہ کے لئے آئے تھے، ان کے الفاظ یہ ہین :-

وھذا قول صادق صحیح لا یدل علی شئی | قرآن مجید کا بیان بالکل صحیح اور سچ ہے،

مما قاله المستهزؤن الكاذبون	دروغ گو مسخرے جو یہودیوں کے خرافات
المتعلقون بخرافات ولدها اليهود	کی سند پکڑتے ہین، ان کے اقوال کی طرف اس
وانما كان ذلك الخصم قوما من بنی	آیت مین کچھ بھی اشارہ نہین پایا جاتا، وہ دونون
ادم بلا شك مختصمين في نعاج	شخص واقعی آدمی تھے، اور ان مین درحقیقت
الغنم على الحقيقة ××××× ومن قال	دنبون کے متعلق جھگڑا تھا ×× جو شخص یہ کہتا ہو کہ وہ
انهم كانوا ملائكة معرضين بامر النساء	فرشتے تھے اور انھون نے عورتون کے قصہ کی طرف
فقد كذب على الله عزوجل وقاله	اشارہ کیا تھا، تو وہ خدا کو جھوٹ لگاتا ہے، اور
مالم يقل وزاد في القرآن ما ليس	وہ بات کہتا ہو جو خدا نے نہین کہی اور قرآن پہ
فيه وكذب الله عزوجل،	حاشیہ چڑھاتا ہے، اور خدا کو جھوٹا بتاتا ہے،

اس کے بعد ابن حزم لکھتے ہین کہ اس قسم کی باتین بدمعاش اور پاجیون کی طرف منسوب کیجا سکتی ہین، نہ کہ (نعوذ باللہ) انبیاے کرام کی طرف،، اسی طرح یہ واقعہ عام طور پہ مشہور، اور کتب تفسیر مین منقول ہے، کہ حضرت سلیمان، گھوڑون کا جائزہ لے رہے تھے، اس مین اس قدر مشغول ہوے کہ عصر کی نماز جاتی رہی، جب ان کو خیال آیا تو گھوڑون کی پنڈلیان کٹوا ڈالین اور جب انکی دعا سے آفتاب دوبارہ طلوع ہوا، تو نماز عصر ادا کی، ابن حزم اس روایت کی نسبت لکھتے ہین:۔

وهذه خرافة موضوعة مكذوبة	یہ خرافات، جھوٹ، بیہودہ، اور لغو روایت
سخيفة باردة والظاهر انها من	ہے، بہ ظاہر یہ روایت کسی زندیق نے
اختراع زنديق بلا شك،	ایجاد کی ہو،

ایک بڑا اہم بالشان مسئلہ جس پر ابن حزم نے نہایت تفصیل سے بحث کی ہے سحر اور جادو کی حقیقت ہے، یہ بحث اگرچہ درحقیقت، سائنس سے تعلق رکھتی ہے، لیکن چونکہ، سحر کا لفظ مذہبی کتابون

مین آگیا ہے، اس لئے یہ ایک مذہبی مسئلہ بن گیا ہے، اس سے کسی کو انکار نہین کہ سحر اور جادو کوئی چیز ہے، لیکن بحث یہ ہے کہ سحر مین درحقیقت انقلاب ماہیت ہوتا ہے، یا صرف شعبدہ بازی، اور نیرنگ سازی کو سحر کہتے ہین، اکثر اشاعرہ اس بات کے قائل ہین کہ سحر کے ذریعہ سے تمام خرق عادات وجود مین آسکتے ہین، اور افسوس ہے کہ عام طور پر یہی عقیدہ تمام مسلمانون مین پھیلا ہوا ہے، ابن حزم نے نہایت زور شور سے سحر کا انکار کیا ہے، اور حسب ذیل دلیلین پیش کی ہین،

(۱) خدانے کائنات کی جو ترتیب قرار دی ہے، وہ بدل نہین سکتی، جیسا کہ خود قرآن مجید مین ہی، لا مبدل لکلماتہ علامۂ موصوف نے قرآن مجید کی متعدد آیتون سے استدلال کرکے لکھا ہے،

فصح ان کل ما فی العالم مما قد رتبه	تو ثابت ہوا کہ جو کچھ عالم مین خدانے ترتیب
الله عز وجل الترتیب الذی لا یتبدل	دیا ہے وہ بدل نہین سکتا،

(۲) اگر سحر صحیح ہو تو معجزہ اور سحر مین کیا فرق ہوگا،

ویقال لمن قال ان السحر یحیل الاعیان	جو شخص یہ کہتا ہے کہ جادو قلب ماہیت
ویقلب الطبائع، اخبرونا اذا جاز	کر دیتا ہے، اس سے کہنا چاہئے کہ اگر یہ صحیح
هذا فای فرق بین النبی والساحر	ہے تو پیغمبر اور جادوگر مین کیا فرق باقی
ولعل جمیع الانبیاء کانوا سحرة کما	رہے گا اس صورت مین یہ احتمال پیدا
قال فرعون عن موسیٰ علیه السلام	ہوگا کہ تمام انبیاء جادوگر ہی تھے، جیسا کہ
انه لکبیرکم الذی علمکم السحر،	فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے نسبت کہا تھا کہ
	بڑا جادوگر ہی، اور اسی نے تمکو جادو سکھایا ہے،

سحر کے ثبوت مین اکثر لوگ فرعون کے جادوگرون کا واقعہ پیش کرتے ہین، جو قرآن مجید مین مذکور ہے، علامۂ موصوف نے قرآن مجید کی متعدد آیتون سے ثابت کیا ہے کہ وہ صرف شعبدہ بازی

تھی، وہ آیتین یہ ہین :۔

يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى، — حضرت موسیٰ کو ان کے جادو کی وجہ سے خیال ہوتا تھا کہ ان کی رسیان اور لاٹھیان دوڑ رہی ہین،

إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ، — ان لوگون نے جادوگر کا کرتب کیا ہی،

پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ وہ صرف تخیل تھا، کوئی واقعی چیز نہ تھی، دوسری آیت مین کید کا لفظ ہے، جس کے معنی فریب کے ہین،

قرآن مجید مین ہاروت و ماروت کے متعلق مذکور ہے کہ لوگ ان سے جادو سیکھتے ہین، اور اس کے ذریعہ سے میان اور بیوی مین جدائی کرا دیتے ہین، اس آیت سے بھی سحر کی واقعیت پر استدلال کیا جاتا ہے، علامۂ موصوف اس کے جواب مین لکھتے ہین :۔

فهذا امر يمكن يفعله نمام — یہ ممکن بات ہے جس کو چغلخور بھی کر سکتا ہی،

ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لبید بن عاصم نے جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپکی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جو کام آپ نے نہین کیا ہوتا تھا، اسکی نسبت آپ کو خیال ہوتا تھا کہ کر لیا ہے، اس حدیث کے جواب مین علامۂ موصوف لکھتے ہین :۔

فليس في هذا ايضاً احالة الطبيعة ولا قلب عين وانما هو تاثير بقوة تلك الصناعة ونحن ..... نجد الانسان يسب او يقابل بحركة يغضب منها فيستحيل من الحلم الى الطيش ومن السكون الى الحركة

اسمین بھی طبیعت کا بدلنا یا قلب ماہیت نہین ہے، ہم دیکھتے ہین کہ جب آدمی کو کوئی شخص گالی دیتا ہے، یا کوئی ایسی بات کرتا ہو جس سے اسکو غصہ آجائے، تو اس کا حلم غصہ سے اور سکون حرکت سے بدل جاتا ہے،

فلسفۂ حال کے مسائل مین سب سے زیادہ جو مسئلۂ مسلم الثبوت مانا جاتا ہے، قانونِ قدرت

کا مسئلہ ہے، اور کچھ شبہہ نہین کہ اس سے زیادہ کوئی چیز قطعی او یقینی نہین لیکن عام خیال یہ پھیلا ہوا ہے کہ یہ مسئلہ زمانہ حال کی تحقیقات مین سے ہے، یا کم از کم یہ کہ پہلے اس مسئلہ کی طرف خیال رجوع نہین ہوا تھا، اور اسی لئے قدیم لٹریچر مین یہ اصلاح موجود نہین، لیکن یہ خیال تمامتر غلط ہے، فلاسفہ اسلام تو عموماً اس کے قائل تھے، فقہا اور محدثین مین بھی اشاعرہ کے سوا اس کا کوئی منکر نہین، چنانچہ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات مین نہایت تصریح سے اسکو لکھا ہی،

علامہ ابن حزم نے اس بحث پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہین:۔ الکلام فی الطبائع[1] اس بحث مین پہلے اشاعرہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ طبائع کے قائل نہین، پھر نہایت تفصیل سے اس کا رد لکھا ہے، ان کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عرب مین متعدد الفاظ تھے جو اس معنی مین استعمال کئے جاتے تھے، مثلاً طبیعۃ، خلیقۃ، غریزہ، سجیہ، جبلت، حمید بن ثور کا شعر ہے،

لکل امرءٍ یا ام عمرو طبیعۃ	وتفریق ما بین الرجال الطبائع
اے ام عمر! ہر شخص کی ایک فطرت ہوتی ہے	اور آدمیون مین جو فرق ہو وہ فطرتون ہی کا ہی،

یہ الفاظ آنحضرتؐ اور صحابہ کے سامنے استعمال کئے گئے، اور کسی نے ان سے انکار نہین کیا، بلکہ آنحضرت صلعم نے یہ الفاظ استعمال فرمائے صحابہ مین سے ایک بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ مین جو حلم اور بردباری پائی جاتی ہے، وہ میری جبلت ہے، یا تربیت اور کسب سے حاصل ہوئی ہے آپ نے فرمایا، نہین بلکہ خدا نے تم کو اس پر مجبول کیا ہے،

اس استدلال کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہین:۔

وکل ھذہ الطبائع والعادات مخلوقۃ خلقھا اللہ عزوجل فرتب	اور یہ تمام طبائع اور عادات، خدا نے پیدا کئے ہین، اور طبائع کو اس طرح بنایا ہے،

[1] ملل ونحل جزء خامس ص ۱۴ مطبوعہ مصر،

الطبیعة علی انها لا تستحیل ابداً ولا یمکن تبدلها عند کل ذی عقل کطبیعة الانسان بان یکون ممکنا له التصرف فی العلوم والصناعات ان لم یعترضه آفة وطبیعة الحمیر والبغال بانه غیر ممکن منها ذالک وکطبیعة البر ان لا ینبت شعیراً ولا جوزاً وهکذا کل ما فی العالم مقرون بالصفات

کہ وہ کسی طرح بدل نہیں سکتی، اور اس کا بدلنا کسی عقل کے نزدیک ممکن نہیں، مثلاً انسان کی فطرت یہ بنائی ہے، کہ اگر کوئی آفت نہ آئے تو وہ علوم اور ہنر سیکھ سکتا ہے، اور گدھے اور خچر کی فطرت یہ بنائی کہ ان سے یہ امور ممکن نہیں، اسی طرح گیہوں سے جو یا اخروٹ پیدا ہو نہیں سکتا، غرض دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، ان میں خاصیتیں پائی جاتی ہیں کہ وہی ان کی فطرت ہے،

اس کتاب میں بعض خیالات بالکل جدید ہیں، مثلاً یہ بحث کہ عورتیں پیغمبر ہو سکتی ہیں یا نہیں، اس کے متعلق ہم کو جہاں تک معلوم ہے، آج تک کسی نے اثبات کا پہلو نہیں لیا، لیکن علامہ ابن حزم کا دعویٰ ہے کہ عورتیں پیغمبر ہو سکتی ہیں، چنانچہ اس بحث کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے، اور قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے اس پر استدلال کیا ہے،

عام خیال یہ ہے کہ عورتوں کا درجہ مردوں سے کم ہے، لیکن علامہ ابن حزم اس کے خلاف ہیں، صحابہ کی فضیلت پر جہاں بحث کی ہے، وہاں اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا ہے، اور قرآن مجید کی جن آیتوں سے مردوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، ان کا جواب دیا ہے، (دیکھو جزو چہارم صفحہ ۱۳۰) علامہ موصوف کا یہ خیال صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے تعلیم یافتہ حضرات کے ہمخیال پہلے بھی موجود تھے،

(الندوہ ج ۷، نمبر ۵ شعبان ۱۳۲۸ھ)

تفسیر کبیر امام رازی

پر

ریویو

اسلامی علوم مین سب سے زیادہ تصنیفین جس فن مین لکھی گئین وہ تفسیر کا فن ہے، تاریخی حوالون اور سندون سے ثابت ہے کہ کئی ہزار مستقل کتابین اس فن مین تصنیف ہوئین، لیکن آج تمام اور فنون کی بہ نسبت، یہی فن سب سے زیادہ نادر رہ ہے، قدمار کی تصنیفین تو سرے سے ناپید ہین، یہان تک کہ چوتھی صدی کی کوئی تفسیر موجود نہین، زمانۂ مابعد کا جو سرمایہ ہے۔ گو بظاہر بہت کچھ ہے، لیکن در حقیقت ایک ہی نغمہ ہے جو مختلف سازون سے ادا ہوتا ہے، آٹھ سو برس کی وسیع مدت مین ہزارون لاکھون اہلِ فن پیدا ہوئے، لیکن ان تمام قالبون مین ایک ہی روح کام کر رہی ہے، عام طریقہ سے الگ کسی نے کچھ کہا تو اشاعرہ کے حسنِ ذوق پر اُس کی قربانی چڑھا دی گئی، غرض آج جو کچھ موجود ہے، ادب اور لغت کی حیثیت سے زمخشری اور عقلیات کی حیثیت سے امام رازی کے نتائجِ افکار ہین، تفسیر کبیر جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے، امام موصوف ہی کا کارنامہ ہے اور انکا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ اس لئے چارناچار ہم اسی کو شوق کی آنکھون سے لگاتے ہین، اور جان کی طرح عزیز رکھتے ہین،

هنوز در کفم از عمرِ رفته تارے هست — بدستم از سرِ زلفِ تو یادگارے هست

زمانہ تصنیف | یہ تفسیر غالباً ۵۹۵ھ سے کچھ پہلے شروع ہوئی، امام رازی نے سورۂ آل عمران کی تفسیر جہان ختم کی ہے، خاتمہ مین لکھتے ہین کہ مین نے اس سورہ کی تفسیر جمعرات کے دن ربیع الثانی ۵۹۵ھ مین ختم کی،

امام رازی اس کتاب کو پوری نہ کرسکے، اون کے بعد ایک اور فاضل نے بقیہ جلدین تمام کین، لیکن پوری تفسیر امام صاحب ہی کے نام سے مشہور ہے، یہان تک کہ اکثر لوگون کو اس واقعہ کا سرے سے علم ہی نہین ہے، اور ہے تو یہ معلوم نہین کہ تکملہ لکھنے والے کون بزرگ تھے، ابن خلکان نے اس قدر لکھکر چھوڑدیا کہ امام نے یہ کتاب پوری نہین کی، کشف الظنون مین لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین احمد بن القمولی المتوفی ۷۲۷ھ نے تکملہ لکھا اور قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی المتوفی ۶۳۹ھ نے بھی تکملہ لکھا، اور اس کا نام واضح رکھا، اس التباس اور گمشدگی کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ تکملہ لکھنے والون نے امام رازی کے طرز کو اس قدر محفوظ رکھا کہ ذرہ برابر فرق نہین نظر آتا، امام رازی کا یہ مخصوص وصف ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مطلب کو اس قدر آسان اور سہل کر کے لکھتے ہین کہ بچہ تک سمجھ سکتا ہے اور اس خصوصیت مین تمام علماے اسلام مین کوئی شخص انکا ہمسر نہین ہوسکا، لیکن تفسیر کبیر کے تکملہ نگارون نے اس طرز کو اس کمال تک پہنچایا کہ خود گم ہوگئے، اور آج دنیا اون کی تحریر کو بھی امام رازی کی تحریر سمجھ رہی ہے،

یہ امر افسوسناک ہے کہ یہ محقق نہین معلوم ہوتا کہ کہان تک اصل تفسیر ہے، اور کہان سے تکملہ شروع ہوا ہے، شہاب نے شفاے قاضی عیاض کی شرح مین لکھا ہے کہ امام نے صرف سورۂ انبیا تک تفسیر لکھی تھی، لیکن یہ صحیح نہین، سورہ فتح تک امام صاحب کی تفسیر کا لکھا جانا یقینی ہے، اس سورہ کی تفسیر کے خاتمہ مین لکھا ہے کہ ۶۰۳ھ مین تمام ہوئی، امام کی عام عادت ہے کہ ہر سورہ کی تفسیر کے بعد اس کے ختم ہونے کی تاریخ لکھدیتے ہین، امام نے ۶۰۶ھ

مین وفات پائی ہے، اس لیے سنہ ۶۰۳ھ ان کی زندگی کا زمانہ ہے، اس سورہ کے بعد پھر کہین اس قسم کی تصریح نہین ملتی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہین سے تکملہ نگارون کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، غرض انھی بارہ برسون مین ساٹھ جلدین خود امام کی تصنیف ہین، کل زمانہ تصنیف کم وبیش آٹھ برس ہے، تصنیف کا زمانہ جس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت مین گذرا ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ مختلف حصے مختلف ممالک مین لکھے گئے ہین، مثلاً سورۂ ابراہیم کی تفسیر آخر شعبان سنہ ۶۰۱ھ مین، بغداد کے صحرا مین تمام کی، سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر سنہ ۶۰۱ھ مین غزنین مین ختم ہوئی ایک موقع پر لکھا ہے کہ سلطنت کی برہمی اور طوائف الملوکی کی خانہ جنگیون کی وجہ سے نہایت بے اطمینانی اور پریشانی ہے، ان سب سے بڑھکر یہ کہ چوتھی جلد یعنی سورۂ یونس کی تفسیر لکھنے کے زمانہ مین سنہ ۶۰۱ھ مین ان کے سب سے عزیز فرزند محمد نے انتقال کیا، اس واقعہ نے ان کو سخت صدمہ پہنچایا، خود لکھتے ہین،

ختمت تفسير هذه السورة
يوم السبت من شهر الله الاصم
رجب سنة احدى وستمائة
وكنت ضيق الصدر كثير الحزن
بسبب وفات الولد الصالح محمد

مین نے اس سورہ کی تفسیر ہفتہ کے دن
رجب سنہ ۶۰۱ھ مین ختم کی، اور مین فرزند
صالح محمد کی وفات کی وجہ سے سخت غمگین
اور تنگدل تھا،

جوان اور صالح بیٹے کے مرنے کا یہ داغ تھا کہ متعدد سورتون کے خاتمہ مین بار بار روتے ہین، اور دوسرون کو رلاتے ہین، یہان تک کہ سورۂ یوسف کی تفسیر کے خاتمہ مین ایک پُردرد مرثیہ لکھا ہے اور تفسیر مین شامل کیا ہے، اس کے چند اشعار یہ ہین:

فلو كانت الاقدار منقادة لنا … فديناك من حماك بالروح والجسم

ولو کانت الامراک تاخذ شوۃ   خضعنا لها بالدرق فی الحکم دا الاسم

سا بکی علیک العمر بالدم دایما   ولما اخرف عن ذاک فی الکیف دا لکم

سلام علی قبر دفنت بتربتہ   واتحفک الرحمان بالکرم الحجم

وما صدنی عن جعل جفنی مدفنا   لجسمک الا انہ ابداً یهمی

حیاتی وموتی واحد بعد سوتکم   بل الموت اولی من مداومۃ النعم

ابتداے تصنیف کے زمانہ سے کبھی ایک جگہ چین سے رہنا نصیب نہین ہوا، عالمگیر خون ریزیون سے جان اور مال کے لالے ہین، جوان اور قابل بیٹا بیکسی اور غربت کی حالت مین مرچکا ہے، یہ سب کچھ ہے، لیکن سلف کی یادگار پہلو مین ایک دل ہے، جو ان تمام قیامت انگیز مصائب پر بھی نہین دہتا، جوان اور لائق بیٹے کی لاش سامنے ہے، لیکن مضامین اسی زور، اسی بلندی اسی شان کے ساتھ قلم سے نکلتے آتے ہین کہ گویا آسمان سے ملکوتی فوجین اتر رہی ہین،

ذکرتک والخطی یخطر بیننا   وقد نهلت منا المثقفۃ السمر

(مین تجھکو یاد کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ برچھیان جسم سے پار ہو رہی تھین اور نیزے میرا خون پی کر سیراب ہو رہے تھے)

تصنیف کی روزانہ مقدار | تصنیف کی روزانہ مقدار بھی حیرت انگیز ہے، اکثر سورتون کے خاتمہ سے تصنیف کی مدت کا پتہ لگتا ہے، مثلاً سورۂ **انفال** کے اخیر مین لکھا ہے، کہ رمضان ۱۰ سنہ ۱۳۰۶ھ مین تمام ہوئی، اس کے بعد سورۂ توبہ کی تفسیر شروع ہوتی ہے، اس کے خاتمہ مین لکھتے ہین کہ ۲۸ رمضان مین تمام ہوئی، یعنی زیادہ سے زیادہ دو ہفتے صرف ہوے، سورۂ توبہ کی تفسیر مصری چھاپے کے نسخہ مین ۱۹۲ صفحون مین آئی ہے، ہر صفحہ مین ۳۱ سطرین ہین، اور نہایت باریک خط اور درآورد کتابت ہے، اس حساب سے روزانہ کم وبیش بیس صفحے ہوتے ہین، اس قدر آج کوئی شخص کتابت

بھی نہین کرسکتا، یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ تصنیف کے زمانہ مین اور بھی بہت سے کام یعنی درس، تدریس، افتا، وعظ وپند روزانہ جاری رہتے تھے اور دن کا بڑا حصہ ان مشغلون مین صرف ہو جاتا تھا

تفسیر کبیر کے متعلق علما کی رائین

اس تفسیر کا انداز تمام تفسیرون سے الگ ہے، اس لیے بعض تقلید پسندون نے نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا، ابو حیان کہتے ہین کہ اس کتاب مین بہت سی فضول باتین جمع کردی ہین، جن سے فن تفسیر کو کوئی تعلق نہین، اسی بنا پر بعض علمانے کہا کہ اس تفسیر مین اور سب کچھ ہے، مگر تفسیر نہین[1]، سراج الدین مغربی نے ایک کتاب دو جلدون مین لکھی جس مین تفسیر کبیر کی غلطیان اور بے اعتدالیان بتائی ہین،

امام رازی سے پہلے جس قدر تفسیرین لکھی گئی تھین خاص خاص موضوع پر تھین بعض مین صرف احادیث اور آثار جمع کئے تھے، بعض مین فن بلاغت اور عربیت سے بحث تھی، بعض مین صرف فقہی احکام کو طول دیا تھا، بعض مین عقلی مباحث تھے، تفسیر کبیر پہلی تفسیر ہے، جس مین تمام حیثیتین جمع کی ہین، اور اس لحاظ سے وہ گویا تمام تفسیرون کا مجموعہ ہے،

تفسیر کبیر کے ماخذ

سب سے پہلے ہماری نظر اس پر پڑتی ہے کہ امام صاحب نے جب تفسیر لکھنی چاہی تو قدما کا کیا سرمایہ ان کے پاس موجود تھا، اس زمانہ تک اگرچہ قدما خصوصاً معتزلہ کی اکثر نادر تصنیفات برباد ہو چکی تھین، تاہم تفسیر کبیر کے حوالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہمات کتب موجود تھین، فن تفسیر کی سب سے بڑی کتاب جو عقلی مذاق پر لکھی گئی تھی، اور جس مین قرآن مجید کو عقل سے تطبیق دی تھی ابو مسلم اصفہانی المتوفی ۳۲۲ھ کی تفسیر ہے، یہ ۱۴ جلدون مین ہے اور امام رازی سے پہلے وہی تفسیر کبیر کے نام سے پکاری جاتی تھی، یہ تفسیر آج اگرچہ بالکل ناپید ہے، لیکن امام رازی کے زمانہ تک موجود تھی، امام صاحب اکثر اس سے

[1] کشف الظنون ذکر فن تفسیر،

مدد لیتے ہین، اور جا بجا بے اختیار اس کی تعریف کرتے ہین، چنانچہ سورۂ آل عمران کی
تفسیر مین لکھتے ہین:-

وابومسلم حسن الکلام فی التفسیر کثیر الغوص علی الدقائق
واللطائف،

اسی انداز کی دوسری تفسیر کعبی کی تھی جس نے ۳۰۹ھ مین وفات پائی، یہ
تفسیر بھی جیسا کہ کشف الظنون کا بیان ہے ۱۲ جلدون مین تھی، کعبی مشہور متکلم تھا، اور
اسی مذاق مین تفسیر لکھی تھی،

ابومسلم اور کعبی دونون معتزلی تھے، اور گو امام رازی نے اپنی تفسیر مین معتزلہ کو
خاص طور پر معرکہ آرائی کے لئے منتخب کیا ہے، اور اس فرقہ کے مقابلہ مین اپنی تمام طاقت
صرف کردیتے ہین، تاہم اسوقت تک مسلمانون مین انصاف پسندی کا مادہ موجود تھا، اور
اس فلسفہ سے واقف تھے، ع

متاع خوش زہر دکان کہ باشد

تعجب یہ ہے کہ امام صاحب قرآن مجید کے متعلق جاحظ اور عبدالقاہر جرجانی کی کسی
تصنیف کا حوالہ نہین دیتے، جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ اُن کے زمانہ تک ناپید
ہوچکے تھے،

افسوس ہے کہ قصص اور سیر کے متعلق امام صاحب کی معلومات کا سرچشمہ مقاتل،
کلبی ضحاک کی تفسیرین ہین، جو عموماً نامعتبر ہین، محدثین کی تفسیرون سے امام صاحب نے
بہت کم فائدہ اٹھایا قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے متعلق بھی قدما کی کتابین انکے
پیش نظر نہ تھین، جاحظ نے خاص اس موضوع پر جو کتاب لکھی، اس کا کہین حوالہ نہین، عبدالقاہر

جرجانی کی اعجاز القرآن کا کہین ذکر نہین، البتہ جابجا خود اپنی کتاب اعجاز القرآن کا حوالہ دیتے ہین
افسوس ہے کہ آج یہ کتاب موجود نہین، احکام القرآن کے نام سے جو تفسیرین لکھی گئین اور
جن مین صرف قرآن کے فقہی احکام سے بحث ہے، ان مین سے ابوبکر رازی کی کتاب کا
اکثر ذکر ہے اور چونکہ ابوبکر رازی حنفی ہین اور شافعی فقہ کے خلاف آیتون کی تفسیر کرتے ہین، اس لیے
اکثر بڑے زور شور سے ان کا رد لکھتے ہین، یہان تک کہ بعض جگہ سخت کلامی سے بھی دریغ نہین
کرتے،

۲۳ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء، لکھنو

(الندوہ ج ۵ نمبر ۴ ۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۶ھ)
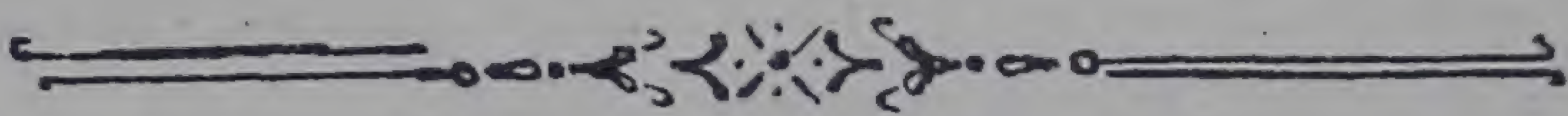
یادگار سلف

کتاب الکافی فی الکحل

یورپ مین جدید تحقیقات نے فن طب کو اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ ایک شخص اس فن کے تمام ابواب کا احاطہ نہین کرسکتا ہے، اس لئے خصوصی (اسپیشلسٹ) اطبا پیدا ہو گئے ہین، یعنی ایک طبیب صرف ایک مرض یا ایک عضو کے تمام امراض کا علاج کرسکتا ہے، اور اسکو کمال تک پہنچاتا ہے، اسی بنا پر تصنیفات مین بھی یہی حالت پیدا ہو گئی ہے ایک ایک مرض یا ایک ایک عضو پر مستقل اور مخصوص کتابین لکھی جاتی ہین، لیکن یہ ہمکو کبھی خیال نہین آسکتا تھا کہ آج سے پہلے بھی دنیا اس قدر ترقی کی حد تک پہنچ چکی ہوگی، اتفاق سے جناب حاذق الملک حکیم اجمل خان صاحب کے کتبخانہ مین ایک کتاب عربی زبان مین نظر سے گذری جو صرف آنکھ کی تشریح اور آنکھ کے تمام امراض کے متعلق ہے، ضخامت ۰۰ ۴ صفحون سے زیادہ ہے، مصنف کا نام ہارون بن حکیم موفق الدولہ بن ابی الحسن الحلبی ہے، دیباچہ سے معلوم ہوا کہ مصنف سے پہلے بھی خاص اس فن پر کثرت سے کتابین لکھی جاچکی ہین چنانچہ تفصیل یہ ہے

نام مصنف	نام کتاب	شمار
حنین بن اسحاق،	کتاب العین فی عشر مقالات،	۱
ایضاً	کتاب العین فی ثلثہ مقالات،	۲
جیش بن اخت حنین،	کتاب تعریف امراض العین،	۳
علی بن عیسیٰ کحال،	تذکرہ،	۴

شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵	شرح تذکرہ،	دانیال بن اشعیا،
۶	مشجر	ابوبکر رازی،
۷	کتاب الکحل،	ایضاً
۸	کتاب العین،	عکبری،
۹	مقالۃ فی العین	ابن ذہیل مقری کحال،
۱۰	کتاب العین،	موسیٰ کحال،
۱۱	مقالۃ فی العین	ابن سیارہ،
۱۲	مقالہ فی نزول الماء،	ابن ذہیل،
۱۳	کتاب العین،	عبدان کحال،
۱۴	تذکرہ	منصور،
۱۵	نزہۃ الافکار فی علاج الابصار،	ابو المطرق ذوالوزارتین المغربی،
۱۶	اصلاح الباصرۃ والبصیرۃ،	....
۱۷	کتاب العین،	میجار الکحال (صحیح نام نہین پڑھا گیا)
۱۸	ارجوزہ،	حصینی،

آنکھ کی تشریح کے متعلق اس وقت تک جو آلات ایجاد ہو چکے تھے، مصنف نے ان کے نام، طریقۂ عمل اور اون کی تصویرین دی ہین، نامون کی یہ تفصیل ہے،

۱۔ مقص،	۳۔ کازہ	۵۔ قمادین
۲۔ مقراض،	۴۔ فتاحات	۶۔ ضمائر،

۷- دودہ،

۸- حربہ،

۹- آسہ،

۱۰- تبرا

۱۱- موسن،

۱۲- مشراط،

۱۳- مجراد،

۱۴- مبضع مدوّر الماس،

۱۵- منجل،

۱۶- منقاش،

۱۷- ملقط،

۱۸- مکوی الیافوخ،

۱۹- مکوی الصدغین،

۲۰- مکوالغربہ،

۲۱- کموی موضع الشعر،

۲۲- مخسف الغربہ،

۲۳- شفتہ،

۲۴- ذات الشیرہ

۲۵- السکین الشوکیہ،

۲۶- ہہنت مدورہ،

۲۷- ہہنت مجوف،

۲۸- انبور النخلہ،

۲۹- چوکان،

۳۰- دہق التشمیر،

۳۱- مسقط،

۳۲- رصاص التثقیل،

۳۳- مجسّ،

۳۴- کلتبن نصولیہ،

۳۵- حلقہ ذات البقرہ،

اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ بنانے کا فن اس وقت کس قدر ترقی کر چکا تھا کاش ہمارے ملک کے امرار کو خیال ہوتا، اور ایسی نادر اور مفید کتاب کے شائع کرنے پر آمادہ ہوتے،

ہم اس موقع پر آلاتِ مذکورہ بالا کی تصویرین بھی کتاب کے مطادہج کرتے ہین،
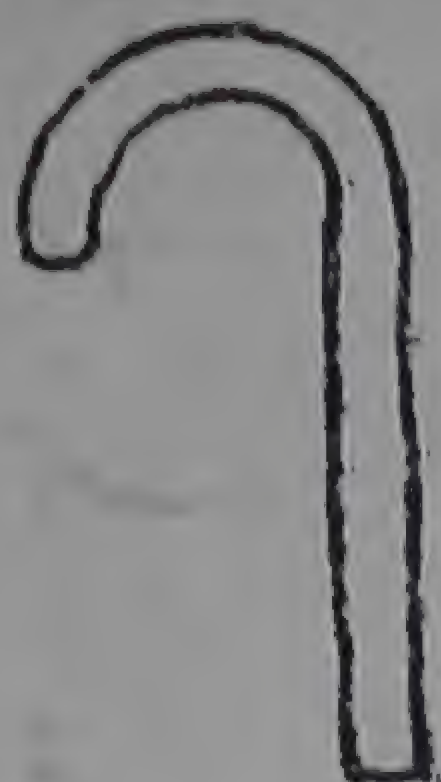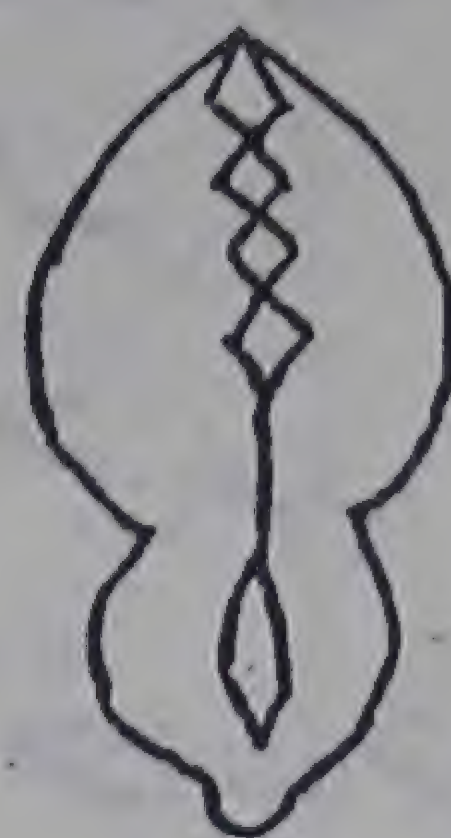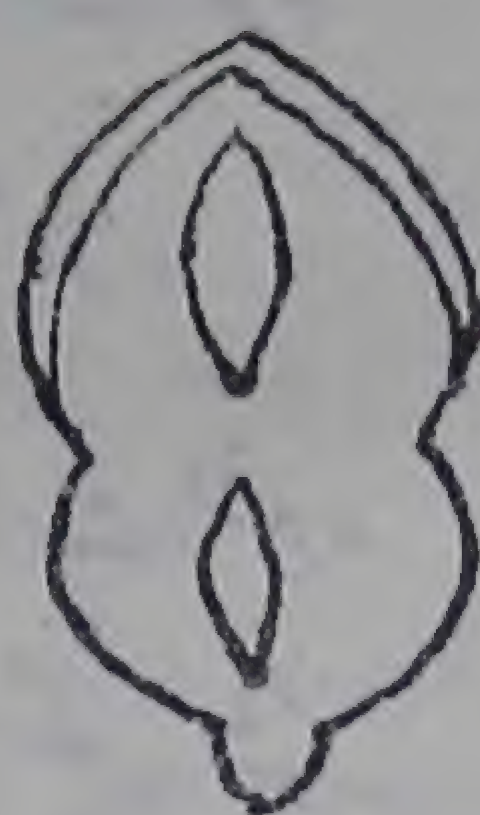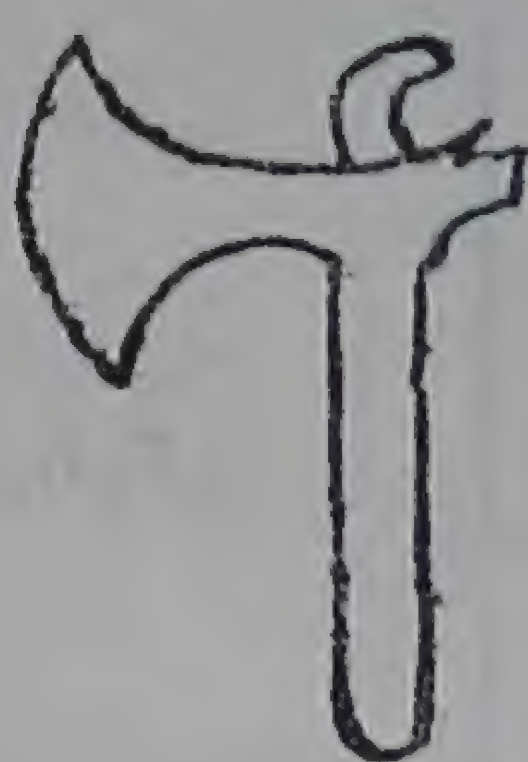
دردہ — قمادین — فتاحات — کازہ

مقراض — مقص — صنانیر — آسہ — حربہ

نصف درده

معرس

چوگان دائرة الشعر

منقاش

ملقط

طر

مجراد
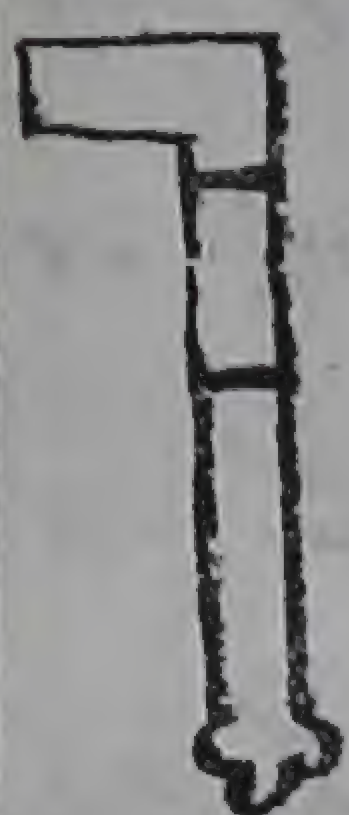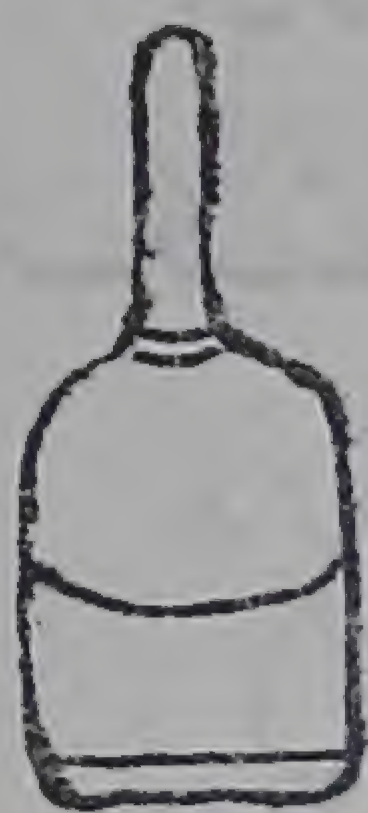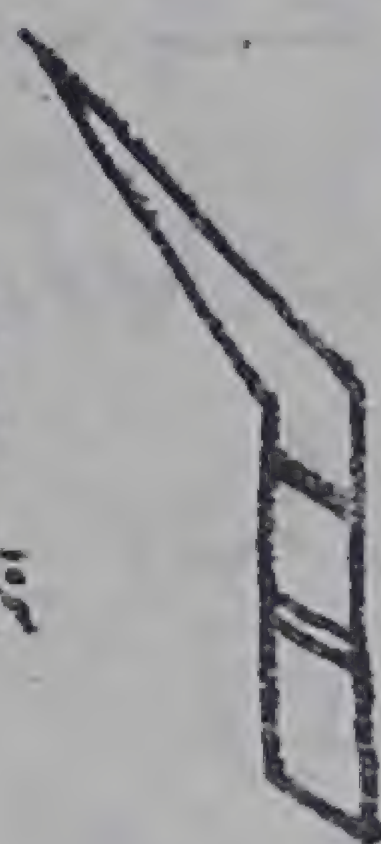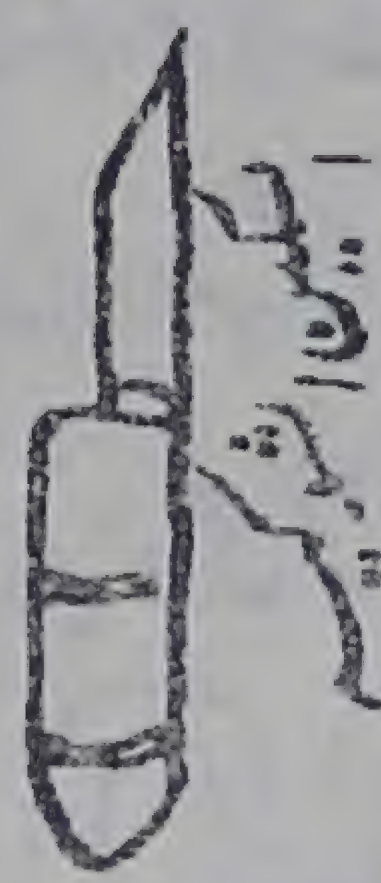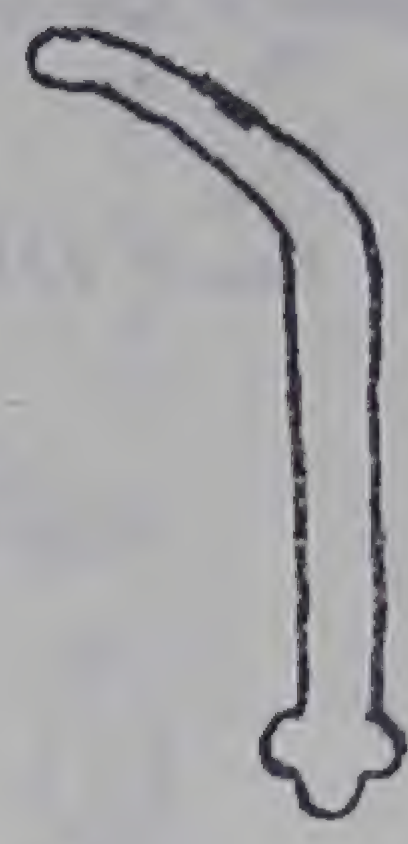
نشتر مجوف

مبضع مدور الراس

مبضع مدور

ذات الشعیرہ

ذات الشعیرہ

منجل

ایخور النمله

مکوی موضع الشعرة

مکوی الغربه

نکوی الصدغین
نکوی الیافوخ
دہمق التشمیر
مشقف

مخسف الغزبہ
مشراط
رصاص التنقیل

مسقط و دن النفخ
حلقۃ ذات المبقرہ
کلبتین فصولہ

محبس

(الندوہ جنوری ۱۹۱۰ء)
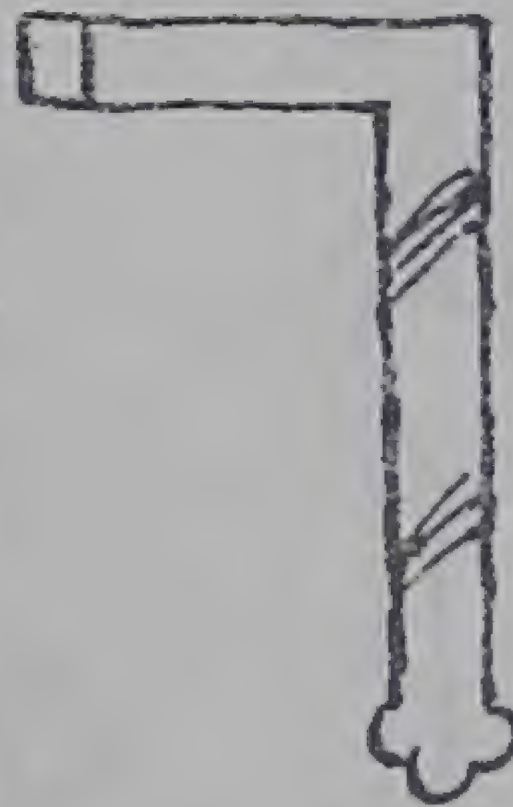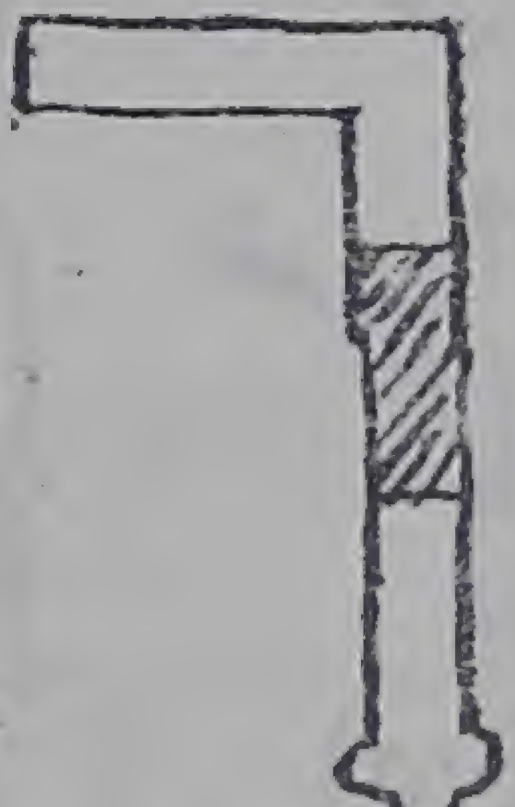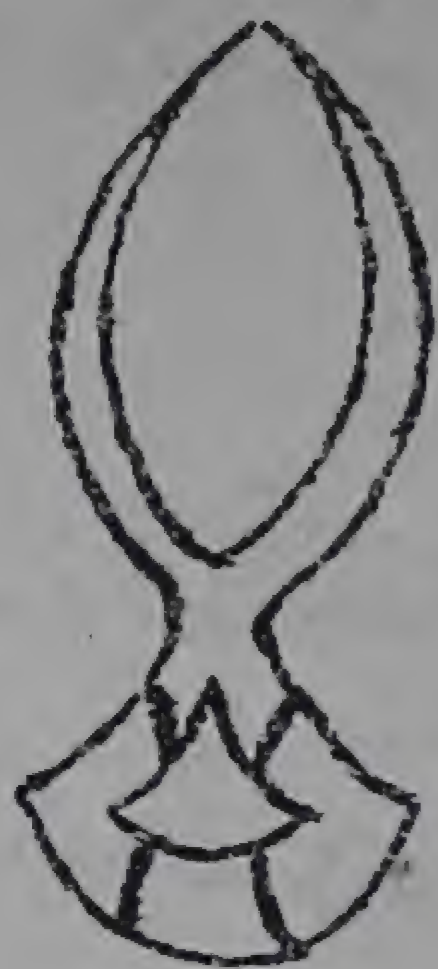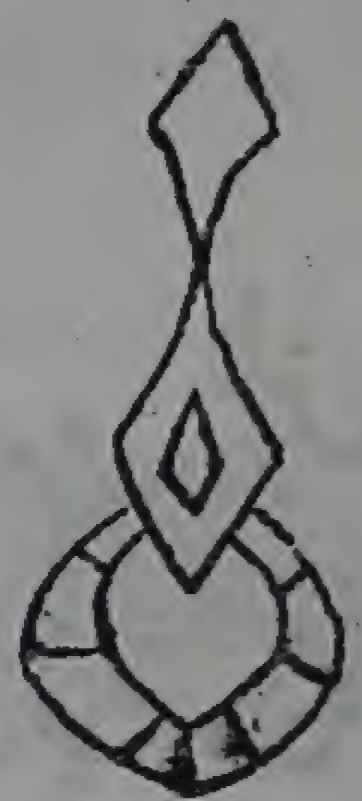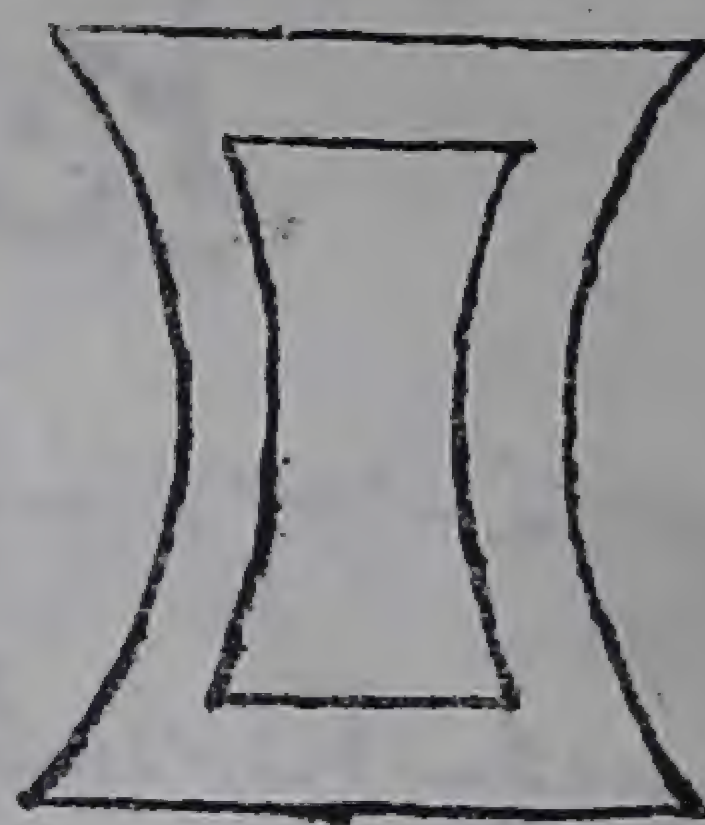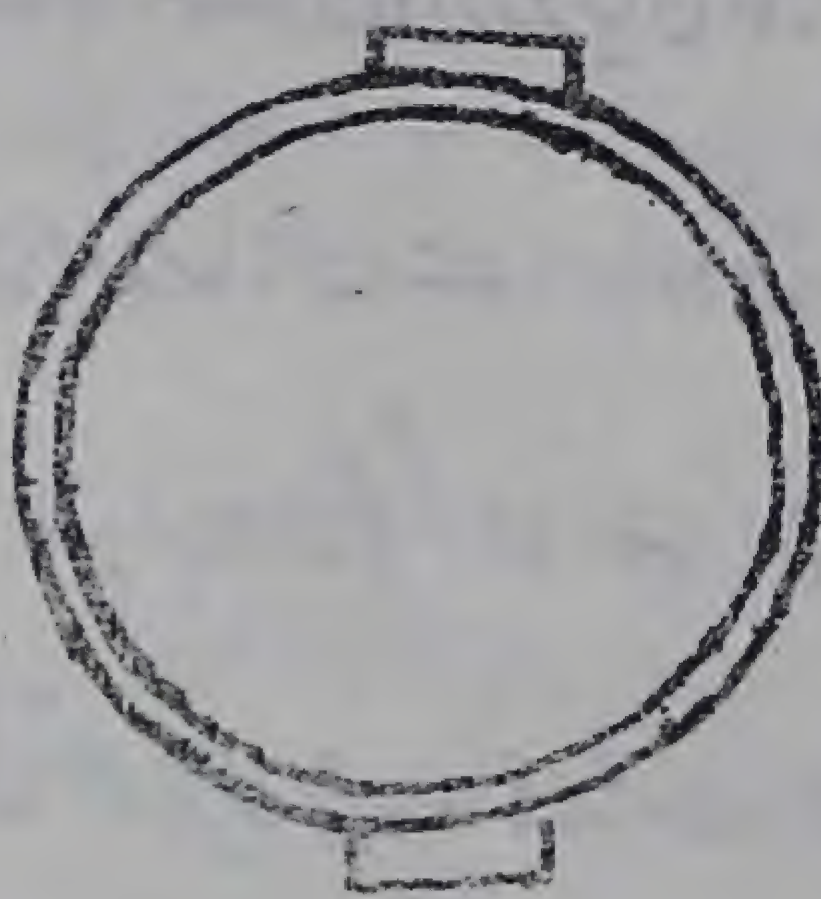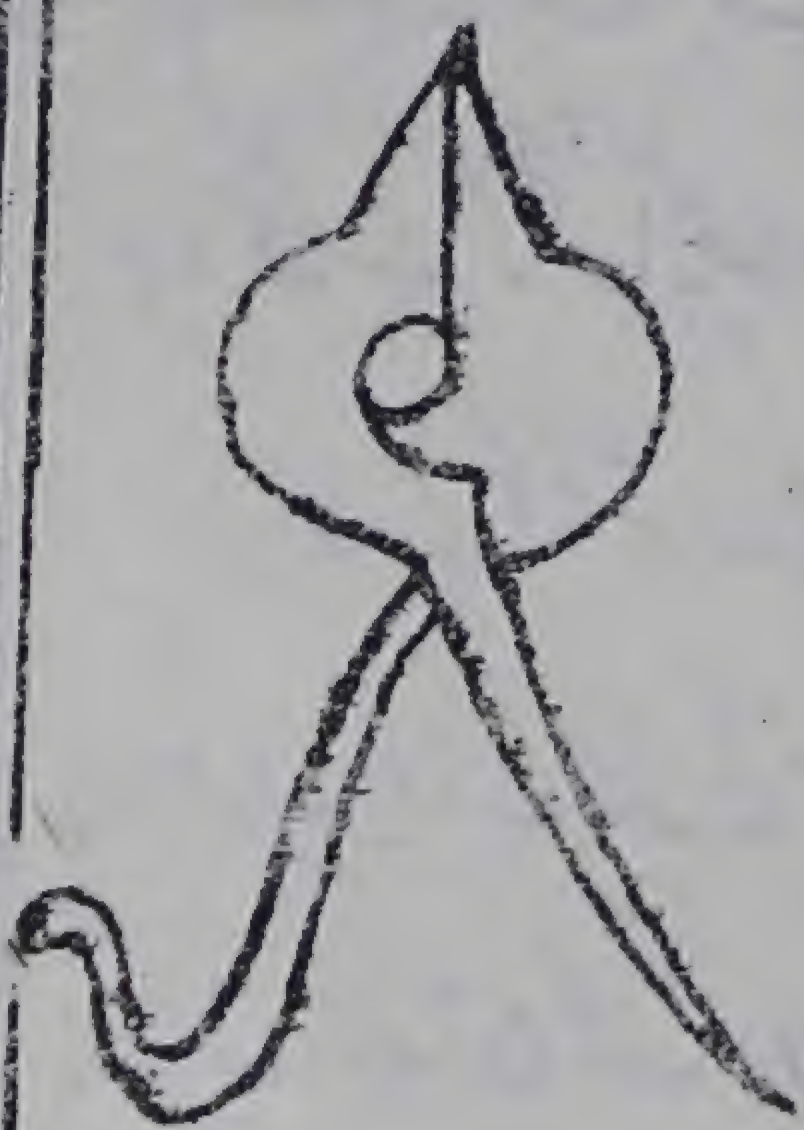
ہمایون نامہ

از

گلبدن بیگم

ایک طرف تو ہمارے مولوی، مسلمانون کے کافر بنانے مین مصروف ہین، اور اس کام مین وہ کوشش کرتے ہین، جو صحابہ کافرمان کے مسلمان بنانے مین کرتے تھے، دوسری طرف یورپ کی علمی نیا ضیون کا بادل عالم پر آب حیات برسا رہا ہے، دنیا کی تمام قومون کے مردہ علوم، فنون، تاریخ اور یادگارین زمین کے طبقے الٹ الٹ کر نکالے جا رہے ہین، اور دنیا کی نمایش گاہ ان گم شدہ جواہرات سے اسطرح سجاد گئی ہے کہ گویا پچھلا زمانہ اسی سروسامان سے دوبارہ سامنے آگیا ہے،

ان علمی کوششون مین نہ صرف مردون کا گروہ مصروف ہے، بلکہ طبقۂ اناث بھی جو ہمارے ملک مین صرف ایوان عیش کی سجانے کی تصویرین ہین، اُسی ہمت، جوش اور استقلال سے مشغول ہے جو ازل سے آج تک مردون کا خاصہ سمجھا جاتا تھا،

مدت ہوئی جب مین علی گڈھ کالج مین پروفیسر تھا، ایک صاحب پرنسپل نے مجھ سے کہا کہ گلبدن بیگم کا ہمایون نامہ کہان ملیگا؟ لندن سے ایک خاتون نے اس کا پتہ پوچھا ہے، مجھ کو اپنی تاریخ دانی پر ناز تھا، میرے غرور توڑنے کے لئے یہ کچھ کم بات نہ تھی کہ مین ہمایون نامہ ایک طرف سرے سے گلبدن بیگم کو بھی نہین جانتا تھا، مین نے ہندوستان کے مشہور کتب خانون کو خطوط لکھے کہین سے

جواب نہ آیا، لیکن اب یہی نایاب چیز عام ہو کر بازارون مین آ گئی، گلبدن بیگم بابر کی بیٹی، ہمایون کی بہن اور شہنشاہ اکبر کی پھوپھی تھی، اس نے بابر اور ہمایون کے حالات مین ایک کتاب لکھی، اور ہمایون نامہ نام رکھا۔

ہمایون نامہ چونکہ ایک خاتون کی تصنیف تھی، یورپ کی خوش مذاقی نے اس کتاب کی اشاعت کے لیے ایک خاتون ہی کو انتخاب کیا، یعنی لیڈی انیٹ ایس بیورج کو اس کتاب کے بہم پہونچانے کا خیال ہوا، لیڈی موصوف نے اس کتاب کی تلاش مین بے انتہا جان فشانیان کین اس سلسلہ مین یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ لیڈی صاحبہ نے شوقِ جستجو مین اردو تصنیفات پر بھی نظر ڈالی، اور چونکہ وہ نا امید ہو چکی تھین، اس لیے جب ان کو مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی دربار اکبری مین گلبدن بیگم کا نام ملا تو ان کی امیدین دوبارہ تازہ ہو گئین، انھون نے بمبئی مین اپنے ایک دوست کو خط لکھا کہ مولوی صاحب موصوف سے ملکر، ہمایون نامہ کا پتہ لگائین، لیکن مولوی محمد حسین آزاد سے مل کر ان کو معلوم ہوا کہ آزاد نے جو کچھ لکھا تھا، وہ خود لیڈی صاحبہ کی خوشہ چینی تھی، یعنی اس آرٹکل سے ماخوذ تھا، جو لیڈی صاحبہ اس سے پہلے ایک انگریزی پرچہ مین گلبدن بیگم کے متعلق لکھ چکی تھین، ع

آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

فاعتبروا یا اولی الابصار،

بہرحال لیڈی صاحبہ کی تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا، یہان تک کہ انھون نے اس نایاب کتاب کے متعدد نسخے بہم پہنچائے، اور نہ صرف کتاب کو چھاپا، بلکہ حسب ذیل باتین اضافہ کین،

۱۔ گلبدن بیگم کی نہایت مفصل سوانحعمری لکھی،

۲۔ کتاب کا انگریزی مین ترجمہ کیا،

۳- ترکی الفاظ نہایت کثرت سے تھے، ان کی تحقیق کی، اور ان کو حل کیا،

۴- کتاب مین سیکڑون شاہی خاندان کی بیگمات کے نام آگئے تھے، اُن سب کے حالات لکھے،

۵- جس قدر نام کتاب مین آئے ہین، ان کی مفصل فہرست شامل کی کہ جس شخص کے متعلق کچھ دیکھنا چاہین فوراً اُس کا پتہ لگ جائے،

یہ کتاب ۱۹۰۲ء مین چھپکر بمقام لندن شائع ہوئی اور نو ۹ روپیہ (للعہ) قیمت پر بمبئی مین تھیکر کی دکان سے مل سکتی ہی،

اب ہم اصل کتاب پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالتے ہین،

انشاپردازی

سب سے پہلے ہمکو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ گلبدن بیگم کا زمانہ وہ زمانہ ہے، جب تیموری سلطنت کی بنیاد قائم ہو رہی تھی، ایسے ابتدائی زمانہ مین مسلمانون کی تہذیب و تمدن کی یہ حالت تھی کہ بیگمات ایسی تصنیفین کرتی تھین، جو آج مردون سے بن نہین آسکتین، فارسی زبان مین سادہ اور صاف واقعہ نگاری کا عمدہ سے عمدہ نمونہ تزکِ جہانگیری اور رقعاتِ عالمگیری ہین۔ اور اس مین شبہ نہین کہ یہ کتابین سادگی اور لطافت کے لحاظ سے اس قابل ہین کہ ہزارون ظہوری اور وقائعِ نعمت خان ان پر نثار کر دیجائین، لیکن انصاف یہ ہے کہ ہمایون نامہ کچھ ان سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے فقرے، سادہ اور بے تکلف الفاظ، روزمرہ، عام بول چال، طرزِ ادا کی بیساختگی، دل کو بے اختیار کر دیتی ہے، چند نمونے ملاحظہ ہون،

بابر نے ایک چھوٹے بچے کو ایک اشرفی بھیجی تھی کہ سوراخ کرکے اس کے گلے مین پہنادینا، لیکن پہلے اس کی آنکھین بند کر دینا، کہ دیکھنے نہ پائے، بچے نے گو دیکھا نہین، لیکن اشرفی کو ہاتھ سے ٹٹولتا ہے اور خوش ہو ہو کر اچھلتا ہے، ساتھ ہی دونون ہاتھون سے اشرفی کو مٹھی مین دبائے ہوئے ہے کہ کوئی چھین نہ لے، اس واقعہ کو یون ادا کرتی ہے"

حکم بود کہ اشرفی را سوراخ کردہ و چشمش رابستہ در گردنش انداختہ، درونِ حرم فرستید، بمجردے کہ اشرفی سوراخ کردہ در گردنش انداختند، از گرانی، طرفہ بے طاقتی و اضطراب و خوشحالی انگیز دبہ دو دست اشرفی را گرفتہ ظرافتہا میکرد کہ کسی اشرفی مرا نگیرد۔"

ایک اور موقع

حضرت بادشاہ فرمودند کہ آگہ جانم (بیگم کا خطاب ہے) اگر حکم شود در حوض آب بمانند (پانی بینگا زمرین)
آگہ جانم گفتند، بسیار خوب، خود آمدہ برسرِ زینہ نشستند و مردم غافل کہ بیکبارگی شراس زدہ (زور سے) آب آمد، جوانان راطرفہ اضطرابے دست داد، حضرت بادشاہ فرمودند دخلے ندارد (کچھ مضائقہ نہین)

حمیدہ بانو بیگم (اکبر شاہ کی ماں) سے جب ہمایون نے شادی کرنی چاہی تو وہ راضی نہین ہوتی تھی، ایک مہینہ سے زیادہ جھگڑا رہا، بالآخر بڑی مشکلون سے راضی ہوئی، اس واقعہ کو یون ادا کیا ہے،

"غرض کہ تا چہل روز از جہت حمیدہ بانو بیگم مبالغہ و مناقشہ بود، بیگم راضی نشدند، آخر حضرت والدۂ (دلدار بیگم) نصیحت کردند کہ آخر خود بہ کسے خواہی رسید، بہتر از بادشاہ کہ خواہد بود؟ بیگم گفتند کہ آرے بہ کسے خواہم رسید کہ دستِ من بگریبانِ او برسد، نہ آنکہ بہ کسے برسم کہ دستِ من میدانم بدامنِ او نرسد،

اس آزادی اور بلند حوصلگی کو دیکھو کہ ایک بادشاہ ذوی الاقتدار، شادی کرنا چاہتا ہے، حمیدہ بانو نہین مانتی، اور جب شاہ بیگم نے کہا کہ آخر کسی کے پلے تو بندھے ہی گی، تو کہتی ہے کہ ہان اس سے بندھونگی جس کے گریبان تک میرا ہاتھ پہنچے، نہ اس سے کہ میرا ہاتھ اس کے دامن تک بھی نہ پہنچے،

قدیم تصنیفات مین روزمرہ اور محاورے بہت کم ملتے ہین، جس کی وجہ یہ ہے کہ اربابِ قلم

نے تصنیفی زبان علیحدہ قرار دے لی تھی، اس مین عام بول چال اور روزمرہ کا لانا خلافِ متانت سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج سے تین سو برس پہلے کی عام زبان نہین معلوم ہو سکتی، جس قدر کتابین موجود ہین، سب مین وہی مصنوعی اور ساختہ زبان مستعمل ہے، لیکن ہمایون نامہ مین کثرت سے ایسے محاورے ملتے ہین، مثال کے طور پر کچھ نمونے درج ہین۔

ایستادہ دریافتم،	گھوڑے گھوڑے ملا،
پیشواز آمدند،	استقبال کو آئے،
قلعگی شد،	محاصرہ ہوا،
طرفگیہا میکرد،	شوخیان کرتا تھا،
بیایید تا یکدیگر م را دریابیم،	آؤ گلے لگین،
ہندال مرزا چہ مقدار شدہ است،	ہندال مرزا اب کتنا بڑا ہوا (یعنی کتنا قد ہے)
پاے میداد،	ہار جاتا تھا،
جان درازی،	طول عمر،
آب را تنگ نمی کردند،	پانی بند نہین کرتے تھے،
خفتن شد،	سونے کا وقت آیا،
نماز دیگرے بود،	عصر کی نماز کا وقت تھا،
مرا بہ شمشیر گرفتند،	تلوارین لیکر مجھ پر آپڑے،
سر و پا،	لباس،
سر حضرت شوم،	آپ پر قربان ہون،
روستاے گری،	گنوار پن،

ساعتے معطل کردند، ذرا دیر توقف کیا،

اسپش اندک بلند رفت، اس کا گھوڑا ذرا اونچا اڑا،

تاریخی مذاق، ہم کو سب سے پہلے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ شاہی خاندان کی ناز پروردہ خاتون تاریخ نویسی کے فرض اور ذمہ داری سے کس قدر واقف ہے، اس نے یہ کتاب اپنی مرضی سے نہین لکھی اور شاید لکھنا پسند بھی نہ کرتی لیکن اکبر اعظم کی فرمایش ٹالی نہین جا سکتی تھی، اس نے تعمیل حکم کی تاہم فرائضِ تاریخ نویسی کے لحاظ سے سب سے پہلے یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتی تھی،

"وقتیکہ حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) ازدار الفنا بہ دار البقا خرامیدند این حقیر ہشت سالہ بود، دبیانِ واقع شاید کمتر کہ بہ خاطر ماندہ بود، بنا بر حکم بادشاہی (اکبر شاہ) انچہ شنیدہ ودر خاطر بود نوشتہ می شود"

یہ خاص عرب مورخین کا مذاق ہے کہ روایت کا سلسلہ اخیر تک پہنچا دیتے ہین، گلبدن کی عمر بابر کی وفات کے وقت صرف آٹھ برس کی تھی، اس لئے اس نے صاف اس کا اظہار کیا اور اسی پہ اکتفا نہین کیا بلکہ یہ بھی بہ تصریح کہدیا کہ اس عمر کے واقعات کم یاد رہتے ہین، ساتھ ہی مجبوری بھی ظاہر کی کہ بادشاہ کا حکم تھا، آگے چل کر ہمایون کے واقعات مین بھی جو واقعہ خود اسکی آنکھون کے سامنے نہین گذرا اس کے متعلق لکھدیتی ہے کہ مین نے فلان شخص سے سنا ہے،

ایشیائی مورخین کی عادت کو لیتے ہین، اور واقعات مین سے صرف جنگ وجدل، بغاوت اور خون ریزیون کے واقعات کو لیتے ہین، اور ان کو خوب پھیلاتے ہین، اس لئے یورپ والے ہماری تاریخون کو قصائی کی دوکان کہتے ہین، اور واقعی ان تاریخون سے اس عہد کے تمدن، شائستگی، پالٹیکس، معاشرت، خانگی زندگی کا پتہ لگانا چاہین، تو بہت کم کامیابی ہوتی ہے، گلبدن بیگم یا تو اس نکتہ سے واقف تھی، یا اس لئے کہ عورت تھی اور لڑائی بھڑائی کی باتون مین اسکو لطف

نہ آتا ہوگا، بہرحال وجہ کچھ ہو، لیکن کتاب اس مذاق مین لکھی ہے، کہ اس عہد کی معاشرت اور زندگی کی تصویر آنکھون کے سامنے آجاتی ہے، کسی شادی یا جلسہ کی تقریب کا حال لکھی ہے، تو من وعن تصویر کھینچ دیتی ہے، مثلاً میرزا ہندال کی شادی کے ذکر مین لکھتی ہے،

"ومردم دیگر کہ بدست چپ بادشاہ نشستہ بودند پر توشک زردوزی معصومہ سلطان بیگم وگلرنگ بیگم (اور بہت سی بیگمات کے نام گنائے ہین) وطرح خانہ طلسم بدین تفصیل: خانہ کلان مثمن کہ دران جا طوی (جلسہ) دادند، خانہ خورد دیگر برابر آن ہم مثمن بود۔ تخت مرصع نہادہ در بالا و پایان تخت او شتھاے زردوزی انداختہ وشدہاے مرادارید آویختہ بہ مقدار یکیم گز درازی، ہر لرے دو کرۂ آئینہ در پایان، در مثمن خورد چھپر کھٹ مرصع نہادہ و پاندان وصراحی ومشربہ (گلاس) مرصع، دران خانہ نہ اسباب سپہ گری بود مثل شمشیر مرصع، قور مرصع، کمر خنجر مرصع، وجمدھر و کپہوہ مرصع و ترکش (شادی مین بھی ہتھیار ساتھ ہین) وخانہ دوم کہ آن را پر تلہ خانۂ سعادت می گفتند در آن خانہ جاے نماز و کتبہا و قلمدان ہاے مرصع و جزدانہاے خوش ومرقعہاے لطیف مع تصویر ہاے و خطہاے خوش نہادہ بودند، × × در لب حوض تالارے (کمرہ) بود و در تالار دریچہ ہا ابرک گرفتہ بودند کہ جوانان دران تالار نشستند و بازی گران بازی میکردند، بازار نہ خانہ نیز کردہ بودند (اکبر کے مینا بازار کی یہی بنیاد ہے) وکشتی ہا را آئین بستہ بودند × × و در کشتی بالاخانہ ساختہ بودند و پایان باغے ساختہ بودند از قسم قلغہ و تاج خروس ونافرمان و لالہ کاشتہ بودند،"

اس کتاب سے اس زمانہ کی تہذیب و معاشرت کے جو حالات معلوم ہوتے ہین، ان مین سے بعض قابلِ ذکر ہین،

۱۔ عورتین لکھنے پڑھنے کے علاوہ فنونِ سپہگری سے خوب واقف ہوتی تھین، اور سفر و سیر

شکارمین عموماً گھوڑے پر سوار ہوا ہوتی تھین، یہان تک کہ بعض عورتین مردانہ لباس پہنتی تھین، مہرانگیز بیگم کے حال مین لکھا ہے،۔

لباس مردانہ می پوشیدند وبہ انواع ہنرہا آراستہ ہمچو زہگیر تراشی، وچوگان بازی وتیراندازی واکثر سازہا (باجے) می نواختند،

ایک موقع پر لکھا ہے،۔

ماہ چوچک بیگم نادانستہ اندک بلند رفت،

ہمایون جب ایران گیا ہے تو حمیدہ بانو بیگم (اکبر کی مان) بھی ساتھ تھی اور محافہ مین سفر کرتی تھی، لیکن ہمایون کی بہن ہمیشہ گھوڑے پر سوار، بادشاہ کے عقب مین چلتی تھی،

یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتین موسیقی مین بھی کمال رکھتی تھین، اور خاندان کے آدمی جب ایک جگہ مل کر بیٹھتے تھے تو عورتین خود بھی گانے مین شریک ہوتی تھین، لیکن یہ احتیاط رہتی تھی کہ اس وقت کوئی بیگانہ آدمی نہین ہوتا تھا،

۲۔ عورتون کا نہایت احترام کیا جاتا تھا، بابر کی بیوی جس کا نام ماہم بیگم تھا جب کابل سے ہندوستان مین آئی ہے، تو بابر دو کوس تک پاپیادہ استقبال کو گیا، اور جب بیگم کی سواری سامنے آئی، اور اس نے بابر کو پیادہ دیکھکر، سواری سے اترنا چاہا تو بابر نے نہ مانا اور سواری کے ساتھ ساتھ پیدل مکان تک آیا، ان دلچسپ واقعات کو گلبدن بیگم ان الفاظ مین لکھتی ہے،

حضرت بادشاہ (بابر) خیال داشتند کہ تا کول جلالی پیشواز (استقبال) روند، نماز شام یکے آمدہ گفت کہ حضرت (ماہم بیگم) دادر دو کروہے گزاشتہ آمدہ ام، حضرت بادشاہ بابام (بابر) تا اسپ آوردن تحمل نہ کردند وپیادہ روان شدند، دور پیش خانہ تنجہ ماہم دخوردند، اکام یعنی (ماہم بیگم) می خواستند کہ پیادہ شوند بادشاہ بابام نماند وخود در جلوے،

آکاملہ تا خانہ خود پیادہ آمدند ؎

ملکی معاملات مین عورتون سے مشورہ اور راے لیجاتی تھی، اور ہر قسم کے امور مین ان کی شرکت ضروری سمجھتے تھے،

۳- آج یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوگی کہ اُس وقت عورتون کو اپنی شادی اور نکاح کے معاملہ مین پوری پوری آزادی حاصل تھی، ہمایون نے جب حمیدہ بانو بیگم سے شادی کرنی چاہی، تو اس نے صاف انکار کیا، اور مدت تک اپنے ارادہ اور ضد پر قائم رہی، اور جب معزز بیگمات نے کہا کہ آخر کسی سے شادی کرنا ہے ہی، بادشاہ سے کیون احتراز ہے، تو حمیدہ نے کہا کہ مین اس سے شادی کرونگی جس سے برابری کا دعوا ہو سکے، بادشاہ کا اور میرا جوڑ کیا،

۴- لیکن ہمارے زمانہ کے پردہ شکن گروہ کو یہ سنکر مایوسی ہوگی کہ ان سب باتون کے ساتھ عورتین نامحرم سے پردہ کرتی تھین، اور بغیر نقاب اور برقع کے باہر نہین نکلتی تھین، ہمایون نے نکاح سے پہلے جب حمیدہ بانو بیگم کو بلایا ہے تو اُس نے کہا کہ آداب سلطنت کے لحاظ سے ایک دفعہ مین بادشاہ کے سلام کو جا چکی ہون، دوبارہ جانا محرم کے سامنے جانا ہے، چنانچہ خود حمیدہ بانو کے یہ الفاظ ہین:-

دیدن بادشاہاں یک مرتبہ جائز است در مرتبہ دیگر نامحرم است من نمی آیم،،

چنانچہ جب تک شادی نہین ہوئی کبھی ہمایون کے سامنے نہین آئی،

۵- ایشیائی سلطنتون مین بادشاہ نہ صرف تخت پر بلکہ خانگی زندگی مین بھی بادشاہ ہوتا ہے، بادشاہ کا خردسال پیارا بچہ بھی جب اس کے سامنے جاتا ہے، تو پیارے باپ کی گود مین نہین بلکہ ایک شہنشاہ کے دربار مین جاتا ہے، یہ بادشاہ پرستی اور شخص پرستی کی اخیر حد ہے، اور قومی زندگی کی یہ آخری علامت ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ ابتدا مین یہ حالت نہ تھی، بابر اور ہمایون

؎ آکا ماں کو کہتے ہین، میم متکلم کی ہے، یعنی میری ماں، اسی طرح بابا مین میم متکلم لگا کر بابام کر دیا ہے یعنی میرے دادا

اسی طرح اپنے عزیز، قریب اور بھائی بہنوں سے ملتے تھے، جس طرح ایک عام آدمی اپنے پیارے عزیزوں سے ملتا ہے، گلبدن بیگم اس قسم کے واقعات کو نہایت دلچسپی سے لکھتی ہے، اور ان موقعوں پر اس کے قلم سے محبت کا آبِ حیات ٹپکتا ہے، ہمایوں جب بیمار ہوا ہے، اور اسکی بہنیں اسکی عیادت کو آئی ہیں، اس موقع پر لکھتی ہے،

"این حقیر ہمراہ ہمشیرہا ملازمت آن حضرت فرشتہ خصال رفتہ کردم ہرگاہ کہ آن حضرت بہوش خویش می آمدند از زبان درر فشانِ خویش پرسش می فرمودند کہ خواہران ! خوش آمدید، بیائید تا کنار گیر ہ در یابیم کہ شما را در نیافتہ ایم"

ایک اور موقع پر ہمایوں گلبدن بیگم سے کہتا ہے:۔

این حقیر را دیدند و فرمودند کہ اول ترا نشناختم از برائے آنکہ وقتے کہ لشکر ظفر اثر بہ گور بنگالہ کشیدہ بودم، طاقی[1] پوش بودی، الحال بکلک قصابہ دیدم نشناختم، گلبدن ! من ترا بسیار یاد می کردم وگاہے پشیمان شدہ می گفتم کہ کاشکے ہمراہ می آوردم،

بابر اپنے چھوٹے بیٹے ہندال کا حال ایک شخص سے پوچھتا ہے:۔

ہندال کجا است ؟ چہ کہ خواہد آمد ؟ چہ بلا انتظار دارد × × × ہندال مرزا چہ مقدار شدہ است ؟ دہ بہ کہ مانند است ؟

چون میر بردی بیگ جامہ میرزا پوشیدہ بود، نمود کہ این جامہ شاہزادہ است کہ بر بندہ عنایت فرمودہ اند، حضرت (بابر) پیشتر طلبیدند کہ بہ بینیم قد و قامت ہندال چہ مقدار شدہ است ؟

ہندال سے گلبدن کو بھی نہایت محبت تھی، جب وہ لڑائی مین مارا گیا تو گلبدن کو سخت صدمہ ہوا، اس موقع پر لکھتی ہے:۔

---

[1] طاقی یعنی ٹوپی، شہزادیاں بچپن مین ٹوپیاں پہنا کرتی تھیں،

نمی دانم کدام ظالمے بے رحمے آن جوان کم آزار را بہ تیغ ظلم بے جان کردہ کاشکے بدل و دیدۂ من

بالسعادت یار پسر من یا بہ خضر خواجہ خان (گلبدن کے شوہر کا نام ہے) آن تیغ بیدریغ می رسید ،

دیکھو بھتیجہ ، بیٹے اور شوہر سے بھی زیادہ عزیز ہے ،

اگرچہ ہم نے گلبدن بیگم کی کتاب سے وہی حالات انتخاب کیے ہین ، جنسے اس زمانہ کی معاشرت اور خانگی زندگی کا پتہ لگتا ہے ، لیکن یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ بیگم ملکی داور سیاسی واقعات کو قلم انداز کرتی ہے ، اس نے ہمایون کے ایک ایک واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے ، اور اس مین بھی وہ اور مورخین سے ممتاز نظر آتی ہے ، وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کس واقعہ کو سمیٹ کر اور کس واقعہ کو پھیلا کر لکھنا چاہیے ، وہ خوب جانتی ہے کہ کون سا واقعہ کیا اثر رکھتا ہے ، اور اس لیے اس کے اسباب و علل سے کہان تک بحث کرنی چاہیے ،

مثلاً ہمایون نے اپنے بھائی میرزا کامران کی بار بار خون ریزی اور بدعہدی سے تنگ آکر اسکو اندھا کرادیا تھا ، لیکن ہمایون اس قدر نرم دل اور رحم مجسم تھا کہ یہ حرکت اس سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے ، باین ہمہ بدایونی ، اور فیاضی خان نے اس واقعہ کے متعلق صرف اس قدر کہا کہ ہمایون کے حکم سے اوس کی آنکھین اندھی کردی گیئن ، لیکن بیگم اس واقعہ کو تفصیل سے لکھتی ہے ، جس سے واقعہ کی اصلیت ذہن نشین ہوتی ہے ، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین :-

عاقبۃ الامر جمیع خانان و سلاطین و وضیع و شریف و صغیر و کبیر و سپاہی و رعیت وغیرہ کہ از دست میرزا کامران دا شتند در آن مجلس متفق شدہ بعرض حضرت بادشاہ رسانیدند کہ در بادشاہی و تحکم رسم برادری منظور نمی باشد ، اگر خاطر برادر میخواہید ، ترک بادشاہی بکنید ، و اگر بادشاہی می خواہید ترک برادری بکنید × × × حضرت بادشاہ در جواب فرمودند کہ اگرچہ این سخنان شمایان خاطرنشان می کنید اما دل من نمی شود ، ہمہ فریاد برآوردند و گفتند کہ انچہ بہ عرض

رسانیدہ شدہ است ہمین مصلحت است، آخر الامر حضرت فرمودند کہ اگر مصلحت در رضامندی ہمہ

شاہان درین است پس ہمہ شماہان جمع شوید و محضرے نویسید ہمہ ازیشان و بسیار امرایان جمع

شدہ نوشتہ دادند ہمان مصرع را ع

رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ،

حضرت بادشاہ ہم ضرور شد،،

افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ کتاب مین سیکڑون ہزارون الفاظ ترکی کے ہین، اور

زیادہ تر وہی ہین جو ساز و سامان، اسباب خانہ داری، ظروف و طعام، سامانِ سفر، وضع و لباس

وغیرہ کے متعلق ہین، ہم ان کو سمجھ نہین سکتے، ورنہ سوشل لائف کی پوری تصویر اس سے تیار ہو سکتی تھی،

اخیر مین ہمکو دوبارہ اس معزز انگریزی خاتون کے علمی شوق کی داد دینی چاہئے جس نے اس

نایاب کتاب کے بہم پہنچانے اور تصحیح و تحشیہ مین وہ قابلیت اور محنت صرف کی، جو ہماری قوم کے

مردون سے بھی بن نہین آتی،

(الندوہ ج ۵ نمبر ۳، ربیع الاول ۱۳۲۶ھ)

مآثرِ رحیمی

اور

عبدالرحیم خانخانان

اسلاف کی تصنیفات کا ذخیرہ بچا کھچا جو کچھ رہگیا ہے، اس کی بنا پر ہم ایک راے قائم کرتے ہین' اس کو بار بار تحریر و تقریر مین دہراتے ہین، سلسلہ بہ سلسلہ اس کی روایتین چلتی ہین، رفتہ رفتہ، وہ ایک مسلمہ واقعہ بنجاتا ہے، اور لوگون کے دل و دماغ مین سرایت کر جاتا ہے، اتفاقاً کہین سے کوئی سڑی گلی کتاب یا کسی کتاب کے کچھ بوسیدہ اجزا ہاتھ آجاتے ہین، جس سے دفعۃً وہ تمام خیالات بدل جاتے ہین اور ایک نئی تھیوری قائم ہو جاتی ہے،

پروفیسر سیدیو نے جو فرانس کا بہت بڑا مشہور عربی دان فاضل گذرا ہے، اپنی کتاب تاریخ عرب مین لکھا ہے کہ اہل یورپ نے بہت سی چیزون کے متعلق یہ راے قائم کر لی تھی کہ وہ حال کی ایجادات سے ہین، لیکن عربی نایاب کتابون کے بہم پہونچنے نے ثابت کیا کہ ان کا خیال غلط تھا، آج سے پہلے اہل عرب نے اُن چیزون کے اختراع کی عزت حاصل کی تھی، پروفیسر مذکور نے اس بنا پر فضلاے یورپ سے خط کتابت اور ایک خاص سوسائٹی اس غرض سے قائم کی کہ عرب کے گم شدہ اسرار کا پتہ لگایا جائے چنانچہ یہ تمام خط و کتابت اس نے کتاب مذکور مین درج کی ہے' لیکن پروفیسر موصوف کا خیال، اس کے ساتھ گیا، اور پھر کہین سے کچھ صدا نہین اٹھی، پچھلے دنون

یورپ مین جو اورنٹیل کانفرنس قائم ہوئی تھی، اس مین یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ ایک خاص کمیٹی
اسلام کی انسائیکلوپیڈیا طیار کرنے کے لئے قائم کیجائے، جس مین مسلمانون کے تمام علوم وفنون صنائع
ایجادات وغیرہ وغیرہ درج کئے جائین، ہمارے محترم استاد مسٹر آرنلڈ بھی اس کمیٹی کے ممبر ہین، لیکن
پھر ہم کو کوئی اطلاع نہین ملی کہ کمیٹی نے اب تک کیا کیا کیا،

یہ ظاہر ہے کہ یہ کام یورپ کے فرائض مین داخل نہین تاہم اسوقت تک یورپ نے ہماری
یادگارون کے زندہ کرنے مین، اور جو جو کام کئے وہ کیا کم ہین انہی کی بدولت فن حرب کی وہ
کتاب شائع ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون نے اس فن کے علمی اصول مرتب کئے تھے،
اور ان کا فن جنگ موجودہ فن جنگ کا مکمل خاکہ تھا، یورپ ہی کی بدولت زہراوی کی کتاب
فن تشریح کے متعلق چھپکر شایع ہوئی جس مین کئی سو آلاتِ تشریح کی تصویرین اور ان کے
استعمال کے طریقے درج کئے ہین، پیٹ مین مرے ہوے بچے کے نکالنے کے بیسیون آلات کے
نقشے دیکر، ان کے استعمال کے طریقے بتائے ہین، یورپ ہی کی بدولت، تاریخ طبری، طبقات
ابن سعد اور تاریخ الحکما وغیرہ کا پتہ لگا، جو گویا دنیا سے ناپید ہو گئی تھین،

اسلام آج دنیا کے تمام حصون مین پھیلا ہوا ہے، کرورون مسلمان موجود ہین، بڑی بڑی حکومتین
اور سلطنتین قائم ہین، عربی علوم وفنون اسی زور شور کے ساتھ پڑھے اور پڑھائے جا رہے ہین، ان پر
دنیا کو ہم سے اس کام کی توقع تھی، لیکن ابھی ہمکو اور ضروری کامون سے فرصت کہان ہے، حمد اللہ
کے بعض ضروری مقامات اب تک ناحل شدہ ہین، شرح ملا کی ایک ضمیر کا مرجع ابتک متعین
نہین ہوا، میر زاہد کی بحث زمانی اور مکانی کا ابتک فیصلہ نہین ہو چکا، اور خیر یہ سب کام
تو اٹھا بھی دکھے جا سکتے ہین، لیکن شیعون کی تکفیر تو بہر حال مقدم ہے، اور گو وہابیون کا استیصال
اس قدر ضروری نہ ہو، لیکن آخر اس کی اہمیت سے تو انکار نہین ہو سکتا،

افسوس ہے درد دل نے ایک چھوٹی سی تمہید کو کس قدر لمبا اور خارج از بحث کر دیا لیکن کیا کیا جائے،

عاشق ست و شب افسانۂ یار و ہر بار قدرے گرید و پس بر سر افسانہ رود

کہنا یہ تھا کہ اب بھی بہت سی علمی یادگارین ایسی موجود ہین، جن سے مسلمانون کی تصنیفات کے متعلق جو راے قائم ہو چکی ہے، دفعۃً بدل جاتی ہے، ہمارا خیال تھا کہ فارسی مورخون نے صرف سلاطین اور رؤسا کے حالات قلمبند کیے ہین، وزرا، امرا، سپہ سالار اور فوجی افسرون کے حالات مستقل تصنیفون مین اس طرح نہین لکھے تھے جس سے ظاہر ہو کہ انھون نے کس طرح تعلیم و تربیت پائی، کیا کیا فن حاصل کیے، کیا کیا کارنامے دکھائے، رفاہ عام کے کیا کیا کام کیے، کن کن چیزون کو رواج دیا، کون کون سی باتین ایجاد کین، ذاتی شوق کی کیا کیا چیزین تھین وغیرہ وغیرہ لیکن دسمبر ۱۹۰۶ء مین جب مین کلکتہ گیا تو ایشیاٹک سوسائٹی مین مآثر رحیمی کا ایک نسخہ نظر سے گذرا، یہ کتاب عبد الرحیم خان خانان کے حالات مین ہے، جو اکبر شاہ کا سپہ سالار تھا، مصنف کا نام عبد الباقی ہے، جو ایران کا باشندہ اور ایک معزز خاندان کا ممبر تھا، کتاب خود خان خانان کی زندگی مین لکھی گئی ہے، اور سرمایۂ معلومات زیادہ تر ذاتی مشاہدہ اور سرکاری کاغذات ہین، یہ نسخہ مصنف کا اصلی مسودہ ہے، جو کسی کاتب سے لکھوایا ہے، لیکن الحاقات اور اضافے مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہین، بعض جگہ سادے صفحے چھوڑ دیے ہین، اور لکھا ہے کہ مزید اطلاع کے لئے صفحے خالی چھوڑ دیے گئے تھے، لیکن چونکہ حالات نہ مل سکے، اس لئے جگہ سادی کی سادی رہ گئی سرورق پر امراے شاہی کی مہرین ہین، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اکثر امرا کے کتب خانون مین رہ چکا ہے، مولوی غلام علی آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے کہ مین نے اس کتاب کا اصلی مسودہ دکن مین دیکھا تھا، جس پر الحاقات خود مصنف کے ہاتھ کے تھے، غالبًا یہ وہی نسخہ ہے

جو دکن سے کلکتہ پہنچ گیا،

کتاب کی ضخامت، دو ہزار صفحون کی ہے، نصف کے قریب خان خانان کے اسلاف اور سلاطین تیموری کے حالات ہین، باقی نصف، خود خان خانان کے کارنامے ہین، جس مین حسب ذیل معلومات ہین،

(۱) خان خانان کی ولادت، اور تعلیم و تربیت، تعلیم کا حال تفصیل سے لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے کاملین فن سے تعلیم پائی تھی،

(۲) دربار شاہی کے تعلقات اور فتوحات،

(۳) خان خانان کی علمی لیاقت، عربی فارسی، ترکی مین انشاپردازی اور شاعری، نثر و نظم دونون کے نمونے درج کیے ہین،

(۴) فضائل اخلاق،

(۵) فن سپہگری، اور تیغ بازی و نیزہ بازی کے کمالات،

(۶) خان خانان کے رفاہ عام کے کام،

(۷) فن زراعت کی ترقی،

(۸) خان خانان کے دربار کے صناعون اور کاریگرون کا ذکر اور ان کے حالات اور ایجادات،

(۹) خان خانان کا کتب خانہ،

(۱۰) خان خانان کے دربار کے شعراء

(۱۱) علماء و اطبا اور خوشنویس،

اتنی بڑی ضخیم کتاب کا مختصر سے مختصر خلاصہ بھی اگر کیا جائے تو اچھا خاصہ رسالہ بنجائے گا،

اس کے علاوہ اردو زبان کے مشہور جادو طراز، مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری مین خان خانان کا تذکرہ دل کھول کر لکھا ہے، اور بہت سی کتابون کو کھنگالا ہے، مگر یہ کتاب ان کو ہاتھ نہین آئی، ہیچ ان (۱) وجود

سے ہم نہایت اختصار کے ساتھ کتاب مذکور کے کچھ کچھ مقتبسات اس غرض سے درج کرتے ہین کہ ہمارے ملک کے اربابِ دولت، اس کی طبع و اشاعت کی طرف متوجہ ہون، ہماری نگاہین خلیفہ سید محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ، نواب علی حسن خان صاحب بھوپال، نواب مزمل اللہ خان صاحب بھیکن پور اور حبیبِ صادق مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کی طرف بلند ہین۔

خان خانان کی فتوحات اور معرکہ ہاے جنگ دراصل مرقع اکبری کے نقش و نگار ہین اسلیے اُن کو چھوڑ کر ہم اور قسم کے واقعات اور حالات کو لیتے ہین،

شاعری اور انشاپردازی خان خانان مختلف زبانون مین کمال رکھتا تھا، مصنف نے اس کے عربی فارسی، ترکی کلام[1] کا نمونہ دیا ہے، ترکی اور فارسی تو اس کی مادری زبانین تھین، لیکن عربی کی تحریر بھی کم درجہ کی نہین، البتہ چونکہ اس زمانے مین عموماً انشاپردازی لفاظی اور قافیہ بندی کا نام تھا، اس لیے خان خانان کا بھی یہی انداز ہے، افسوس اور سخت افسوس ہو کہ مصنف نے چونکہ ایرانی تھا، بھاشا زبان کے نمونے نہین دیئے، ورنہ اس بات کا سراغ لگتا کہ اردو نے بھاشا پر کیا تصرف کرنا شروع کردیا تھا،

خان خانان کو عربی زبان مین یہ مہارت تھی کہ کہین سے کوئی عربی تحریر آتی تھی تو بغیر اس کے کہ اصل عبارت پڑھے اس طرح ترجمہ پڑھتا چلا جاتا تھا کہ گویا کوئی لکھی ہوئی تحریر ہاتھ مین ہے، جس کو دیکھکر پڑھتا جاتا ہے، ایک دفعہ شریف مکہ نے اکبر کو خط لکھا اور عبارت آرائی کے لیے بڑے بڑے مغلق اور دقیق الفاظ بھر دیئے اکبر نے ابوالفضل، فتح اللہ شیرازی، اور خان خانان کو حکم دیا کہ فارسی مین ترجمہ کرکے لائین، ابوالفضل اور فتح اللہ شیرازی دونون اس خیال سے کہ ترجمہ کرنے کے لئے لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوگی، تحریر کو ساتھ لیگئے، لیکن

[1] جہانگیر نے بھی تزک مین اس کی عربی فارسی ترکی اور ہندی کی عبارت کی تصدیق کی ہو،

خان خانان نے وہیں روشنی کے سامنے لیجا کر خط پڑھنا شروع کیا، اور ساتھ کے ساتھ ترجمہ کرتا گیا،

فارسی زبان میں آج بھی اسکی ایک تصنیف موجود ہے، یعنی تزک بابری کا ترجمہ بابر شاہ نے اپنے حالات اور واقعات ترکی میں قلمبند کئے تھے، اور تزک بابری نام رکھا تھا، اکبر کی فرمایش سے خان خانان نے اس کا ترجمہ کیا، نہایت سادہ، شستہ اور صاف فارسی ہے،

خان خانان نے فارسی کا پورا دیوان مرتب کیا تھا، لیکن یہ صرف مصنفِ مآثر رحیمی کی شہادت ہے. کہین اس کا نسخہ نظر سے نہین گذرا، البتہ اشعار کثرت سے جابجا پائے جاتے ہین، مصنف نے بھی اکثر غزلین اور رباعیان درج کی ہین، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ خانخانان خود کوئی مصرع طرح کرتا تھا، اور تمام دربار کے شعرا طبع آزمایان کرتے تھے، لیکن جس معرکہ مین، نظیری، عرفی، شکیبی جیسے شعرا کا سامنا ہو، کلام کا سرسبز ہونا آسان بات نہین تاہم ہم دیکھتے ہین کہ اکثر معرکون مین خان خانان ہی کے ہاتھ میدان رہا، چنداست، بنداست، فرزنداست، خان خانان کی دی ہوئی طرح ہے، جس پر تمام شعرائے اکبری نے غزلین لکھین لیکن کیا ان شعرون کا جواب ہوسکتا ہے،

حدیثِ شوق نہ دانستہ ام کہ تا چنداست — جز این قدر کہ دلم سخت آرزومنداست
نہ دام دانم و نہ دانہ این قدر دانم — کہ پائے تا بسرم ہرچہ ہست دربنداست
مرا فروخت محبت ولے نہ دانستم — کہ مشتری چہ کس است و بہای من چنداست
ازان خوشم بہ سخنہائے دلکشِ تو رحیم — کہ اندکے بہ اداہائے دوست مانند است

ترکی کلام جو مصنف نے نقل کیا ہے، چونکہ ہم اسکو سمجھ نہین سکتے، اور نہ ناظرین مین کوئی ترکی دان ہے، اس لئے ہم نے قلم انداز کر دیا ہے،

مصنف نے لکھا ہے کہ فارسی مین جس قدر کہا تھا، اس سے کئی گنا ہندی مین کہا ہے،

(لیکن اُن کا کھوج کون لگائے) ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خان خاناں نے یورپ کی زبانوں میں بھی مہارت پیدا کی تھی، اس کی ضرورت یہ پیش آئی کہ اکبر کو سلاطینِ یورپ سے مراسلت رہتی تھی اس بنا پر اس نے خان خاناں کو یورپین زبان کے سیکھنے کا حکم دیا، مصنف لکھتا ہے،

"چون اکثر بنادر ہندوستان در تصریف مسیحیہ است × × و مکاتبات و مراسلات در میانہ سلاطین افرنجہ و خواقینِ ہندوستان بسیار واقع می شود، بادشاہ ظل اللہ اکبر شاہ این سپہ سالار را بفراگرفتنِ زبان عیسوی و بہم رسانیدن سواد و خطِ این قوم فرمان داد، بانکہ اختلاط صحبتے کہ با خاصانِ آن قوم کہ در پاے تخت بادشاہی بودند و تجارو متردوین ایشان نمودند، دستورے تتبعِ آن خط و زبان آن قوم کرد کہ بے شائبہ با بہتران آن قوم می تواند"

خان خاناں کی ہفت زبانی کا اور مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے، مآثر الامراء میں لکھا ہے کہ دنیا کی اکثر مروج زبانوں میں وہ بات چیت کر سکتا تھا،

کتب خانہ خان خاناں کی علمی فیاضیوں کی ایک بڑی مثال، اس کا بے نظیر کتبخانہ تھا، یہ کتبخانہ اس درجہ کا تھا، اور اس قدر علمی ذخیرے اس میں مہیا کیے گئے تھے کہ بجائے خود ایک اکاڈمی یا دار الحکمت کا کام دیتا تھا، عرفی نظیری، ظہوری، شکیبی، غرض اکثر شعراے اکبری نے اپنے دیوان خود اپنے ہاتھ سے لکھکر اس کتاب خانہ میں داخل کئے تھے، دربارِ اکبری کے اکثر باکمال، اسی کتبخانہ کے تربیت یافتہ ہیں، اکثر شعرا، خوشنویس، صناع جنکو خان خاناں تربیت دینا چاہتا تھا، کتب خانے کے کام پر مقرر ہوتے تھے، اور ترقی کرتے کرتے نادرۂ روزگار ہو جاتے تھے، کتبخانہ کا جو اسٹاف تھا اس کے مشہور ممبر ملا محمد امین جدول ساز، ملا عبد الرحیم عنبرین قلم، ملا محمد مومن، محمد حسین کاشی نمبرداری، بقائی بہرابادی، شخی ہمدانی تھے، کتبخانہ کی ترتیب و انتظام کے لیے اہل کمال کا ایک بڑا عملہ مقرر تھا جو ناتمام نسخوں کی تکمیل کرتے تھے تصویریں اور شبیہیں کھینچتے تھے، مرقعے تیار کرتے تھے،

کتابون کی لوح وغیرہ پر طلاکاری کا کام انجام دیتے تھے، ان مین سے بعض کے مختصر حالات ہم درج کرتے ہین :-

شیخ عبدالسلام بھڑائچ کے رہنے والے تھے، ان کے والد بھاشا زبان کے مشہور شاعر تھے، اور برہمی تخلص کرتے تھے، وہ حج کو جانے لگے تو عبدالسلام کو خان خانان کی خدمت مین دیتے گئے، خان خانان نے کتبخانے مین ان کی تعلیم و تربیت کرائی، رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کی کہ کتبخانے کے داروغہ مقرر ہوئے پھر مصاحبِ خاص کا رتبہ ملا، ہندی زبان کی شاعری مین بے نظیر تھے،

شجاع شیراز وطن تھا، خط نسخ و ثلث مین نہایت کمال رکھتے تھے، ۹۹۹ھ مین بمقام ٹھٹھہ خان خانان کے دربار مین آئے، اور ترقی کرتے کرتے، کتب خانے کی افسری حاصل کی،

ملا عبدالرحیم عنبرین قلم ہرات کے باشندے تھے، نسخ اور نستعلیق مین کمال حاصل کیا اور ہرات سے خان خانان کے دربار مین آئے، خان خانان نے اون کی تربیت پر خاص توجہ کی، رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کی کہ محمد حسین کشمیری کے سوا، اوس زمانے مین، خوشنویسی مین کوئی شخص انکا مقابل نہ تھا، خان خانان کے کتبخانے مین اکثر کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین، بالآخر انکا شہرہ اس قدر بڑھا کہ اکبر نے اپنے یہان بلا لیا،

ملا محمد امین خراسان کے رہنے والے تھے، طلاکاری مین استاد تھے مشہد مقدس مین امام ضامن علیہ السلام کے نام سے جو کتبخانہ ہے، مدت تک، اس مین کام کرتے رہے، جب ازبکون نے خراسان پر قبضہ کر لیا تو یہ وہان سے نکلے، اور خانخانان کے دربار مین آئے، چار ہزار روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا کتبخانے کی اکثر کتابین ان کی طلاکاری سے مزین تھین، ابری کاغذ انہی کی ایجاد ہے،

ملا محمد حسین ملا محمد مومن کے بھائی تھے، جلد سازی کے فن مین کمال رکھتے تھے، عکس کا کام بھی اعلیٰ درجہ کا کرتے تھے، ۳۵ برس کتبخانے کے ملازم رہے، مصنف مآثر رحیمی کے زمانے مین

کتبخانہ کا کاروبار ان ہی کے ہاتھ مین تھا،

میرباقی ماوراءالنہری | ترکستان کے رہنے والے تھے، خاندان کے سید تھے، کتب خانے مین تربیت پائی، اور بالآخر افسری کی خدمت حاصل کی،

میان ندیم | میان فہیم جن کی نسبت یہ مثل مشہور ہے کہ "ئین خانخانان اور اڑائین فہیم" یہ ان کے بھائی تھے، نقاشی اور مصوری مین ان کا جواب نہ تھا، کتب خانے ہی مین تربیت پائی تھی،

بہبود | میرزا باقر ایک مشہور خوشنویس تھے، جو میر علی خوشنویس کے بھائی تھے، بہبود انکا غلام تھا، نقاشی اور خوش نویسی مین کمال پیدا کیا، اور کتبخانے مین ملازم ہوا،

مولانا مشفق | فن نقاشی مین یکتاے روزگار تھے، اور کتبخانے مین اسی کام پر مقرر تھے،

مادھو، | ہندو بچہ تھا، تصویر، طراحی، مصوری، شبیہ سازی مین نادرۂ روزگار تھا، کتب خانے کی اکثر کتابین اسی کے ہاتھ کی بنائی ہین،

دربار کے علما اور اطبا | علماء اور اطبار کے حالات ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہین۔

شعراء | مصنف نے شعراے دربار کا تذکرہ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، کلام کا انتخاب بھی کثرت سے کیا ہے، البتہ یہ خصوصیت ملحوظ رکھی ہے کہ صرف وہ قصائد یا قطعے نقل کئے ہین جو شعرا نے خانخانان کی مدح مین لکھتے ہین اس پر بھی کتاب کا بڑا حصہ اس مین صرف ہوگیا ہے، شخصی سلطنت کا اثر دیکھو کہ تمام خان خانانی شعرا اکبر کے دربار سے منسوب ہین، حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کے تمام شعرا جن کے نام سے ابوالفضل نے دربار اکبری کا مرقع سجایا ہے، بجز دو ایک کے سب کے سب خان خانان یا ابوالفتح گیلانی کے پروردہ اور تربیت دادہ ہین مصنف نے نہایت صحیح لکھا کہ

ہر کہ تازہ از ولایت آمدہ بندگی و مصاحبت ایشان، (ابوالفتح) اختیار می نمودہ

چنانکہ خواجہ حسین ثنائی و مرزا قلی میلی و عرفی شیرازی و حیاتی گیلانی و سائر مستعدان در خدمت او بودہ اند "

مصنف کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ خان خانان کے انتساب سے اس نے تمام مشہور شعرا مثلاً عرفی، شکیبی، حیاتی، ظہوری، ملک قمی، نظیری نیشاپوری، محتشم کاشی، رسمی، نوعی شیرازی کے حالات اس تفصیل سے لکھدیئے کہ جو تذکرے، مخصوص تیموری شعرا کے حالات مین لکھے گئے ہین، ان مین بھی یہ تفصیل نہین مل سکتی،

یہ موقع شعرا کے حالات لکھنے کا نہین ہے، لیکن خان خانان شعرا کو جس طرح تربیت کرتا تھا اور جس طرح ان پر فیاضیون کا مینہ برساتا تھا، اس کے متعلق بعض واقعات لکھنے ضرور ہین،

خان خانان کی فیاضیون کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ نوعی شیرازی کو سونے مین تلوا دیا نظیری نیشاپوری جب حج کرکے آیا ہے تو ایک دفعہ کسی موقع پر اس کی زبان سے نکل گیا کہ مین نے لاکھ روپیہ کا ڈھیر نہین دیکھا، خان خانان نے لاکھ روپیہ منگوا کر ڈھیر لگوا دیا، نظیری نے شکریہ ادا کیا کہ آپکی بدولت مین نے آنکھ سے لاکھ روپیہ کا انبار دیکھ لیا، خان خانان سے زیادہ حسن طلب کا اداشناس کون ہو سکتا تھا، حکم دیا کہ روپیے نظیری کے گھر پہنچا دیئے جائین[1]،

فیضی اگرچہ شاہی تقرب کے لحاظ سے خان خانان کا ہمسر تھا، چنانچہ خود کہتا ہو مصرع

ہم با امرا نظیر گشتم

اور اسی وجہ سے اس نے عرفی وغیرہ کی طرح امرائے شاہی مین سے کسی کی مدح نہین کی تاہم اسکو کہنا پڑا کہ

خان خانان عہد کا نعامش	طبع را رخصت شگفتن داد
داشت چون اعتماد بر شعرا	صلہ پیشش از مدیح گفتن داد

[1] خزانہ عامرہ تذکرہ نوعی و نظیری،

فیضی پھر بھی شاعر تھا، اس لیے خانخانان جو بے وجہ بھی شعرا کو صلے اور انعام دیتا رہتا تھا فیضی نے اس کی وجہ قرار دی کہ خان خانان کو شعرا، پر اعتماد تھا، یعنی روپئے لیکر مفت نہ کھا جائینگے بلکہ مدح وثنا سے اسکا معاوضہ ادا کرینگے، لیکن فیضی کو یہ معلوم نہ تھا کہ خان خانان شعرا کے ساتھ جو فیاضی کرتا تھا اس سے ادب اور انشا کی ترقی مقصود تھی،

ان فیاضیون کے چرچے، عرب وعجم تک پھیلے ہوے تھے، مصنف نے لکھا ہے کہ شکیبی صفاہانی جب حج کرنے کی غرض سے عدن پہنچا تو بچے گیت گا رہے تھے، کہ خان خانان آیا، جس کی بدولت گنواریون نے شوہر پائے، تاجرون نے اسباب بیچے، بادل برسے جل تھل بھر گئے، شکیبی بیساختہ رو پڑا، اور اسی وقت یہ رباعی موزون کی،

زین دانہ کہ از نام نکو کاشتہ | از اختر سعد خرمن افراشتہ،
زان گونہ جہان بہ جود انباشتہ | کز مور کفاف دانہ برداشتہ

ان فیاضیون کے قصے گو دلچسپ ہین، لیکن سچ یہ ہے کہ ان سے مزا اٹھانا، گدا طبعی کی دلیل ہے، خدا بخشے عرفی کو کس قدر سچ کہا ہے،

بیا بہ ملکِ قناعت کہ مرد سر نہ کشی | ز قصہ ہا کہ بہ ہمت فرد شطے بستند

البتہ یہ نکتہ لکھنے کے قابل ہے کہ خان خانان اس کے ساتھ، شعرا، کی تربیت کرتا تھا، ان کے کلام کی تنقید کرتا تھا، کبھی کبھی اصلاح دیتا تھا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ شعرا، کا کلام روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا، خود شعرا، کو بھی اس بات کا اعتراف تھا، رسمی اپنے مشہور قصیدہ مین لکھتا ہے،

زمینِ مدحِ تو آن نغمہ سنج شیرازی | رسید صیتِ کلامش بروم از خاور
بہ طرز تازہ مدحِ تو آشنا گردید | چو روئے خوب کہ یابد ز ماشطہ زیور

اکثر شعرا کے دیوان خانخانان ہی کی توجہ سے مرتب اور شائع ہوئے ہوئی جب مرنے لگا

تو دیوان کا مسودہ خانخانان کے ہان بھیجدیا لیکن مسودہ نہایت ابتر تھا، اور کاٹ پھانس کیوجہ سے بیکار ہوگیا تھا، خانخانان نے محمد قاسم مشہور بہ مراج خلف خواجہ محمد علی اصفہانی کو اس کی ترتیب پر مامور کیا، سال بھر کی شبانہ روز محنت کے بعد مسودہ صاف ہوا، خانخانان کو نہایت مسرت ہوئی، محمد قاسم کو بہت انعام واکرام دیا، چنانچہ محمد قاسم نے ایک نظم مین یہ واقعات ادا کئے، چند شعر یہ ہین،

عرفی آن را صنعِ سخن کہ بداد — رشک دار دوران شروانی

بعد چندے چو جاے بودن نیست — رفت ازین دیر ششدر فانی

ماند ازو در شاہوارے چند — کش قرین نیست بحری و کانی

لیک آن جملگی پراگندہ — ہمہ از بے سری و سامانی

آن قدر مہلتش نہ داد اجل — کہ بہ ترتیب شان بود بانی

گفت با دوستان بگاہِ وداع — کاے عزیزان جسمی و جانی

برسانید زادہاے مرا — بہ جناب معلّم ثانی

ہیچ دانی کہ چیست آن مرکز — کہ تو عمان و کانِ شان خوانی

صاحبِ حلم و علم و سیف و قلم — خان خانان سکندر ثانی

دید چون زادہاے عرفی را — ہمہ محسود لعلِ پنگانی

بعد یک چند بندہ را فرمود — کہ دہم شان نظامِ دیوانی

مدتے چند خونِ دل خوردم — تاکہ جمع آمد از پریشانی

از خرد خواستم چو تاریخش — گفت ترتیب دادہ نادانی

یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ عرفی، نظیری، شکیبی وغیرہ نے اکبر اور جہانگیر اور مراد کی مدح مین اکثر قصیدے لکھے ہین، لیکن ان قصیدون کو خانخانان کے مدحیہ قصیدون سے ملاؤ تو زمین و آسمان

کا فرق نظر آتا ہے۔ خانخانان کے مدحیہ قصائد مین صاف نظر آتا ہے کہ شاعر جوش اور اخلاص سے لبریز اور بادۂ کرم کے نشہ مین چور ہے، یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس سرمستی مین اس سے بھی غافل نہین کہ مخاطب کی نظر ایک ایک لفظ پر ہے، اور اس لئے شاعری اور استادی کے اصول سے بال برابر بھی تجاوز نہین کرسکتا، خانخانان کے بیٹا پیدا ہوا ہے، عرفی تہنیت کا قصیدہ لکھکر بیجتا ہی، تمہید، جوش، زورِ طبیعت اور شاعرانہ معشوق پن کا ناز دیکھو، ؎

بود در کُنجِ عدم، بکرِ طبیعت را جاے　　　　که خرد بر سرش استاده همی گفت برآے

عقل کی درخواست کے بعد، دوشیزہ طبیعت جواب دیتی ہی،

گوشه گیر و جگر می خور و تلخی می کش　　　　تا به عهدے که شود صاحبِ تو ملک آرا

خلق از مژده بر و مژده شنو جمع شوند　　　　همه گوهر طلب و گوهری و گنج ستاے

چرخ آماده شود، زهره مهیا گردد　　　　او کشد بندِ نقاب من و من بندِ قباے

من به صد ناز و کرشمه همه رنگ و همه بوے　　　　بر درِ حجلهٔ ارکان نهم از خلوت پاے

رفاہ عام اور صنعت و زراعت کی ترقی کے کام

ہندو تو آج یہ شکایت کر رہے ہین کہ مسلمانون نے ہندوستان مین آکر ملک کو تباہ کر دیا تھا لیکن ان کوتاہ نظرون کو معلوم نہین کہ مسلمانون نے ہندوستان کی افتادہ زمین کو چمن زار بنا دیا تھا، دنیا جانتی ہے کہ ہندو پہلے پتون پر رکھکر کھانا کھاتے تھے، ننگے پاؤن رہتے تھے، زمین پر سوتے تھے، بن سلے کپڑے پہنتے تھے، تنگ مکانون مین بسر کرتے تھے، مسلمانون نے آکر ان کو کھانے پینے، رہنے، سہنے، وضع لباس، فرش، فروش، زیب و زینت کا سلیقہ سکھلایا، لیکن یہ موقع اس مضمون کے پھیلانے کا نہین ہے،

البتہ یہ بات بیان جتانے کے قابل ہے کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان زراعتی ملک ہی، جتنے عمدہ قسم کے پھل اور میوے ہین سب مسلمانون کے لائے ہوئے ہین، سیب، ناشپاتی، انگور، خربزہ

سنترے وغیرہ وغیرہ کا یہان پہلے نام ونشان بھی نہ تھا، ان چیزون مین سے خربزہ کی پیداوار کا فخر خانخانان
کو حاصل ہے، مصنف مآثر رحیمی لکھتا ہے کہ ہندوستان مین خربزہ نہین ہوتا تھا، ایران اور خراسان
سے آتا تھا، سب سے پہلے خانخانان نے عراق اور خراسان سے تخم منگوائے، اور بلکوارہ علاقۂ گجرات
مین آب و ہوا کی مناسبت کے لحاظ سے ایک قطعہ انتخاب کرکے اس کی کاشت کرائی دو تین
سال مین ایسے اچھے خربزے پیدا ہونے لگے کہ ولایت کی برابری کرتے تھے،

عمارات | خان خانان نے تمام مشہور مقامات دہلی، لاہور، آگرہ، گجرات مین باغ، مکانات سرائین
تعمیر کرائی تھین، مصنف نے ان کا حال تفصیل سے لکھا ہے،

حمام | ہندؤن کے حمام دریا کے گھاٹ ہین، جو آج تک موجود ہین، مسلمانون کے عہد مین امرا
اور روسا اپنے گھرون مین حمام بنواتے تھے لیکن پبلک حمام مطلق نہ تھے، سب سے پہلے خانخانان
نے گجرات مین محمد علی معمار کے زیر اہتمام حمام بنوایا اور وقف عام کر دیا، اسوقت سے حمام کا عام رواج ہو گیا

جہازات | خانخانان نے تین جہاز طیار کرائے تھے، جن کا نام رحیمی کریمی، اور سالاری رکھا تھا،
یہ جہاز صرف اس غرض سے تھے کہ حج کے موسم مین غریب حاجیون کو مفت حج کرنا نصیب ہو،

ابری اور عکس کا کاغذ | جلد بندی کے کام کے لئے ابری کا کاغذ، خان خانان کے کاریگرون
کی ایجاد ہے، عکس کا کاغذ پہلے بھی تھا، لیکن عکس ہفت رنگ اس کے عہد کی ایجاد ہے[1]،

ذاتی ہنر اور اخلاق وعادات | خان خانان نے علوم وفنون کے علاوہ سپہگری کی نہایت اعلیٰ درجہ
کی تعلیم پائی تھی، اس کے جنگی کارنامے گجرات اور سندھ کے فتوحات ہین جن کے لئے تاریخی
دفتر دیکھنے چاہیین، یہان روزمرہ کی باتین لکھی جاتی ہین،

تیراندازی مین قدر انداز تھا، گجرات مین جب مظفر پر فتح حاصل کی ہے تو ایک دفعہ

[1] افسوس ہے عکس کے کاغذ کا مفہوم ہم نہین سمجھ سکے معلوم نہین کیا چیز تھی،

میدان میں گیند کھیل رہا تھا، ایک گولا ہوا میں اڑتا جاتا تھا، خان خاناں نے پے در پے اس کے چاروں طرف تیروں کا دائرہ بنا دیا، چنانچہ بارہ تیر مارے تھے، بالآخر تیرھویں تیر میں مار کر گرا دیا،

سنجر کاشی مشہور شاعر موقع پر موجود تھا، برجستہ یہ رباعی موزون کر کے پڑھی:-

در عرصۂ دست بردت ای زرین جنگ　　بسیار چنان بود کہ یک جعبہ خدنگ

از جلدی بازوے تو در روے ہوا　　دنبالہ ہم گرفتہ چون خیل کلنگ

یعنی تو اس تیزی سے تیر پھینکتا ہے، کہ ہوا میں تیروں کی اس طرح قطار قائم ہو جاتی ہے جس طرح کلنگ قطار باندھ کر اڑتے ہیں،

ایک دفعہ ایک شیر کی پیشانی پر تیر مارا کہ سوفار تک اتر گیا، اسی شاعر نے ایک قطعہ میں اس واقعہ کو ادا کیا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے:-

ناوکِ دلدوز بر پیشانیِ آن شیر زد　　کز سرِ سوفار آن بنمود زخم این دہان

بارہا شیروں اور بھیڑیوں کو تلوار سے مارا ہے، چنانچہ مصنف نے متعدد واقعات نقل کئے ہیں:-

ورزش | ورزش میں عجیب عجیب مشقیں پیدا کی تھیں، ایک رومال چار آدمیوں کے ہاتھ میں دے دیتا تھا، کہ چاروں کونے تھام کر تانے کھڑے رہیں، خود دور سے دوڑتا ہوا آیا، قریب پہونچ کر اچھلا، اور رومال پر قدم رکھتا ہوا، اس صفائی سے نکل گیا کہ رومال پر آسیب نہ آنے پایا، مصنف نے لکھا ہے کہ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے، جب خان خاناں کی عمر ستر برس کی تھی، ہم نے کرناٹک کے بازیگروں کو اکثر یہ تماشہ کرتے دیکھا ہے، خان خاناں نے ان ہی لوگوں سے تعلیم پائی ہوگی،

اخلاق، حلم و عفو | باوجود اس اقتدار اور عظمت کے حسن اخلاق کی مجسم تصویر تھا، جس زمانے میں

خان خانان کا خطاب ملا ہے، چند نصیحت آمیز فقرے ایک کاغذ پر لکھکر نوکرون کو دیئے کہ جب مجھے کسی بات یا کسی شخص پر غصہ آئے تو اس کو پیش کر دینا، چنانچہ کتنا ہی غیظ و غضب مین ہوتا تھا، اس کاغذ کے پیش ہونے کے ساتھ ٹھنڈا ہو جاتا تھا،

ایکدفعہ پاؤن مین زخم ہو گیا تھا، مدت تک دربار نہ کر سکا، زخم ابھی آئے تھے کہ کسی ضرورت کیوجہ سے باہر نکلا ہجوم عام مین ایک نوکر کا پاؤن اس کے پاؤن پر پڑ گیا، اور زخم پھٹ گیا مصاحبین نے نوکر کو سزا دینی چاہی، خان خانان نے روکا کہ اس کا کیا قصور ہے، ایک اتفاقیہ بات تھی،

مصنف نے اور بہت سے واقعات نقل کئے ہین ہم اس لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین کہ خانخانان کو نظر نہ لگ جائے،

اس کتاب (مآثر رحیمی) مین تمام خوبیون کے ساتھ یہ بہت بڑا عیب ہے کہ خان خانان کی خوبیان ہی خوبیان گنائی ہین، نکتہ چینی کا نام نہین، حالانکہ آجکل کے مذاق کے موافق، سوانحعمری اور لائف کی یہ ضروری شرط ہے، لیکن اس طریقہ کو ہم آج کل کے پر فریب طریقے سے زیادہ پسند کرتے ہین جس مین راست نویسی اور تنقید کا بہت کچھ دعوی کر کے بھی سوانحعمری کی بجائے مناقب کی کتاب لکھی جاتی ہے، اور کوئی عیب اور وہ بھی خفیف کر کے لکھا جاتا ہے، تو اس غرض سے کہ محاسن کے یقین کرانے کے کام آئے، یعنی جب عیب نہین چھپایا ہے، تو محاسن کیون غلط لکھے ہون گے، بہتر سے بہتر سوانحعمری جو ہماری زبان مین لکھی گئی ہے، اس طریقے کی عمدہ مثال ہے۔

اب ہم خان خانان سے رخصت ہوتے ہین، خدا نے چاہا تو شعر العجم مین پھر نیاز حاصل ہوگا

یادگار زمانہ ہین ہم لوگ　　　سن رکھو تم فسانہ ہین ہم لوگ

۷ اپریل ۱۹۰۷ء　　　(الندوہ، ج ۴ نمبر ۳، ربیع الاول ۱۳۲۵ھ)

جہانگیر

اور

تزک جہانگیری

بہ من چندان گنہ از بدگمانی میکند نسبت
کہ من ہم در گمان افتادہ پندارم گنہگارم

یورپ کے بیدرد واقعہ نگارون نے سلاطین اسلام کی غفلت شعاری، عیش پرستی، سیہ کاری کے واقعات کو اس بلند آہنگی سے تمام عالم مین مشہور کیا کہ خود ہمین کو یقین آچلا اور تقلید پرست تو بالکل یورپ کے ہم آہنگ بن گئے،

ہندوستان کے سب سے بڑے انشا پرداز نے نیرنگ خیال مین جہانگیر کی یہ تصویر کھینچی ہے: "اس کے بعد ایک اور بادشاہ آیا جو اپنی وضع سے ہندو راجہ معلوم ہوتا تھا، وہ خود مخمور نشہ مین چور تھا، ایک عورت صاحب جمال (نورجہان) اس کا ہاتھ پکڑے آتی تھی، اور جدھر جاتی تھی پھراتی تھی، وہ جو کچھ دیکھتا تھا، اس کے نور جمال سے دیکھتا تھا، اور جو کچھ کہتا تھا اسی کی زبان سے کہتا تھا اس پر بھی ہاتھ مین ایک جزدان کاغذون کا تھا اور کان پر قلم دھرا تھا، یہ سوانگ دیکھکر سب مسکرائے، مگر چونکہ دولت اس کے ساتھ ساتھ تھی، اور اقبال آگے آگے اہتمام کرتا آتا تھا، اس لیے بدمست بھی نہ ہوتا تھا، جب نشہ سے آنکھین کھلتی تھین تو کچھ لکھ بھی لیتا تھا"

لیکن اردو کھین اس چھوٹ مین کچھ سچ بھی ہے، ہمارے انشاپرداز نے جہانگیر کے کبھی کبھی ہوش مین آجانے کا جو کارنامہ بتایا ہے، وہ اس کی کتاب تزکِ جہانگیری ہے، اور سچ یہ ہی کہ جہانگیر کے طرزِ عمل اور ہر قسم کے خیالات کے دریافت کرنے کا اس سے زیادہ صحیح ذریعہ نہین ہوسکتا، اس لئے ہم اس مضمون مین اسی کتاب پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالنی چاہتے ہین،

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت (جس کو سب سے پہلے بیان کرنا چاہئے) یہ ہے کہ وہ واقعات کا نہایت صحیح اور سچا مرقع ہے، اس کا ہر ہر لفظ شہادت دیتا ہے کہ کتاب کا لکھنے والا کسی واقعہ مین کسی قسم کی رنگ آمیزی نہین کرنا چاہتا وہ حکمت عملی اور پالٹیکس کے فلسفہ سے بالکل ناواقف ہے، وہ بدنما واقعات پر ملمع سازی کا روغن نہین چڑھا سکتا، وہ عیب بھی کرتا ہے تو ڈنکے کی چوٹ کہدیتا ہے، اور ہنر کا کوئی کام اس کے ہاتھ سے بن آتا ہے، تو داد طلب خاموشی نہین اختیار کرتا بلکہ علانیہ فخر کا اظہار کرتا ہے، مورخین کو اپنے تجسس اور رازجوئی پر ناز ہے کہ انھون نے ابوالفضل کے قتل کی سازش دریافت کرلی لیکن جہانگیر خود صاف صاف لکھتا ہے،

راجہ نرسنگھ دیو از راجپوتان بندیلہ . . . . . یہ منصب سہ ہزاری سرفرازی یافت باعث ترقی و رعایت او آن شد کہ در اواخرِ عہد پدر بزرگوارم شیخ ابوالفضل راکہ از شیخ زادہاے ہندوستان بہ مزیت فضل و دانائی امتیاز تمام داشت . . . . طالب داشتند و چون خاطرِ او بمن صاف نبود یقین بود کہ اگر دولتِ ملازمت دریابد باعثِ زیادتیِ آن غبار خواہد گشت و مانع دولت مواصلت گردیدہ کار بجاے خواہد رسانید کہ بضرورت از سعادت خدمت محروم باید گردید، چون ولایت نرسنگھ دیو سر راہ او واقع بود باو پیغام فرستادم کہ اگر سر راہ بر آن مفسد فتنہ انگیز گرفتہ او را نیست و نابود سازد رعایتہاے کلی از من خواہد یافت،

اپنے بیٹے شاہجہان کو شراب پلواتا ہے، تو بے تکلف لکھتا ہی،

تاسالِ حال کہ سنش بہ بیست و چہار سالگی رسیدہ دکہ خدائیہا کردہ و صاحب فرزندان شدہ اصلا خود را بخوردنِ شراب آلودہ نساختہ بود، این روز کہ مجلس وزنِ او بود گفتم کہ بابا صاحب فرزندان شدہ و بادشاہان و بادشاہزادگان شراب خوردہ اند، امروز کہ روزِ جشنِ تست تو شراب می خورانم و رخصت می دہم کہ در روزہای جشن و ایام نو روز و مجلسہای بزرگ میخوردہ باشی اما طریقۂ اعتدال مرعی دار

اس قسم کے سینکڑون واقعات ہین جن سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ اسُ نے جہان جو کچھ لکھا ہے، سچائی کے جادہ سے بال برابر بھی نہین ہٹا ہے،

قدرتِ زبان

ایک اور خصوصیت جو قوتِ تحریر سے متعلق ہے اور جس کو اصل مقصد سے پہلے بیان کرنا چاہئے، یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے واقعات کو جس خوبی، سادگی، صفائی اور بے تکلفی سے بیان کر سکتا ہے، اور ساتھ ہی زبان کا لطف قائم رکھتا ہے، فارسی انشا پردازون مین کسی سے بن نہین آسکتا، اختصار کے لحاظ سے ہم ایک دو مثالون پر اکتفا کرتے ہین،

چونکہ اسکو **علم الحیوانات** کے ساتھ خاص شغف تھا، دور دراز ممالک مین گماشتے مقرر کئے تھے کہ ہر قسم کے عجیب و غریب جانور جہان سے جس قیمت پر ہاتھ آئین شاہی عجائب خانے کے لئے روانہ کئے جائین، چنانچہ ۱۰۲۱ھ مین **مقرب خان**، بندر کھمبات سے جو عجیب و غریب جانور ساتھ لایا، ان مین پیرو بھی تھا جس کو آج انگریزی مرغی کہتے ہین، اس کی تصویر جہانگیر ان الفاظ مین کھینچتا ہے،

یکے از جانوران درجثہ از طاؤس مادہ کلان تر و از نر فی الجملہ خوردتر گاہے کہ در مستی جلوہ نماید دمِ خود را در دیگر پر ہار اطاؤس آسا پریشان می سازد و برقص در می آید، سر و گردن و زیر حلقوم او ہر ساعت برنگے ظاہر می گردد، وقتیکہ در مستی ست سرخ سرخ است گویا کہ تمام را بہ مرجان مرصع ساختہ اند و بعد زمانے ہمین جاہا سفید می شود، و بطریق پنبہ بنظر در می آید، بو قلمون آسا ہر زمان

بو رنگے دیگر دیدہ می شود و دو پارچہ گوشتی کہ بر سر دارد بہ تاجِ خروس مشابہ است، غریب این است کہ در ہنگام مستی پارچۂ گوشت مذکور بطریق خرطوم از بالائے سر او تا یک وجب می آویزد و باز کہ آن را بالا می کشد چون شاخِ کرگدن بر سر او مقدار دو انگشت نمایان می گردد اطراف چشم او ہمیشہ فیروزہ گون ست"

ایک اور پرندہ کی تصویر یون کھینچتا ہے:-

"یکے از خصوصیاتِ این جانوران ست کہ تمام شب پائے خود را بر شاخِ درختے بند کردہ خود را سر نشیب سازد و با خود زمزمہ می کند و چون روز شد بالائے آن درخت می نشیند"

اسی طرح وہ جشنون کی چہل پہل، لڑائیون کی ہل چل، شکارون کی دوڑ دھوپ، موسمون کی دلآویزی، باغون کی تروتازگی، آپس کی صحبتون کی رنگینی کو ایسے بے تکلف، برجستہ اور دلآویز طریقہ سے ادا کرتا ہے کہ بڑے بڑے نامور انشاپرداز نہین کرسکتے، ان خصوصیتون کے بیان کرنے کے بعد اب ہم ان حالات کی طرف متوجہ ہوتے ہین جن سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یورپ کے مورخین اس کی زندگی کا جو نقشہ کھینچتے ہین کہان تک صحیح ہے،

تزک جہانگیری اس کا روزانہ روزنامچہ ہے، اس مین وہ تاریخ وار تمام واقعات جو اُس کو پیش آتے ہین اور جن اشغال مین وہ مشغول رہتا ہے تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی عمر کا بڑا حصہ ملک کے دورہ مین صرف ہوا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ ملک اور رعایا کے حالات سے اطلاع حاصل کرتا تھا۔ اس خصوصیت مین وہ اپنے تمام پیشرؤن اور جانشینون سے بڑھا ہوا ہو کہ اس کے سفر کی مدت اور سفر کے حدود سب سے زیادہ وسیع ہین دورہ کے روزانہ حالات جو وہ قلمبند کرتا ہے اس مین عیش وعشرت کا حصہ بہت کم نظر آتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ وہ ان واقعات کو قلم انداز کرتا جاتا ہے، شبستانِ عیش مین بسر کرنا، شراب

جلسے قائم کرنے، جشن آرائی کی دھوم دھام، نغمۂ و سرود کی مجلسین، ان تمام واقعات کو وہ نہایت مزے لیکر بیان کرتا ہے، لیکن جب اس قسم کے حالات کو اس کے ملکی اور علمی اشغال سے موازنہ کیا جاتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان تفریحی اشغال کو اس نے اسی حدتک جائز رکھا تھا جس قدر آج یورپ نے باوجود کمال تہذیب کے جائز رکھا ہے،

مہاتِ ملکی کی طرف توجہ

ہم دیکھتے ہین کہ کبھی وہ بڑی مہمات پر فوجین بھیج رہا ہے، کبھی ایک غریب بڑھیا کی ایک طاقتور درباری کے مقابلہ مین دادرسی کر رہا ہے، کبھی علاقہ کی پیمایش مین مصروف ہے، کبھی صوبہ جات کے گورنرون کے نام احکام جاری کر رہا ہے، کبھی ملکی پیداوار کی تحقیقات مین مصروف ہے، کبھی سرحدی حکمرانون سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، کبھی علماء کی مجلس مین شریک ہے، کبھی غیر مذہب والون سے علمی مباحثے کر رہا ہے، اسی حالت مین کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے، تو اربابِ نشاط اور نغمہ وسرود سے بھی دل بہلا لیتا ہے، اگر یہ جرم ہو تو سب کو اس جرم کا مرتکب ہونا چاہیئے، ع

بہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسامی باش

اُس نے تخت پر بیٹھنے کے ساتھ پہلا حکم جو صادر کیا وہ زنجیرِ عدالت کا آویزان کرنا تھا، شخصی حکومتون مین رعایا کی دادرسی مین جو امر سب سے بڑا دقت طلب ہوتا ہے وہ بادشاہ کے دربار کی رسائی ہے، نقیب و چاؤش، حاجب و دربان، خدم وحشم کے ہجوم مین مظلومون کا بادشاہ تک پہنچنا ایک طرف اون کی آواز بھی نہین پہنچ سکتی،

جہانگیر نے سب سے پہلے اسکی طرف توجہ کی اور حکم دیا کہ ایک زنجیر قلعہ کے برج سے دریا تک لٹکائی جائے تاکہ جو مظلوم شاہی دربار تک نہ پہنچ سکے، اس زنجیر کو ہلادے،

جب کوئی شخص اس زنجیر کو ہلاتا تھا تو قلعہ مین خبر ہو جاتی تھی، اور جہانگیر اسی وقت باہر

نکل آتا تھا، اور اس کی دادرسی کرتا تھا،

جہانگیر کی نفاست پسندی نے یہان بھی کام کیا یعنی زنجیر زرخالص سے تیار کی گئی، یہ زنجیر ۳۰ گز لمبی تھی، اور ۴ من وزن تھا، اس مین ساٹھ گھنگرو تھے، جو زنجیر ہلانے سے بجتے تھے،

اس کے علاوہ تخت نشینی ہی کے ساتھ اس نے دوازدہ گانہ احکام صادر کئے جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) تمغا، اور میر بحری، اور وہ ٹکس جو ہر صوبہ کے جاگیرداروں نے مقرر کئے تھے، قطعاً موقوف کر دئے،

(۲) جن راستون مین ڈاکے پڑتے تھے حکم دیا کہ منزل بہ منزل سرائین، کوئین اور مسجدین تیار کرائی جائین تاکہ لوگ آباد ہو جائین اور چوری وغیرہ نہ ہونے پائے، اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ سوداگرون کا اسباب اون کی مرضی کے بغیر کوئی کھولنے نہ پائے،

(۳) اب تک یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص مرجاتا تھا اس کا مال ضبط ہو کر خزانۂ شاہی مین داخل ہوتا تھا، اگرچہ اکثر وہ وارثون کو واپس ملتا تھا، لیکن یہ شاہی احسان سمجھا جاتا تھا، جہانگیر نے حکم دیا کہ جائداد و مال وارثون کا حق ہے، کسی کو اس مین تصرف کا حق نہین، البتہ جو شخص لاوارث مرجائے اس کا مال بیت المال مین داخل ہو، لیکن وہ بھی صرف پبلک ورکس یعنی سراؤن پلون، تالابون کی تیاری مین صرف کیا جائے،

(۴) تمام ممالکِ محروسہ مین شراب اور دیگر مسکرات بکنے نہ پائین، جہانگیر نے جہان اس حکم کا ذکر کیا ہے انصاف پسندی کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے :-

"باآنکہ خود بخوردن شراب ارتکاب می نمایم"

(۵) کسی کے مکان مین سرکاری ملازمین اترنے نہ پائین،

(۶) ناک، کان کاٹنے کی جو سزائین دیجاتی تھین، یکقلم موقوف کر دین،

(۷) رعایا کی زمین زبردستی خالصہ مین شریک نہ کیجائے۔

(۸) ملازمین شاہی اپنے علاقون مین بغیر اجازت کے شادی نہ کرنے پائین،

(۹) تمام بڑے بڑے شہرون مین شفاخانے قائم کئے جائین، اور طبیب و جراح مقرر ہون اور یہ تمام صرف جیب خاص سے ادا کیا جائے،

(۱۰) ۱۸ ربیع الاول (تاریخ ولادت جہانگیر) اور جمعرات اور ہفتہ کو جانور ذبح نہ کئے جائین،

(۱۱) عام حکم دیا کہ والد ماجد (اکبر شاہ) کے زمانے کے تمام مناصب اور عہدے برقرار رکھے جائین:۔

(۱۲) جس قدر قیدی قلعون مین اور جیل خانون مین مقید تھے سب آزاد کر دیے۔[۱]

جغرافیانہ اور محققانہ تحقیقات

ہندوستان کی سیکڑون تاریخین لکھی گئین جن مین حکومت اور فتوحات کے حالات ہین، لیکن کوئی کتاب جغرافیہ کے طرز پر نہین لکھی گئی جس سے ایک ایک شہر اور قصبہ کے حالات معلوم ہوتے، اس انداز کی سب سے پہلی کتاب آئین اکبری ہے جسمین نہایت اجمالی حالات ہین، آج کل گزیٹیر کا جو طریقہ ہے، یہ اس عہد مین بالکل نہ تھا، لیکن اس کا خاکہ درحقیقت جہانگیر نے قائم کر دیا تھا، تزک جہانگیری مین وہ جس صوبہ یا جس شہر کا حال لکھتا ہے، اس کی ابتدائی تاریخ، مساحت، پیداوار کے اقسام، آب و ہوا، اثمار و اشجار، رسوم و عادات، ایک ایک چیز کو نہایت تفصیل سے لکھتا ہے، مثلاً کشمیر کے حال مین لکھتا ہے:۔

کشمیر اقلیم چہارم مین شامل ہے، اس کا عرض بلد خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے، مدت سے یہ ملک ہندو راجاؤن کے قبضہ مین تھا، چنانچہ ان کی کل مدت حکومت ....۴ سال ہے، جس کے تفصیلی حالات راج ترنگ کی تاریخ مین

---

[۱] دیکھو تزک جہانگیری صفحہ ۲، تا صفحہ ۵،

جس کا ترجمہ عرش آشیانی (اکبر) کے حکم سے فارسی مین ہو چکا ہے، یہ تفصیل مذکور ہین ۷۱۲؁ھ
مین مسلمانون کا قبضہ ہوا، ۳۲ حکمرانون نے ۲۸۲ برس تک حکومت کی ۹۹۴؁ھ مین عرش
آشیانی (اکبر) نے فتح کیا،

کشمیر کا طول پہلو لباس سے نشیبی حصہ تک ۶۵ کوس ہے، اور عرض ۲ کوس، ابوالفضل
نے اکبر نامہ مین یون ہی قیاساً لکھ دیا، کہ کشمیر کا طول دریاے کشن گنگا سے ۱۲۰ کوس ہی،
مین نے بہ نظر احتیاط ماہران فن کو مقرر کیا، کہ طول اور عرض کی پیمایش کرین، ابوالفضل نے
۱۲۰ کوس جو لکھے وہ کل ۶۷ ٹھہرے، قاعدہ یہ ہے کہ ہر ملک کی سرحد وہان تک قرار دیجاتی
ہے، جہان تک اس ملک کی بولی بولی جاتی ہے، اس بناپر پہلو لباس سے کشمیر کی سرحد مقرر کی
گئی ہے، جو دریاے کشن گنگا سے ۱۱ میل اس طرف ہی،

شہر کا نام سری نگر ہے، دریاے بہت شہر کے بیچ مین بہتا ہے، اس دریا کا مخرج ایک چشمہ
ہے، جس کا نام ویری ناگ ہی، جو سری نگر سے ۱۴ کوس ہے، مین نے اس چشمہ پر ایک باغ اور
عمارت طیار کرائی ہے، شہر مین چار پل نہایت مستحکم اور مضبوط ہین، پل کو کشمیری زبان مین
کدل کہتے ہین، یہان ایک نہایت عالیشان مسجد ہے جو سلطان سکندر نے ۷۹۵؁ھ مین طیار
کرائی تھی، محراب سے شرقی دیوار تک ۱۴۵ گز طول اور ۱۴۴ گز عرض ہی، میر سید علی ہمدانی کی
ایک خانقاہ یہان یادگار ہے، یہان آمد و رفت کشتی کے ذریعہ سے ہے، ۵۷۰۰ کشتیان
اور ۷۴۰۰ ملاح ہین،

کشمیر مین ۳۸ پرگنہ جات ہین، بالائی حصہ کو مراج اور نشیبی کو کامراج کہتے ہین، یہان مالگذاری
مین نقدی دینے کا دستور نہین، بلکہ بٹائی کا طریقہ ہے، ایک خروار تین من آٹھ سیر کا ہوتا ہے، اس
حساب سے کشمیر کی کل مالگذاری ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار ۵۰ خروار ہے، جس کو نقدی سے بدل دین

نو سات کروڑ ۶۶ لاکھ ستر ہزار دام ہوتے ہین (دام قریباً سوا پیسہ کا ہوتا ہی)

کشمیر کا راستہ سخت دشوار گذار ہے، نسبتہً سب سے آسان راستہ بھمبر اور پگلی کا ہے لیکن کشمیر کی بہار دیکھنی ہو تو پگلی کے راستہ سے جانا چاہئے،،

کشمیر ایک ہمیشہ بہار چمن زار ہے، جہان تک نگاہ کام کرتی ہے، سبزہ، آب رَوان گلاب، بنفشہ، نرگس،، ور سیکڑون قسم کے پھول ہی پھول نظر آتے ہین، بہار مین نہ صرف صحرا و چمن بلکہ در و دیوار، صحن و بام، لالہ سے پٹ جاتے ہین،

کشمیر کے تمام مکانات چوبین ہوتے ہین، جو دو منزلے سہ منزلے ہوتے ہین، بالاخانہ کو خاکپوش کر کے اس مین لالہ بوتے ہین جو بہار مین پھولتا ہے، اور عجب عالم پیدا کرتا ہے یہ خاص کشمیر کی ایجاد ہے،

کشمیر کے مضافات مین پھولون کی اقسام کا شمار نہین ہو سکتا، استاد منصور نقاش نے میرے حکم سے جتنے پھولون کی تصویرین لین اون کی تعداد سو سے متجاوز تھی، عرش آشیانی سے پہلے یہان شاہ آلو مطلق پیدا نہین ہوتا تھا، محمد قلی افشار نے کابل سے لا کر پیوند لگایا، اب تک دس پندرہ درخت طیار ہو چکے ہین،

اس کے بعد تمام میوہ جات اور پیداوار اور حیوانات اور لوگون کی معاشرت اور رہنے سہنے کا حال لکھا ہے، اس مختصر مضمون مین ان کی گنجایش نہین،

انصاف کرو ایک محقق جغرافیہ دان اور مورخ کسی ملک کا حال اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا تھا، باوجود اس کے یورپین مورخون کی ناانصافی اور ستم ظریفی دیکھو کہ جہانگیر کو مستِ لا یعقل کا خطاب دیتے ہین، اور افسوس یہ ہے کہ ہمارا اردو کا انشاپرداز بھی (مولوی محمد حسین آزاد) قاضی نور اللہ شوستری کے خون کا انتقام اسی پردہ مین لیتا ہے،

جہانگیر کے دورہ کی حد ایک طرف آگرہ سے لیکر پنجاب اور کشمیر تک اور دوسری طرف مالوہ
اور گجرات تک ہے، ان ممالک کے اضلاع اور شہرون بلکہ قصبات تک کے تمام حالات اس نے
جس تحقیق سے لکھے ہین، اس پر اضافہ نہین ہوسکتا،

علم الحیوانات

جہانگیر کے زمانہ مین کسی کو اس فن کا خیال بھی نہ ہوگا، لیکن تزک جہانگیری مین اسکے
متعلق اس قدر معلومات ملتے ہین کہ اس علم کی ایک اچھی ابتدائی تصنیف اس سے تیار ہوسکتی
ہے، شکار کا شوق، شاہی لوازم مین داخل ہے، اور گو خشک مزاج عالمگیر اس کو "کار بیکاران"
کے لقب سے یاد کرتا تھا، لیکن خود بھی اکثر بیکار رہتا تھا تاہم آج تک کسی نے اس سے یہ کام
نہین لیا کہ علم الحیوانات کی تدوین مین کام آئے، جہانگیر کو بھی شکار کا بے انتہا شوق تھا،
ایک دفعہ اس نے اپنی شکار افگنی کا نقشہ تیار کرانا چاہا، چونکہ دفتر مین ایک ایک چیز قلمبند کی جاتی
تھی اس لئے تحقیقات سے ثابت ہوا کہ بارہ برس کی عمر یعنی ۹۸۸ھ سے پچاسوین سال
تک ۲۸۵۳۲ جانور اس نے شکار مین مارے تھے، جن مین ۸۶ شیر تھے، تزک مین ایک ایک
جانور کی الگ الگ تفصیل لکھی ہے،

وہ جس جانور کو مارتا تھا، فوراً اوس کا وزن اور تشریح کرتا تھا اور یہ دیکھتا تھا کہ اس مین
غیر معمولی کیا چیزین ہین، مثلاً،

گرگ نرے میرزا رستم شکار کردہ بود، آوردمی خواستم کہ ملاحظہ نمایم کہ زہرۂ او بطریق
زہرۂ شیر درون جگر واقع است، یا مانند جانوران دیگر، بیرون جگر دارد، بعد از تفحص ظاہر شد
کہ زہرۂ او ہم در درون جگرمی باشد،

یکے از بز ہاے نر را کہ از ہمہ کلان تر بود فرمودم کہ بوزن در آورند، دو من وبست
وچہار سیر ظاہر شد، از گورخر ہاے شکاری یکے کہ بہ جثہ از ہمہ قوی تر بود نہ من وشانزدہ

دو سیر سنجیدہ شد،

مگر مچھ دیدہ شد کہ ہشت گز طول و یک گز عرض داشت،

نورجہان بیگم قریشہ اینجا بہ بندوق زد کہ تا حال بہ آن کلانی و خوش رنگ دیدہ نشدہ بود. فرمودم وزن نمودند نوزدہ تولہ و پنج ماشہ بوزن درآمد،

درین تاریخ امانت خان دو دندان فیل گذرانید بغایت کلان کہ یکے ازان سہ ذرع و (گز) داشت طول و شانزدہ طسو ضخامت داشت بہ من دو سیر بوزن درآمد،

چونکہ قدیم تصنیفات مین تصویر درج نہین کرتے تھے اس لئے علم الحیوانات کی تصانیف مین سب سے مقدم یہ ہے کہ جس جانور کا ذکر کیا جائے اسکی صورت شکل، ڈیل ڈول، خط و خال، رنگ روپ کا اس طرح بیان کیا جائے کہ آنکھون مین تصویر پھر جائے، حیوٰۃ الحیوان دمیری مین جو اس فن کی سب سے عمدہ کتاب خیال کیجاتی ہے، اکثر یہ نقص پایا جاتا ہے کہ دو جانور جو باہم ملتے جلتے ہین، ان مین امتیاز نہین ہو سکتا، لیکن جہانگیر جس جانور کا ذکر کرتا ہے تصویر کھینچکر رکھدیتا ہے، اس سے اس کی قوتِ تحریر اور قدرتِ زبان کا بھی اندازہ ہوتا ہے، ولایتی مرغی کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، اس کو ایک بار اور پڑھو، ایک اور موقع پر ایک قسم کے بندر کا ذکر کرتا ہے:۔

میمونے آوردہ بود بہ ہیأت غریب و شکل عجیب دست و پا و گوش و سر او بعینہ میمون ست و روے او بروے روباہ می ماند، رنگِ چشمہاے او بہ رنگِ چشم باز، لیکن از چشم باز کلان تر ست، از سر او تا سر دم یک ذرع معمول بودہ است، از میمون پست تر و از روباہ بلند تر است، رنگِ او خاکستری ست از بنا گوش تا زنخ سرخ است می گون، دم او از نیم ذرع دو سہ انگشت دراز تر غالباً بہ خلاف دیگر میمون ہا دم این جانور افتادہ ہست،

لیکن اس نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ تمام کمیاب جانورون کی تصویرین کھچوائین اور تزک

جہانگیری مین شامل کین، چنانچہ اس کا ذکر مصوری کے بیان مین آئیگا، اکثر شکارون مین جب کوئی غیر معمولی قد وقامت کا جانور شکار کرتا تو اس کی تصویر کھچواتا تھا، سنہ جلوس مین ایک نہایت مہیب شیر کا شکار کیا تو اسکی تصویر کھچوائی، چنانچہ خود لکھتا ہے،

از ایام شہزادگی تا حال این ہمہ شیر کہ شکار کردم در بزرگی وشکوہ وتناسب اعضا مثل این شیرے بہ نظر نیامدہ بہ مصوران فرمودم کہ شبیہہ آن را موافق ترکیب وجثہ بکشند بست ونیم من جہانگیری وزن شد، (صفحہ ۳۷۵)

علم الحیوانات کے نتائج مین اس سے بہت مدد ملتی ہے کہ جانورون کے نہایت غیر معمولی اقسام ڈھونڈ کر پیدا کئے جائین، کیونکہ اس سے اکثر جانورون کی ماہیت اور جنس ونسل جو قرار پاچکی تھی، بدل جاتی ہے جہانگیر اس کا خاص خیال رکھتا ہے، سفید رنگ کا چیتہ بہت کم سنا گیا ہے، راجہ نرسنگھ دیو نے جب سنہ جلوس مین پیش کیا تو نہایت خوش ہوا، تزک مین اسکا جہان ذکر کیا ہے، لکھتا ہے کہ مین نے حسب ذیل جانور بالکل سفید دیکھے ہین، اور میرے چڑیا خانے مین موجود ہین،

شاہین، باشہ، شکرا، کنجشک، کوا، بٹیر، تیتر، پودنہ، طاؤس، باز،

جہانگیر کا جانور خانہ، حقیقت مین ایک عجائب خانہ تھا، اس مین ایسے بھی بہت سے جانور تھے، جن کی خلقت غیر معمولی خلقت تھی، ان مین ایک بکرا تھا، جو بقدر ایک پیالہ کے دودھ دیتا تھا،[1]

سنہ جلوس مین ولایت زیر باد سے ایک پرند آیا جو طوطی کے مشابہ تھا، اس کی یہ عادت تھی کہ تمام رات الٹا لٹک کر چہچے کرتا تھا، جہانگیر اس کا حال ان الفاظ

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۴۴،

مین لکھتا ہے :-

درین روزہا جانورے از ولایت زیر باد آوردہ بودند کہ رنگ اصل بدن او موافق بہ رنگ طوطی ست لیکن در جثہ از و کوچک ترست، یکے از خصوصیات این جانور آن ست کہ تمام شب پائے خود را بر شاخ درختے یا چوبے کہ او را بر آن نشانیدہ باشند، بند کردہ خود را سرنشیب می سازد و با خود زمزمہ میکند و چون روز شد بر بالائے آن شاخ درخت می نشیند، آب مطلق نمی خورد، و در طبیعت او کار زہر می کند،

جہانگیر ان عجائبات کے بہم پہنچانے مین بے دریغ روپیہ صرف کرتا تھا، اُن امراء سے نہایت خوش ہوتا تھا، جو اس قسم کی چیزون کو بہم پہنچاتے تھے، اور روپیہ کا مطلق خیال نہین کرتے تھے، مقرب خان کو بندر کھمبات مین بھیجا تو تاکید کی، کہ

بہ بندر گوہ رفتہ نفایسے کہ دران جا بدست آید جہت سرکار خاصہ شریفہ خریداری نماید، حسب الحکم بہ استعداد تمام بہ گوہ رفت و مدتے دران جا بود و نفایسے کہ دران بندر بدست افتادہ اصلا روے زر نہ دیدہ، بہر قیمتے کہ فرنگیان خواستند زر دادہ گرفت، از ان جملہ جانورے چند آوردہ بود بسیار عجیب و غریب، چنانچہ تا حال ندیدہ بودم بلکہ نام او کسے نمیدانست الخ[1]

اس کے فیل خانہ مین ایک ہاتھی تھا، جس کا نام اس نے گجراج رکھا تھا، اس کا قد سات گز شرعی اور آٹھ انگل کا تھا، (شرعی گز جیسا کہ خود جہانگیر نے تصریح کی ہے، چوبیس[2] انگل کا ہوتا ہے، یعنی ایک ہاتھ سے کچھ کم)

علم الحیوانات کا نہایت اہم مسئلہ جانورون کے خصائص طبعی کا علم ہے، یعنی کون سے افعال اور خصائص ان کی فطرت مین داخل ہین، اور کون سے ایسے ہین جو تعلیم و تربیت سے

---

[1] تزک جہانگیری ص ۱۰۵، [2] ایضاً ص ۲۴۳،

بدل سکتے ہین، اس پر بہت سے عملی نتائج موقوف ہین، مثلاً ہاتھی ایک مفید اور ضروری جانور ہے، لیکن اس کے خصائص مین ہے کہ آبادی مین جفت نہین ہوتا، اس ضرورت سے ہمیشہ جنگل سے گرفتار کرنے پڑتے ہین، ورنہ اگر اون کی نسل پھیل سکے تو نہایت آسانی ہو جائے،

جہانگیر اس امر پر خاص توجہ رکھتا تھا، اور اس نے تجربہ سے ثابت کر دیا کہ بہت سی باتین جو بعض بعض جانورون مین فطری سمجھی جاتی تھین، تربیت کے اثر سے بدل سکتی ہین، شیر کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ کبھی انسان سے رام نہین ہوتا، لیکن جہانگیر لکھتا ہے:۔

شیران بہ نوعے رام گشتہ اند کہ بے قید و بے زنجیر گلہ گلہ درمیانِ مردم می گردند و ضرر ایشان بہ مردم نمی رسد،

یہ بھی مشہور ہے کہ شیر، چیتے، ہاتھی، آبادی مین بچے نہین جنتے،

اکبر نے ایک ہزار کے قریب چیتے جمع کئے تھے، اور ان کو ایک جگہ رکھتا تھا، کہ شاید جفت ہون لیکن کبھی نہ ہوئے، نر اور مادہ کھلے باغون مین چھوڑ دادیئے، جب بھی الگ رہے لیکن جہانگیر کے جانور خانے مین شیر اور چیتے دونون نے بچے جنے جہانگیر لکھتا ہے:۔

مادہ شیرے آبستن شد، وبعد از سہ ماہ سہ بچہ زائید واین ہرگز نہ شدہ کہ شیر جنگی بعد از گرفتاری بہ جفت خود جمع شدہ باشد (صفحہ ۱۱۷)

ہاتھی کی نسبت لکھتا ہے:۔

شب یکشنبہ مادہ فیلے از فیل خانہ خاصہ درحضور من زائید، مکرر فرمودہ بودم کہ تحقیق مدت حمل نمایند، آخر الامر ظاہر شد کہ بچہ مادہ یک سال وشش ماہ و بچہ نر نوزدہ ماہ در شکم مادر مے ماند، بخلاف تولد آدمی کہ اکثر بچہ از شکم مادر بہ سر فرود می آیند بچہ فیل اکثر بہ پا برمی آید (صفحہ ۲۰۰)

اسی طرح سارس، تدرو وغیرہ کے واقعات لکھے ہین ایک شیر کی نسبت لکھا ہے کہ ایک بکری سے اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ بغیر اس کے بسر نہین کر سکتا تھا، دونون ایک پنجرے مین رہتے تھے، چنانچہ لکھتا ہے،

شاہزادہ داور بخش شیر پیشکش کرد کہ با بز الفت گرفتہ در یک قفس می باشند و بآن بز نہایت محبت و الفت ظاہر می سازد، بہ دستورے کہ حیوانات جفت می شوند بز را در آغوش گرفتہ حرکت می کنند حکم کردند کہ آن بز را مخفی داشتند فریاد و اضطراب بسیار ظاہر ساخت (۳۹۹)

اس قسم کے اور بہت سے واقعات لکھے ہین، جو علم الحیوانات کے لئے کار آمد ہین،

فن مصوری | عام خیال ہے کہ چونکہ اسلام نے تصویر کشی کو حرام کر دیا، اس لئے مسلمان اس فن مین کچھ ترقی نہ کر سکے، بلکہ ان کے عہد مین یہ لطیف فن گویا مٹ گیا ہم کو مذہبی مسئلہ سے بحث نہین، لیکن تاریخی واقعہ یہ ہے کہ مسلمانون نے اس فن مین کچھ کم ترقی نہین کی، اور سلاطین اور امرائے اسلام اس فن کے ساتھ خاص شغف رکھتے تھے، اور جہانگیر تو گویا عاشق تھا، اس کی مہارت اس فن مین اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ایک تصویر اگر مختلف مصورون کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہوتی تھی تو وہ بتا دیتا تھا کہ کہان تک کس کے ہاتھ کا کام ہے، خود تزک مین لکھتا ہے:۔

اگر در یک صورت، چشم و ابرو را دیگرے کشیدہ باشد در آن صورت می فہم کہ اصل چہرہ کار کیست، و چشم و ابرو را کہ ساختہ؟

اس کے دربار مین مشہور مصور ابو الحسن تھا، جس کو جہانگیر نے سنہ ۱۳ جلوس مین نادر الزمانی کا خطاب دیا تھا، خطاب دینے کی تقریب مین لکھتا ہے:۔

کارش بہ عیار کامل رسیدہ و تصویر او از کارنامہائے روزگار ست، درین عصر نظیر

وعدیل خود ندانند، اگر درین روزگار استاد عبد الحئی و استاد بہزاد در صفحۂ روزگار می بودند انصاف کار او مے دادند۔۔۔ الحق نادرۂ زمانِ خود بودہ و ہمچنین استاد منصور نقاش که بخطاب نادر العصری ممتاز است در فن نقاشی یگانۂ عصر خود ست (۲۳۵)

جہانگیر نے نہایت نادر نادر تصویرین اور مرقعے طیار کرائے تھے، سنہ ۱۴ جلوس مین خان عالم کو جب عراق بھیجا ہے تو بشن داس کو جو فن تصویر مین یکتائے روزگار تھا، ساتھ بھیجا ہے کہ شاہ عباس صفوی اور اس کے ارکان سلطنت کی تصویر کھینچ کر لائے، چنانچہ خود لکھتا ہے:۔

وقتے که خان عالم را بعراق می فرستادم بشن داس نام مصورے که در شبیہ کشی از یکتایانِ روزگار ست ہمراہ دادہ بودم که شبیہ شاہ و عمدہاے دولت ایشان را کشیدہ بیارد شبیہ اکثرے را کشیدہ بود به نظر درآورد خصوصاً شبیہہ شاہ برادرم (یعنی عباس صفوی) را بسیار خوب کشیدہ بود چنانچہ بہر کس از بندہاے ایشان نمودم، عرض کردند که بسیار خوب کشیدہ (ص ۲۸۵)

تزک کے شاہی نسخہ مین اپنے جلوس کا مرقع ابوالحسن نادر الزمانی سے طیار کرایا تھا جس کا اوپر ذکر گذر چکا ہے، چنانچہ اس کے صلہ مین اسکو نادر الزمانی کا خطاب دیا تھا، جس قدر عجیب و غریب حیوانات وغیرہ اس کے عجائب خانے مین تھے، سب کی تصویرین کھنچوا کر جہانگیر نامہ مین شامل کی تھین، چنانچہ خود لکھتا ہے:۔

حضرت فردوس مکانی (بابر شاہ) اگرچہ در واقعات خود صورت و اشکال بعضے جانوران را نوشتہ اند، لیکن غالبًا به مصوران نفرمودہ اند که صورت آن ہا را تصویر نمایند، چون این جانوران در نظر من به غایت غریب درآمدہ ہم نوشتم و ہم در جہانگیر نامہ فرمودم که مصوران، شبیہ آن ہا را کشیدند، تا حیرتے که از شنیدن دست دہد، از دیدن زیادہ گردد، (صفحہ ۱۰۵)

قدیم مرقعون اور تصویر دن کا نہایت شایق تھا، اور یہ شوق حد سے بڑھگیا تھا، امیر تیمور کے معرکہ جنگ کا مرقع ایک امیر نے ایران سے بہم پہنچایا تھا، اس کا ذکر تزک مین جس طرح کیا ہے، اس سے اس کے شوق کا اندازہ ہوسکتا ہے، یہ مرقع خلیل مرزا نے کھینچا تھا، اس مرقع مین ۲۴۰ تصویرین تھین، اور یہ سب ان شہزادون اور امرا، کی تصویرین تھین جو اس معرکہ مین شریک جنگ تھے، ہر تصویر کے نیچے صاحب تصویر کا نام بھی لکھدیا تھا، یہ مرقع شاہ اسمٰعیل صفوی کے کتبخانے سے شاہ عباس کے ہاتھ آیا تھا، شاہ عباس کے داروغۂ کتب خانہ نے اس کو چوری سے بیچ ڈالا، اتفاق یہ کہ جہانگیر نے خان عالم کو جب ایران بھیجا تھا تو اصفہان مین یہ مرقع بازار مین بک رہا تھا، خان عالم نے خرید لیا، شاہ عباس کو خبر ہوئی تو خان عالم کو لکھ بھیجا کہ مین صرف دیکھنا چاہتا ہون، بھیجدو، خان عالم نے بہت ٹالا لیکن شاہ عباس کے اصرار سے مجبور ہوگیا، اور آخر بھیجدیا، شاہ عباس کو چونکہ جہانگیر کی تصویر دوستی کا حال معلوم تھا، چند روز اپنے پاس رکھکر خان عالم کے پاس بھیجدیا، یہ تمام داستان جہانگیر نے تزک مین لکھی ہے، اور عجیب جوشِ مسرت سے لکھی ہے، ایک جگہ لکھتا ہے ۔

> از نفائس و نوادر روزگار کہ خان عالم آوردہ الحق از تائیدات طالعِ او بود کہ چنین تحفہ بدست افتادہ مجلس جنگ صاحبقران ست لٔ اگر نام مصور نبودے گمان می شد کہ کار بہزاد باشد،
>
> چون توجہ خاطر ما را بہ امثال این نفائس می دانند کہ درچہ مرتبہ است از خواستن نیز در کلی وجزوی بحمد اللہ کہ مضائقہ نیست، حقیقت را بہ خان عالم ظاہر ساختہ بازبرمشار الیہ لطف نمودند، (صفحہ ۲۸۵)

اپنے زمانہ کے نامور آدمیون کے بت (مینچو) بھی تیار کرائے تھے، اور تعجب یہ ہے کہ ان مین

ہندو راجاؤن کے بت بھی تھے، مہارانا اودے پور اور اس کے ولیعہد کرن کا جو بت تیار کرایا تھا، اس کے متعلق ۱۱؁ جلوس کے واقعات مین لکھا ہے :۔

صورت رانا کرن پسر اور ا بہ سنگ تراشان تیز چنگ ، فرمودہ بودم کہ از سنگ مرمر بہ قد و دو تر کیب داد ند بتراشند، درین تاریخ صورت اتمام یافتہ و بہ نظر در آمد، فرمودم کہ بہ آگرہ بردہ در باغ جھروکہ درشن نصب کنند،، (صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۳)

جہانگیر تصویر شناسی کا جو دعوی کرتا ہے تذکرون اور تاریخون سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے، سرخوش نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک تصویر جہانگیر کو لاکر دی جس مین ایک عورت کی تصویر اس حالت مین کھینچی تھی کہ اس کی کنیز جہانوین سے اس کے تلوے مل رہی ہے، جہانگیر نے پانچہزار روپیے دیکر وہ تصویر مول لی، اس پر صاحب تصویر کو تعجب ہوا اور عرض کی کہ حضور! اس مین کیا بات ہے؟ جہانگیر نے کہا، جب تلوے سہلائے جاتے ہین تو خفیف سی گدگدی پیدا ہوتی ہے، اس کا اثر چہرہ پر بھی ظاہر ہوتا ہے، اور اثر تصویر مین موجود ہے،

صناعی اور صنعت گری

جہانگیر کی خوش مذاقی اور قدردانی نے صناعی کو جس قدر ترقی دی اس کی تفصیل اس مضمون مین سما نہین سکتی، ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہین، جس کا ذکر جہانگیر نے ۶؁ جلوس کے واقعات مین استعجاب کے ساتھ کیا ہے، یہ پستہ کے چھلکے کے برابر ہاتھی دانت کے چار مرقعے تھے، ایک مین چند پہلوان باہم لڑ رہے ہین، ایک ہاتھ مین نیزہ لیے کھڑا ہے، دوسرے کے ہاتھ مین پتھر کا ٹکڑا ہے، ایک اور پہلوان زمین پر ہاتھ ٹیکے ہوے بیٹھا ہے، سامنے ایک کمان، ایک لکڑی اور ایک ظرف رکھا ہوا ہے، دوسرے مرقع مین ایک تخت ہے، جس پر ایک شامیانہ تنا ہوا ہے، تخت پر ایک بادشاہ پاؤن پر پاؤن رکھے ہوے بیٹھا ہے، پیٹھ تکیہ سے لگی ہوئی ہے، پانچ خدمتگار گرد و پیش کھڑے ہین، اوپر سے

ایک درخت کی شاخ بادشاہ کے سر پر سایہ کر رہی ہے۔ تیسرے مرقع مین نٹ تماشا دکھا رہے ہین ایک بلی کھڑی ہے، اس مین طناب بندھی ہین، ایک نٹ اس طرح کھڑا ہے کہ بائین ہاتھ کو سر کے پیچھے سے لا کر دائین پاؤن کو پکڑ لیا ہے ایک ہاتھ مین ایک لکڑی ہے جس کے سرے پر ایک بکری معلّق ہے، ایک اور نٹ گلے مین ڈھول ڈالے ہوئے بجا رہا ہے، ایک اور شخص ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے کھڑا ہے، اور طناب کی طرف دیکھ رہا ہے، پانچ شخص اور ادھر ادھر کھڑے ہین، چوتھے مرقع مین ایک درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہین، ایک آدمی انکے پاؤن چوم رہا ہے، وہ ایک پیر مرد سے باتین کر رہے ہین، چار شخص اور آس پاس کھڑے ہین، لطف یہ کہ یہ تمام تصویرین جو ہاتھی دانت کی تھین، صرف ایک پستہ کے چھلکے مین آجاتی تھین، جہانگیر کو اس صنعت گری پر اس قدر حیرت ہوئی کہ ان الفاظ مین اس کا ذکر کرتا ہی۔

یکے از غلامان بادشاہی کہ در خاتم بندخانہ کار می کند، کارنامہ ساختہ از نظر گذرانیدہ کہ تا امروز مثل این کارے نشدہ بود بلکہ نشنیدہ ام، چون نہایت غرابت دارد بہ تفصیل نوشتہ می شود، (تزک جہانگیری صفحہ ۹۷)

عبرت | تزک جہانگیری سرسید مرحوم نے علی گڈھ مین چھپوائی تھی، اس موقع پر ایک حاشیہ لکھا ہے جس مین تحریر فرماتے ہین:-

"ظاہر این کارنامہ از غلام خاتم بندخانہ شاہی معلوم نمی شود چہ در مجلس چہارم ساختن صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام را وجہی معلوم نمی شود، غالبًا این کارنامہ از کارنامہاے کاریگران فرنگ بودہ و بدستش افتادہ آن را از نام کارنامۂ خود نذر گذرانیدہ"

سید صاحب کو اس کا یقین نہین آسکتا کہ کوئی ہندوستانی شخص بھی ایسا کمال دکھا سکتا ہے اس لئے فرماتے ہین کہ کسی یورپین نے بنائی ہوگی، اور اس پر یہ قرینہ قائم کرتے ہین کہ چوتھے

مرقع مین حضرت عیسیٰ کی تصویر تھی، خوش اعتقادی کی یہ اخیر حد ہے، جس زمانے کا یہ ذکر ہے، اسوقت یورپ یورپ نہ تھا، اور سچ یہ ہے کہ ہاتھ کی صناعیون مین آج بھی یورپ ایشیا سے بازی نہین لیجا سکتا، مسلمان انبیاے بنی اسرائیل سے ایسے ناآشنا نہ تھے کہ حضرت عیسیٰ کی تصویر بنانا انکے لئے کوئی تعجب انگیز بات ہوتی خصوصًا جب کہ اکبر نے عیسائیون کو دربار مین دخل دیا تھا، اور حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کی تصویرین بنانا عام ہوچکا تھا،

تحقیقات اشیاء

جہانگیر کو ہر چیز کی تحقیقات کا خاص شوق تھا، جس ملک اور جس صوبہ مین جاتا تھا، وہان کی ایک ایک چیز کی تحقیق کرتا تھا، ہر جگہ پرچہ نویس اور واقعہ نویس مقرر تھے کہ ملکی حالات کے ساتھ ہر قسم کی تحقیقات کی رپورٹ کرتے رہین، جو باتین عام سے مشہور ہو گئی تھین، اور لوگ اُن کو مسلمات عامہ کی طرح تسلیم کرتے آتے تھے، جہانگیر ان کی تحقیق کرتا تھا، اور اکثر غلط ثابت ہوتی تھین، مثلاً عام طور پر مشہور ہے کہ مومیائی کے استعمال سے زخم فورًا اچھا ہوجاتا ہے، جہانگیر نے اس کا تجربہ کیا، اور نتیجۂ تجربہ ان لفظون مین لکھا ہے۔

دربابِ اثر مومیائی از حکیمان سخنان شنیدہ بودم، چون تجربہ شد ظاہر نگشت، نمی دانم کہ اطبا در اثر آن مبالغہ از حد گذرانیدہ اند، یا بجہت کہنگی اثر آن گم شدہ باشد، بہر تقدیر بہ دستے کہ قرار دادِ اطبا بود، پاے مرغ را شکستہ زیادہ از آنچہ می گفتند خورانیدہ پارہ بر محلِ شکستگی مالیدہ شد تا سہ روز محافظت نمودند، حالانکہ مذکور می شد کہ از صباح تا شام کافی ست، بعد از آن دیدہ شد، ہیچ گونہ اثرے ظاہر نہ شد، (صفحہ ۱۱۶)

زعفران کا خندہ زا ہونا، عمومًا مسلّم ہے، چنانچہ ذخیرۂ خوارزم شاہی مین جو طب کی معتبر کتاب ہے بہ تصریح مذکور ہے، جہانگیر نے قید خانہ سے ایک قیدی کو بلاکر پاؤ سیر زعفران کھلادی، کچھ اثر نہ ہوا، دوسرے دن آدھ سیر تک کھلائی، حس تک نہ ہوئی،[1]

[1] تزک جہانگیری ص ۳۹۲،

ہما جس کا سایہ مشہور ہے، جہانگیر نے اس کا پتہ لگایا تو اس قدر معلوم ہوا کہ پیر پنجال کے پہاڑون مین ایک پرندہ ہوتا ہے، جو ہڈیان کھاتا ہے، جہانگیر نے حکم دیا کہ جو شخص شکار کرکے لائے ہزار روپیہ انعام پائیگا، چنانچہ جمال خان بندوق سے مار کر لایا، جہانگیر نے سینہ چاک کراکے دیکھا تو چینہ دان مین ہڈی کے ریزے تھے[۱]، اسی بنا پر شاعر نے کہا ہے:-

ہمائے برسر مرغان ازان شرف دارد | کہ استخوان خورد و جانور نیازارد

چونکہ تمام ملک کو جہانگیر کے مذاق کا حال معلوم ہو گیا تھا، اس لئے ہر جگہ سے اسکو مفید اطلاعین پہونچتی تھین،

آسمان سے جو ستارے ٹوٹ کر گرتے ہین، عوام تو خدا جانے اس کے متعلق کیا کیا کہتے ہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ستارے کبھی کبھی باہم ٹکرا کر ٹوٹ جاتے ہین، تصادم کے وقت ان سے روشنی نکلتی ہے، ان کے اجزا زمین تک بھی آجاتے ہین، جہانگیر کے زمانے مین ایک دفعہ جالندھر کے مضافات مین بڑے زور کی آواز آئی، ساتھ ہی آسمان سے بجلی سی گری، یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگ برس رہی ہے، دس بارہ گز تک زمین بالکل جل کر سیاہ ہو گئی تھی، زمین کو کھودا گیا، تو لوہے کا ایک ٹکڑا نکلا جو سخت گرم تھا جب ٹھنڈا ہوا تو پرگنہ کے حاکم نے خریطہ مین رکھ کر جہانگیر کے پاس بھیجا، جہانگیر نے استاد داؤد کو حکم دیا، کہ اس کی تلوار بنا کر لائے، معلوم ہوا کہ گھن پڑنے سے چور ہو جاتا ہے، جہانگیر نے حکم دیا کہ لوہا بھی اسمین ملا دیا جائے، چنانچہ چوتھائی حصہ لوہا ملا کر دو تلوارین اور خنجر وغیرہ طیار ہوئے، جنمین یمنی تلوارون کا سا دم خم تھا، جہانگیر نے سامنے تجربہ کرایا، تو تلوارون نے خوب کاٹ کیا، بیدل خان نے اس پر رباعی لکھی[۲]

از شاہ جہانگیر جہان یافت نظام | افتاد یہ عہد او ز برق آہن خام

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۳۵۸ [۲] ایضاً ص ۳۲۰،

زان آہن شد بہ حکم عالمگیر شش   یک خنجر و کارد با دو شمشیر تمام

جہانگیر کی وقت نظری اور موشگافی اس حد تک تھی کہ مصنوعی اور مشتبہ چیزین گو کتنی ہی نظر فریب ہون اسکو دھوکا نہین دے سکتی تھین، بارہا لوگون نے بڑے بڑے عجیب وغریب مرقعے اور تصویرین وغیرہ اس کے سامنے پیش کین لیکن اس نے ظاہر فریبی پر اعتبار نہین کیا، ۳؁ جلوس مین مقرب خان نے ایک تصویر بھیجی جو یورپ سے ہاتھ آئی تھی، اور جس کی نسبت یہ روایت تھی کہ تیمور کی اس وقت کی تصویر ہے جب اس نے سلطان بایزید یلدرم کو گرفتار کیا تھا اسوقت قسطنطنیہ مین عیسائی حکومت تھی، وہان کے فرمان روا نے تیمور کے پاس سفارت بھیجی تھی، سفیر کے ساتھ مصور بھی آیا تھا، یہ تصویر اس نے کھینچی تھی، جہانگیر اس واقعہ کو لکھکر لکھتا ہے۔

اگر این دعوی صلے داشتہ باشد، ہیچ چیز تحفہ پیش من بہتر ازین نخواہد، چون بصورت وحلیہ اولاد و فرزندان سلسلہ علیہ آنحضرت مشابہتے ندارد خاطر بہ راست بودن این سخن تسلی نمی شود،[۱]

جہانگیر کو اس تحقیقات کا خاص شوق تھا کہ ہر چیز کس حد تک معمولی حالت سے زیادہ ہو سکتی ہے، چنانچہ اس نے اکثر درختون، پھلون، جانورون وغیرہ کے متعلق اس قسم کی تحقیقاتین کرائین، مثلاً انار کی نسبت ثابت ہوا کہ ۵۰ تولہ تک ہوتا ہے، بھی ۲۹ تولہ تک، یہ دونو پھل فراہ سے آئے تھے، اور اس نے وزن کرا کر دیکھا تھا،[۲] فتحپور سے ایک تربوز آیا جو وزن کرنے پر ۳۲ سیر کا ٹھہرا، ۱۱؁ جلوس مین جب شیخو پور پہنچا تو بڑ کا ایک درخت غیر معمولی قد وقامت کا نظر آیا، اسکی پیمایش کرائی، معلوم ہوا کہ اس کے تنہ کا دور اٹھارہ گز اور جڑ سے شاخ تک کی بلندی ۲۸ گز، اونچائین جو زمین گیر ہو کر درخت بنگئی ہین، ۲۰۳ گز ہین، ایک شاخ

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۳۰، [۲] ایضاً ص ۲۱۰ [۳] ایضاً ص ۱۷۸،

جو ہاتھی کے دانت کی طرح سامنے نکلی ہوئی تھی، ۴ گز تھی، اسی سنہ مین خرمے کا ایک عجیب و غریب درخت نظر سے گذرا، ۶۰ گز اونچا جا کر دو شاخین ہو گئی تھین، اور ہر شاخ دس دس گز کی تھی، جہانگیر نے مصورون سے اُن کی تصویرین کھچوا کر جہانگیر نامہ مین درج کرائین[۱]، اس قسم کے سیکڑون واقعات ہین جن کی تفصیل نہین ہو سکتی،

سپہ گری کا مذاق | تمام انگریزی مورخون اور ان کے مقلدون نے جہانگیر کو جس عینک سے دیکھا ہے اس سے وہ ایک مستِ الست عیاش نظر آتا ہے، لیکن تاریخی نگاہ پہلے ہی نظر مین پہچان سکتی ہے، کہ یہ وہی تیمور کا پوتا اور اکبر اعظم کا بیٹا ہے وہ نور جہان بیگم سے اپنی بات پر برہم ہو گیا، اور مدتون اس سے بات نہ کی کہ وہ دفعۃً شیر کے خیمہ مین آجانے سے بھاگ گئی تھی[۲]، مہابت خان سپہ سالار نے جب باغی ہو کر سات ہزار راجپوتون سے دفعۃً اس کا محاصرہ کر لیا، اور وہ بالکل تنہا رہ گیا، تو بار بار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا تھا کہ اس کا سر اڑا دے، لیکن مشیر نے روکا کہ یہ تحمل اور بلند حوصلگی کا وقت ہے، ایک دفعہ شیر کو اس نے بندوق کے کندے سے مار کر گرا دیا، چنانچہ اس کا حال خود لکھتا ہے:-

شیر از شدت غضب از جا بر خاستہ بہ قفائے فیل بر آمد فرصت مقتضی آن نہ شد
کہ بندوق را گذاشتہ شمشیر را کار فرمائیم، سر بندوق را گرداییدہ بہ دو دست
بر ہر دو آمدم و بہ دو سہ بندوق را چنان بر سر ورو سے اوزدم کہ از آسیب آن بر زمین افتاد
و جان داد[۳]

بھیڑیا بیس بیس تیس تیس تیر کھا کر بھی نہین مرتا، جہانگیر نے ایک ایک تیر مین مارا ہے، چنانچہ اس کا تذکرہ فخر کے لہجہ مین کیا ہے، لیکن بالآخر شرما کر کہتا ہے کہ اپنے منہ سے اپنے

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۱۷۸، [۲] اس واقعہ کو مآثر الامراء مین بہ تفصیل لکھا ہے۔ [۳] تزک جہانگیری ص ۲۷۶،

واقعات کیا بیان کروں اس لئے اسی ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں،

گرگے از پیش برآمد، تیرے نزدیک بہ بناگوش زدم کہ قریب بہ یک وجب فرد نشست

و بہمان تیر افتادہ جان داد، و بسیارے بودہ کہ پیش من جوانان سخت کمان بیست تیر دو سہ

تیر زدہ اند نہ مردہ، چون از خود نوشتن خوشنما نیست و زبانِ قلم۔ از عرضِ این

وقائع کوتاہ میدارم۔[1]

باوجود اس کے کہ اس کا زمانہ شاہانہ ناز و نعمت کا اوجِ شباب تھا، اور زمین و آسمان راحت

و آرام کے گہوارے بن گئے تھے، تاہم اس میں وہی سپاہیانہ جفاکشی اور محنت کے انداز موجود

تھے، جو اس کے اسلاف کے جوہر تھے۔ دریا میں جال لیکر اترنا اور مچھلی کا شکار کرنا ماہی گیروں کے

سوا کون کر سکتا ہے، لیکن، جہانگیر کو بہ این شاہنشاہی اس سے عار نہیں اور شوقیہ کرتا ہے

چنانچہ خود لکھتا ہے :-

تا حال سفرہ دام کہ از داہہاے متعارف است و بہ زبان ہندی بھنور جال می گویند نہ

انداختہ بودم، انداختنِ آن خالی از اشکالے نیست، بہ دستِ خود این دام را انداختہ

دہ دوازدہ ماہی گرفتم، و مروارید ہا در بینی آن کشیدہ بہ آب سر دادم،

ایک دفعہ باغ میں مجلس آرا تھا، باغ میں ایک نہر تھی جس کا پاٹ ۸ گز کا تھا، سب کو

حکم دیا کہ اسکو پھاندیں، اکثر لوگ بیچ میں رہ گئے جہانگیر نکل گیا، تاہم لکھتا ہے،

من ہم اگرچہ جستم، اما بہ آن چستی کہ در سنِ سی سالگی جستہ بودم درین ایام کہ

عمرِ من بہ چہل سالگی رسیدہ با آن قدرت و چالاکی نتوانستم جست۔[2]

کابل میں سات باغ، دور دور فاصلہ پر ہیں، ان سب کی ایک ہی دن میں پا پیادہ

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۲۶۷ [2] ایضاً ص ۵۱،

سیر کی، درختون پر خود چڑھ کر پھل توڑتا تھا، اور لکھتا ہے کہ اس طرح پھل کھانے مین خاص لطف ہے
شمشیر بازی کا فن مرتضیٰ خان دکنی سے سیکھا تھا، جو اس فن مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا،
چنانچہ سنہ ۵ جلوس مین اسکو ورزش خان کا خطاب دیا،

ایشیائی سلطنتون کا عام قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا مذاق تمام ملک مین سرایت کر جاتا ہے، اور تمام لوگون مین وہی خصائل پیدا ہو جاتے ہین، جو خود بادشاہ مین ہوتے ہین، جہانگیر کے زمانے مین سپہگری اور بہادری کا مذاق اس قدر عام ہو گیا تھا کہ لوگ شیرون سے لپٹ جاتے تھے، اور دست بدست لڑتے تھے سنہ ۸ جلوس مین جب ایک شیر دفعۃً جہانگیر پر آپڑا، تو انوپ راے بڑھ کر شیر سے مقابل ہوا، چنانچہ اس کی کیفیت جہانگیر ان الفاظ مین لکھتا ہے:-

انوپ راے سپہ پایہ را از دست گذاشتہ بہ شیر متوجہ شد، شیر بہمان چستی و چالاکی کہ حملہ آور گشتہ بود برو برگشت و او مردانہ بہ شیر رو بہ رو شد، آن چوب کہ در دست داشت بہ ہر دو دست دو بار بر سراو محکم فرد کوفت، شیر دہن باز کردہ ہر دو دست انوپ راے در دہن گرفت × × × انوپ راے زور کردہ دست ہاے خود را از دہن شیر بر می آورد، و دو سہ مشت بر کلہ او میزند و بہ پہلو غلطیدہ بزور زانو راست می ایستد، در رنگ دو کشتی گیر بہ یک دیگر چسپیدہ غلطان شدند، الخ[1]

سنہ ۱۱ جلوس مین چورون نے شاہی خزانہ پر چھاپا مارا، چند روز کے بعد ان کا پتہ لگا، اور گرفتار ہو گئے، جہانگیر نے ان کے سردار کی نسبت حکم دیا کہ ہاتھی کے پاؤن مین ڈال دیا جائے اس نے عرض کی کہ حکم ہو تو مین ہاتھی سے لڑ سکتا ہون، جہانگیر نے اجازت دی، وہ خنجر لے کر بڑھا، ہاتھی نے چند دفعہ اس کو اٹھا کر پٹک پٹک دیا، لیکن وہ ہر بار بڑھ کر ہاتھی پر حملہ آور ہوتا تھا،

---

[1] تزک جہانگیری ص ۱۲۴ [2] ایضاً ۱۹۰

یہانتک کہ ہاتھی کو پھر اسکی طرف بڑھنے کی ہمت نہین ہوئی،

نور جہان بیگم کا شیر مارنا سب جانتے ہین، لیکن اس نے یہ مشق جہانگیر کی ناراضی کے بعد پیدا کی تھی،

دادرسی، رعایا کی خبرگیری اور جفاکشی

مخالفین تو کہتے ہین کہ جہانگیر کا شراب و کباب کے سوا اور کچھ کام نہ تھا، لیکن واقعات بتاتے ہین کہ رعایا کی دادرسی، عدل و انصاف، ملک کی خبرگیری مین اکبر کے سوا کوئی اس کا جواب نہ تھا، اس دعویٰ کا ثبوت تفصیل اور وسعت کے ساتھ تو اور تاریخون سے ہوسکتا ہے لیکن ہمارے مضمون کا عنوان تزک جہانگیری تک محدود ہے یعنی جو واقعات خود تزک جہانگیری سے ثابت ہون، ان سے تجاوز نہ کیا جائے، اس لئے ہم اس دائرہ باہر نہین جانا چاہتے،

جہانگیر اپنے نامور باپ کی طرح دن رات مین صرف تین گھنٹہ سوتا تھا، چنانچہ خود لکھتا ہے

بکرم الٰہی عادت چنان شدہ کہ درمیانِ شبان روزے بیش از دو سہ ساعت بخود نقدِ وقت بہ تاراج خواب نمی رود، و درین ضمن دو فائدہ منظور ست، یکے آگاہی از ملک دوم بیداردلی بیاد حق[۱]،

احمد آباد گجرات کی آب و ہوا، اس کو نہایت ناموافق آئی تاہم جب تک رہا، عین گرمی اور حدت کے وقت، دوپہر کے بعد کھلے میدان مین دربار عام کرتا تھا، اور حکم تھا کہ نقیب اور چوبدار وغیرہ بالکل ہٹا دیئے جائین کہ کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو، چنانچہ لکھتا ہے:

چون مردم این شہر بنہایت ضعیف دل و عاجز اند بجہت احتیاط کہ مبادا بعضے از اہل اردو بہ تعدی و ستم در خانہ ملکی ایشان فرود آیند، وقاضی و میر عدل یہ جہت ازدیدگی[۲]

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۱۶۷، [۲] ایضاً ص ۲۳۲،

مداہنت نمایند از تاریخی کہ درین شہر نزولِ سعادت اتفاق افتاد باوجود حدت وحرارت ہوا ہر روز بعد از فراغ عبادت دوپہر بہ جھروکہ کہ در طرف دریا کہ ہیچگونہ حائلے ومانعے از دردیوار ویساول وچوبدار نہ دارد برآمدہ دستہ ساعت نجومی می نشینم وبمقتضائے عدالت بہ فریاد دادخواہان رسیدہ ستم پیشہ ہارا در خور جرایم بتقصیرات سیاست می فرمایم، حتیٰ درایام ضعف باکمال درد والم بدستور معہود بہ جھروکہ برآمدہ تن آسانی برخود حرام داشتہ ام[1]

یہ امر تمام مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ عدل وانصاف مین جہانگیر بالکل بے لاگ تھا، اس معاملہ مین اس کے نزدیک دربار کا ایک رکن اعظم اور ایک غریب مزدور، دونون برابر تھے، اخیر اخیر مین نورجہان اس کے مزاج پر بالکل حاوی ہو گئی تھی، تاہم جیسا کہ صاحب مآثر الامرا نے بھی تسلیم کیا ہے، اس نے نورجہان سے کہدیا تھا کہ سلطنت تمہاری ہے، لیکن مظلومون کے مقابلہ مین خبردار کسی کی سعی سفارش نہ کرنا جو کبھی میرے سامنے پیش نہ جا سکے گی، مقرب خان سے بڑھکر کوئی معتمد نہ تھا، اس کے ساتھ وہ دربار اور سلطنت کا رکنِ اعظم تھا، تاہم جب ایک بڑھیا بیوہ نے اسکی شکایت کی تو بڑی سختی سے تحقیقات کی، اور مقرب خان کے نوکر کو جو جرم کا مرتکب ہوا تھا، قتل کرا کے مقرب خان کا منصب گھٹا دیا[2]، اس بارے مین اس کے واقعات تعجب انگیز داستان بن گئے ہین، اور گو ہم نے تزک جہانگیری کا التزام کیا ہے، لیکن صرف ایک واقعہ ایک دوسری کتاب کی سند سے لکھتے ہین :

ایک دفعہ نورجہان بیگم چھت پر ٹہل رہی تھی، اتفاق سے کوئی راہرو ادھر سے گذرا، اور اس نے نظر اٹھا کر نورجہان کی طرف دیکھا، نورجہان نے اسکو گولی ماردی، جہانگیر کو خبر پہنچی فوراً حکم دیا کہ تحقیقات کیجائے، جرم ثابت ہوا، اور قاضی نے قصاص کا فتویٰ دیا، قلما قنون کو

---

[1] تزک جہانگیری ص ۲۳۲، [2] ایضاً ص ۱۹۳،

حکم ہوا کہ محل مین جاکر نورجہان کو پکڑ لائین، اور جلاد کے حوالے کردین، نورجہان نے بہت کچھ روپیہ کا لالچ دیا، لیکن سب جہانگیر کی انصاف پرستی سے واقف تھے، کسی نے کچھ نہ سنی، بالآخر نورجہان نے مقتول کے ورثہ کو راضی کیا کہ خون بہا لے لین، چنانچہ دو لاکھ روپیہ خون بہا لیکر ان لوگون نے دست برداری کی، اور جہانگیر سے کہدیا کہ ہمکو کچھ دعویٰ نہین، جہانگیر نے کہا شاید تم لوگون پر بیگم کی طرف سے کچھ دباؤ پڑا، ان لوگون نے یقین دلایا کہ نہین ہم نے بخوشی ایسا کیا ہے، جہانگیر نے رہائی کا حکم دیا، یہ سب کچھ ہو چکا تو محل مین گیا، اور (عشق کی ادا دیکھو) نورجہان کے پاؤن پر گر کر کہا ہاے بیگم اگر ترا می کشتند من چہ می کردم۔[1]

جہانگیر کی پالیسی، اکبر اور جہانگیر کی پالیسیان گو متحد المقصد تھین، لیکن ایک نہایت اہم فرق تھا، اس امر مین دونون متفق تھے کہ ہندو اور مسلمانون کے حقوق یکسان ہین، اور دونون پر یکسان حکومت کرنا فرض سلطنت ہے، لیکن اکبر کا خیال تھا کہ اس مقصد کے لئے مذہبی جوش اور اثر کا رنگ ہلکا کرنا ضرور ہے اسلئے وہ ہندو، عیسائی، پارسی تمام مذہبون کا ظاہری قالب اختیار کرتا رہتا تھا، وہ صبح کو سورج پر پانی چڑھاتا تھا، شام کو چراغ جلے آگ کی تعظیم کرتا تھا حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کی تصویرون کے آگے سر جھکاتا تھا لیکن جہانگیر سمجھتا تھا کہ پکا مسلمان، پکا متعصب پکا دیندار ہوکر بھی غیر مذہب والون کو مسلمانون کے برابر حقوق دیئے جا سکتے ہین، اس بنا پر وہ ایک طرف تو پنڈتون سے مذہبی مباحثہ کرکے ان کو قائل کرتا ہے[2]، ایک ہندو راجہ روز افزون کو ہدایت و تلقین سے (نہ بہ جبر) مسلمان کرتا ہے[3]، کوٹ کانگڑہ فتح کر اسلامی شعار جاری کراتا ہے[4]، اور اس پر ناز کرتا ہے، دوسری طرف راجہ مان سنگھ کو

---

[1] اس واقعہ پر لوگون کو یقین کرنا مشکل ہوگا، لیکن والہ داغستانی نے بہ تفصیل تمام اسکو ریاض الشعراء حالات جہانگیر مین لکھا ہے، والہ داغستانی شیعہ تھا، اور قاضی نوراللہ شوستری کے خون کا اس کو داغ تھا، اسی لیے اسکی شہادت بیکار نہین جا سکتی [2] تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۸ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۵،

بنگالہ کا گورنر کرکے، ۵ ہزار فوج کا افسر مقرر کرتا ہے، راجہ جگناتھ کو پنجہزاری منصب کے ساتھ خلعت اور مرصع تلوار عنایت کرتا ہے، رانا شنکر کو جو مہارانا اودے پور کا برادر عمزاد تھا، خلعت دیکر اودے پور کی مہم پر بھیجتا ہے، بیرداس کو بکرماجیت کا خطاب اور میر آتشی کا عہدہ دیکر، ۵ ہزار توپچیون کا افسر کرتا ہے[1]، شیخ عبدالحق دہلوی کی جس طرح تعظیم و تکریم کرتا ہے، چدروپ گسائین کے ساتھ بھی اعزاز و خلوص اور احترام کے ساتھ پیش آتا ہے،

اس کی تمام تاریخ مین ایک واقعہ بھی منقول نہین کہ اس نے مذہب کی بنا پر ملکی حقوق مین کوئی تفریق کی ہو، اس نے اکبر کی پالیسی کی ان لفظون مین مداحی کی ہے، اور اس حد تک خود اس کا پیرو تھا،

بہ مقتضاے آن کہ سایہ می باید کہ پرتو ذات باشد در ممالک محروسہ اش کہ ہر حدی بکنار دریاے شور منتہی گشتہ، ارباب ملتہاے مختلف و عقیدہاے صحیح و ناقص راجا بود و راہ تعرض بستہ گشتہ سنی باشیعہ دریک مسجد و فرنگی با یہودی دریک کلیسا طریق عبادت می سپردند[2]

زمین عشق بہ کونین صلح کل کردم

هندؤون سے اصلی تعلقات | اگر ہم یہ جاننا چاہین کہ تیموریون کے تعلقات در اصل ہندؤن کے ساتھ کیا تھے، تو ملکی تاریخون سے لوگون کو تسلی نہین ہوتی: ایک بدگمان معترض کر سکتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ گو تیموریون نے ہندؤن کو تمام ملکی حقوق دیئے، ہر قسم کے ملکی عہدے عطا کئے، قتل و قصاص مین کوئی تفریق نہین کی، تاہم جو کچھ تھا مجبورانہ پالیسی تھی، تیموری جانتے تھے کہ مٹھی بھر مسلمانون سے اتنے بڑے وسیع ملک پر حکمرانی نہین کی جا سکتی، اس لئے وہ مصلحۃً ہندوون سے دست

[1] تزک جہانگیری ص ۷، و ۹، [2] ایضاً ص ۱۷،

و بازو کا کام لیتے تھے،

لیکن تزک جہانگیری اس مشکل کو بھی حل کر سکتی ہے جہانگیر اکثر ملکی دربار چھوڑ کر گھر مین آ بیٹھتا ہے، اور اس وقت خانگی زندگی اور دلی جذبات کا آئینہ بنجاتا ہے، اس حالت مین وہ جو کچھ ہے اور جیسا کچھ ہے بے پردہ نظر آتا ہے، ہندو رانیان تیموریون کے گھر مین آئین، اور حرم مین، ہم پتہ لگانا چاہتے ہین کہ یہ بھی زور حکومت کی ایک شان تھی، اور رانیان در حقیقت لونڈیان بن کر رہین، اور ان سے وہی ظاہری رواداری کا برتاؤ تھا یا یہ رانیان تیموریون کی عزیز تر بیویان اور محبوب سے محبوب مائین بن گئین، جہانگیر کی ایک بیوی راجہ مان سنگھ کی بہن تھی خسرو اسی سے پیدا ہوا تھا، اور چونکہ اس کا ماموں راجہ مان سنگھ اور خسرخان اعظم کوکلتاش تھا، اس لئے اسکو اکبر ہی کے زمانے مین خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جہانگیر کے بجاے تخت سلطنت مجھکو ملنا چاہئے چنانچہ ہمیشہ باپ سے آمادۂ بغاوت رہتا تھا، لیکن اس کی مان اسکو ہمیشہ اس خیال سے باز رکھتی تھی، خسرو نہین مانتا تھا، اور مان کی کوفت بڑھتی جاتی تھی، یہان تک کہ اس صدمہ سے اس نے افیون کھا کر جان دیدی، جہانگیر لکھتا ہے:۔

"از خوبی ہا و نیک ذاتی او چہ نویسم عقلے بہ کمال داشت و اخلاص او بہ من در درجہ بود کہ ہزار پسر و برادر را قربان یک موے من میکرد، مکرر بہ خسرو مقدمات نوشت و او را دلالت بہ اخلاص و محبت من میکرد، چون دید کہ ہیچ فائدہ ندارد و از غیرتے کہ لازمہ طبیعت راجپوتانی است خاطر بہ مرگ خود قرار دادہ روز بیست و ششم ذیحجہ ۱۰۱۳ہجری، افیون بسیار در عین سوزش دماغ خوردہ و اندک زمانے در گذشت[1]"

رانی نے تو محبت شوہری کا یہ ثبوت دیا، جہانگیر کا جو حال ہوا، وہ اسی کی زبان سے

[1] تزک جہانگیری ص ۱۶،

سننا چاہئے،

از فوت او بنا بر تعلقے کہ داشتم ایامے بر من گذشت کہ از حیات و زندگانی خود ہیچ گونہ لذتے
نہ داشتم چہار شبانہ روز کہ سی و دو پہر باشد از غایت کلفت و اندوہ چیزے از ماکول و مشروب
دارو طبیعت نہ گذشت، چون این قصہ بہ والد بزرگوارم رسید، دلاسانامہ در غایت شفقت
و مرحمت بدین مرید فدوی صادر گشت، و خلعت و دستار مبارک کہ از سر پر داشتہ بودند
ہمان طور بستہ بجہت من فرستادند، این عنایت آبے بر آتش سوز و گداز من زدہ اضطرا
و اضطرار مرا فی الجملہ قرار و آرامے بخشید[۱]

غور کرو اس واقعہ مین چار شبانہ روز کا فاقہ، دل کا کسی طرح قرار نہ پانا اکبر کا یہ حالت دیکھکر
نہایت دردآمیز تسلی نامہ لکھنا اور اپنے سر سے پگڑی اُتار کر بھیجنا، ایسی چیزین ہین، جو بناوٹ
سے پیدا ہو سکتی ہین، بے شبہہ تیموریون نے ہندوؤن کے ملک کو نہین بلکہ دل کو فتح کر لیا
تھا، اور ہندوؤن کے اخلاص و محبت نے فاتح کو مفتوح بنا لیا تھا،

بلوح مشہد پروانہ این رقم دیدم — کہ آتشے کہ مرا سوخت، خویش را ہم سوخت

علما اور فقرا کی قدردانی

ایشیائی سلطنتون مین علم و فضل کا رواج، سلاطین کی قدردانی پر موقوف ہے، اور اس باب مین سلاطینِ اسلام کو عموماً تمام دنیا کے حکمرانون پر ترجیح ہے،
جہانگیر بھی علمی قدردانی مین اسلاف کی عمدہ مثال تھا، وہ ہر مذہب کے علما اور فقرا سے
ملتا تھا، اور ان کے ساتھ برتاؤ مین تمام آداب شاہی کو بھول جاتا تھا، اس کے ساتھ چونکہ
نکتہ شناس تھا، اس لئے ہر شخص کی نسبت ایسی راے ظاہر کرتا ہے، جو ایک بڑے
مدقق کا کام ہو سکتا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی نسبت لکھتا ہے:

مدت ہاست کہ در گوشۂ دہلی بہ وضع توکل و تجرید بسر می برد، مرد گرامی ست صحبتش

[۱] تزک جہانگیری ص ۱۶

بے ذوق نیست، بانواع مراحم دلنوازی کردہ رخصت فرمودم[1]

شیخ موصوف کی تصنیفات میں سے تذکرۂ اولیائے ہند کا ذکر کیا ہے، اور اس کی نسبت لکھا ہے :-

کتابے تصنیف نمودہ بود مشتمل بر احوال مشائخ ہند بنظر در آمدہ۔ خیلے زحمت کشیدہ

میر عضد الدولہ نے فرہنگِ جہانگیری پیش کی ہے تو اس کتاب کی نسبت لکھتا ہے،

الحق محنت بسیار کشیدہ و خوب بیرومی ساختہ و جمیع لغات را از اشعار علمار قدما مستشھد

آوردہ، درین فن کتابے مثل این نمی باشد، فیل خاصہ عنایت نمودم[2]

فارسی کا ایک محقق، اس کتاب کی نسبت اس سے بڑھکر مقتاد کیا رائے دے سکتا ہے،

فارسی لغت میں جس قدر کتابیں اسوقت تک لکھی گئی تھیں، کسی میں قدمار کے اشعار سے سند

لانے کا التزام نہ تھا، اور فرہنگ جہانگیری کا یہی امتیازی وصف ہے،

یاد ہوگا کہ فیضی جب اکبر کے دربار میں آیا ہے تو جہانگیر اور مراد کی تعلیم پر مقرر ہوا،

چنانچہ خود لکھتا ہے، ع

یکے معلمی شاہزادہائے عظام

جہانگیر کی علمی قابلیت تصدیق کرتی ہے کہ فیضی نے اپنا فرض نہایت کامیابی کیساتھ

ادا کیا۔ خان خان بھی جہانگیر کا اتالیق رہ چکا ہے، ایسے استادوں کے فیض تعلیم سے ہم

ایسے ہی نتیجہ کی توقع رکھ سکتے تھے

جہانگیر کا استفادہ علمائے اسلام تک محدود نہ تھا، وہ ہندو پنڈتوں اور درویشوں

کے ساتھ بھی اسی خلوص اور عقیدت سے پیش آتا ہے، اس کے زمانے میں جدروپ

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۲۸۲ [2] ایضاً ص ۳۵۹،

سنا سی ایک مرتاض درویش تھا، وہ پہاڑ کی کھوہ مین ایک نہایت دشوار گذار مقام مین رہتا تھا،
جہانگیر بارہا اسکی خدمت مین گیا اور اس سے علمی صحبتین رہین، وہ جدروپ کا جب ذکر کرتا
ہے تو عقیدت مندی اور محبت سے لبریز نظر آتا ہے، چونکہ اسکی جاے قیام تک سواری نہین
جا سکتی تھی، قریب تین میل کے پیادہ چل کر وہان پہونچا ہے، چھ گھنٹے تک اسکی صحبت مین رہا،
چنانچہ ملاقات کا حال تفصیل سے لکھ کر لکھتا ہے :-

علم بیدانت را کہ علم تصوف باشد خوب ورزیدہ، تا شش گھڑی بہ او صحبت داشتم سخنان
خوب مذکور ساخت، چنانچہ خیلے در من اثر کرد[1]،

داستانِ عہدِ گل را از نظیری می شنو
عندلیب آشفتہ تر گفتست این افسانہ را

(الندوہ ج ۷ نمبر ۲، فروری ۱۹۱۰ء)

---

[1] تزک جہانگیری ص ۱۷۶،

النظر

فی

السفرالی المؤتمر

اسلام کی اُن وسیع آبادیون مین جو مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلی ہوئی ہین، اگرچہ قومیت کا، نسل کا، شکل وصورت کا، رسم ورواج کا، عادات وخصائل کا، سخت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یہ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ترقی اور تنزل کی سطح ہر جگہ قریبًا یکسان ہے، مثلاً ہندوستان کی جو یہ حالت ہے کہ چند برس پہلے تمام قوم پر ایک عام غفلت طاری تھی، تقلید اور رسم ورواج نے قوم کا رُوان رُوان جکڑ رکھا تھا، آزادی اور بلند خیالی کی روح فنا ہو گئی تھی، پھر مغربی تعلیم کے اثر نے ایک خفیف جنبش پیدا کی، لوگ آہستہ آہستہ جاگنے لگے، روز بروز اپنی پستی اور تنزل کا احساس ہوتا گیا، یہان تک کہ اب ملک کے ہر حصہ مین ترقی کی پکار ہے، اور ہر طرف جوش کا ایک نیا عالم نظر آتا ہے، تاہم اب تک جو کچھ ہوا ہے، وہ زیادہ تر زبانی باتین ہین، جو کچھ کہا جاتا ہے کیا نہین جاتا، جس قدر زبان مین زور ہے، ہاتھ مین نہین ہے، علمی زندگی جو ترقی کی روح ہے، اس مین صرف اس قدر ہوا ہے کہ چند پرانے تعلیم یافتہ لوگون پر نیا رنگ چڑھ گیا ہے، اُن کی تصنیفات وتالیفات مین یورپ کی جھلک آگئی ہے، کچھ لوگ یورپ ہو آئے ہین اور جو کچھ وہان دیکھا ہے قلم کے ذریعہ سے اس کا نہایت ہلکا خاکہ کھینچکر قوم کو دکھلایا ہے

چند نوجوانون نے یونیورسٹیون کی ڈگریان لی ہین، اور اپنی محنت، لیاقت، قابلیت کو سرکاری ملازمت پر نذر چڑھا دیا ہے

بعینہ یہی حالت مصر و شام اور خاص دار السلطنت قسطنطنیہ کی ہے۔ اس سلسلۂ مشابہت مین اس وقت ہم کو جس خاص حصہ سے بحث ہے، وہ یورپ کا سفر اور سفرنامون کی تصنیف کا رواج ہے۔ مصر و شام مین سب سے پہلے جس نے یورپ کا سفر کیا وہ علامہ رفاعہ بک ہے۔ مصر مین جب یورپ کی تہذیب کا چرچا ہوا تو سلطنت کی طرف سے چند نوجوان یورپ مین تعلیم پانے کے لئے بھیجے گئے، اور علامۂ موصوف اُن کا اتالیق مقرر ہو کر گیا، علامۂ مذکور نے سفر سے واپس آکر حالاتِ سفر اور خاص پیرس (دار السلطنۃ فرانس) کے متعلق ایک مفصل کتاب لکھی جو ۱۲۶۵ھ مین بمقام مصر چھاپی گئی، عربی زبان مین یہ پہلا سفرنامہ تھا جو یورپ کے نئے تمدن کے زمانے پر لکھا گیا، اس کے بعد اور لوگون نے یورپ کے سفر کئے، وہان کے حالات مین کتابین لکھین مثلاً کشف المخبا، رحلۃ حسین آفندی، رحلۃ الشیخ سلیم، ارشاد الالبا

اس سلسلہ مین سب سے اخیر تصنیف وہ کتاب ہے، جس کا نام السفر الی الموتمر ہے اور جو ہمارے اس آرٹکل کا عنوان ہے۔ اس سفرنامہ کا مصنف احمد زکی آفندی ہے، جو مصر کا ایک تعلیم یافتہ نوجوان، مشہور مصنف اور خدیو کے محکمۂ ترجمہ کا رئیس المترجمین ہے، یہ مصنف یورپ کی مشرقی کانفرنس کے نوین جلسہ مین جو ۱۸۹۲ء مین بمقام لندن منعقد ہوا تھا، خدیو کی طرف سے سفیر ہو کر گیا تھا، اس نے وقتاً فوقتاً حالاتِ سفر کے متعلق اپنے دوستون کو خطوط لکھے اور سفر سے واپس آکر ان خطوط کو مرتب کر کے سفرنامہ کی صورت مین شائع کیا، ملک کی قدردانی سے پہلے ایڈیشن کی جلدین نہایت جلد نکل گئین اور مصنف نے مناسب اضافہ کر کے اس کو دوبارہ چھپوایا، مجکو فخر ہے کہ خود مصنف نے اس اڈیشن کا ایک نسخہ مجھ کو تحفہ کے طور پر

بھیجا جو اسوقت میرے سامنے رکھا ہوا ہے،

سفرنامہ کا طرز عبارت

سب سے پہلے اس سفرنامہ کے پڑھنے کے وقت جس چیز پر نگاہ پڑتی ہے وہ کتاب کی طرزِ عبارت اور انداز بیان ہے۔ اس کتاب کی طرز تحریر مین یورپ کا اس قدر زیادہ اثر ہے کہ پہلی ہی نگاہ مین محسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ اس عام قاعدے کے خیال سے کہ مغلوب قومین ہمیشہ غالب قومون کی ہر چیز مین پیروی کرتی ہین مصنف معذور رکھا جا سکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس تقلید نے کتاب کی خوبی کا معیار گھٹا دیا ہے۔ بے شبہہ بہت سی ایسی زبانین ہین جو یورپ کی تقلید کی وجہ سے ترقی کے سانچہ مین ڈھلی ہین۔ اور خصوصًا ہماری اردو مین تو جو کچھ آب و تاب، رنگینی و لطافت، جوش و اثر پیدا ہوا ہے، سب انگریزی کی بدولت ہے، لیکن عربی کی حالت مختلف ہے، عربی زبان یا تو اس قدر بلند رتبہ اور تمام خصوصیتون مین کامل ہے کہ دوسری کسی زبان کا اس سے جوڑ نہین ملتا یا اس کا اسلوب بیان اور طرز ادا، انگریزی سے اس قدر مختلف ہے کہ دونون کا پیوند بدنما ہو جاتا ہے،

مصنف کے سفر کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ وہ اسکندریہ سے چل کر برنڈزی کی راہ سے نیپلی سے اٹلی، فلورنس، ہیبرا، جینیوا، ہوتا ہوا فرانس پہنچا ہے، فرانس کی سیر کر کے وہ لندن روانہ ہوا، اور مشرقی کانفرنس کے جلسہ مین شریک ہو کر انگلستان کے اکثر مقامات کی سیر کی، پھر پرتگال پہنچا۔ اور دوبارہ لندن کو واپس آیا، لندن سے فرانس اور فرانس سے اسپین گیا اور یہ اس کے سفر کی اخیر منزل تھی، اگرچہ راہ مین جو مقامات آتے گئے ہین ہر ایک کے متعلق مصنف نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے، لیکن لندن اور پیرس کے حالات مین نہایت تفصیل کی ہے، اسپین کا حال اگرچہ باستثنا لندن و فرانس زیادہ لکھا ہے، لیکن مسلمانون کو اس چھوڑے ہوئے ملک سے جو دلچسپی ہے، اس کے لحاظ سے گویا کچھ نہین لکھا، اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ کتب خانے

اصلی موضوع یعنی مشرقی کانفرنس پر بہت کم لکھا جلسہ کے حالات نہایت اختصار سے لکھے، جو تحریرین خود پیش کین، اُن کا ایک نقشہ دیا ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ تحریرات کانفرنس کے رتبہ کے شایان نہین ؛

سفرنامہ کی خصوصیات | ایک خاص بات جو اس کتاب مین ہے وہ یہ ہے کہ مصنف اگرچہ یورپ کے ملکون کا ذکر کرتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ ہر موقع پر اسلامی معلومات کے دلچسپ نکتے، ایسے تناسب اور موزونی سے اضافہ کرتا جاتا ہے جس سے اس کے لٹریچر اور وسعتِ نظر دونون کا کمال ثابت ہوتا ہے، یورپ کے جن مقامات کا عربی جغرافیہ مین پتہ لگانا مشکل ہے، ہر موقع پر مصنف اون کے عربی نامون کی تصریح کرتا ہے، جس سے قطع نظر اس کے کہ عربی جغرافیہ نویسون کا کمال معلوم ہوتا ہے، عربی تاریخون کے سمجھنے مین بڑی مدد ملتی ہے،

ایک خاص بات یہ ہے اور وہ سفرنامہ کی جان ہے کہ مصنف ہر موقع پر اُن اسباب کی تلاش کرتا ہے جن کی وجہ سے یورپ کو آج یہ ترقی نصیب ہوئی ہی،

لندن کے ذکر مین وہ لکھتا ہے کہ یہان تمام لوگ وقت کو اس قدر عزیز رکھتے ہین کہ جب کسی شخص سے کوئی بات پوچھو تو وہ نہایت جلدی کے ساتھ "ہان" یا "نہین" کہکر فوراً وہ کام کرنے لگتا ہے، جسمین پہلے سے مشغول تھا، اگر زیادہ ضرورت ہوئی تو نہایت مختصر چند الفاظ مین جواب دیگا اور ساتھ ہی جو کام کر رہا تھا کرتا جائیگا، کتب خانون مین، کمپنیون کے دفتر مین، اور عام تجارتی کارخانون مین ہر موقع پر یہ الفاظ اور جملے لکھے ہوئے ہوتے ہین "چپ رہو"، "صرف کام کی بات کہو"، "بولنا منع ہے"،

لندن کی ترقی کا اندازہ اس بات سے کرتا ہے کہ تمام شہر مین ایک عام حرکت پائی جاتی ہے، سڑکون اور گذرگاہون پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آدمیون کا سیلاب اُمڈ آیا ہے، لیکن باوجود

اس کے غل اور شور کا کیا ذکر ہے، آواز تک نہین آتی، ہر شخص سر جھکائے تیز بھاگا جاتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی بڑا ضروری کام درپیش ہے، "

حقیقت مین یورپ کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر شخص ہر وقت نہایت مستعدی سے اپنے کام مین مشغول رہتا ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی دھن مین لگا ہوا ہے، بخلاف اس کے ہمارے ملک مین ایک عام افسردگی، کاہلی، بے پروائی پائی جاتی ہو،

اٹلی اور انگلستان و فرانس کی ترقیون کے ذکر مین وہ لکھتا ہے، کہ" ان لوگون کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ قومی خدمت کی نہایت قدر کیجاتی ہے، یہان تک کہ اگر کسی شخص نے قوم کے لئے کوئی بڑا کام کیا ہے، تو وہ گو یا ذاتی افعال کے لحاظ سے کیسا ہی بد چلن، بد معاش، کمینہ، ردی الطبیعۃ ہو، تاہم تمام قوم اس کو اپنا سرتاج بنائیگی، ہر موقع پر اس کا نام فخر سے لیا جائیگا۔ اس کی یادگارین قائم کیجائین گی، اور اسکی برائیون کا مطلق تذکرہ نہ ہوگا،

اس کے مقابلہ مین ہمارے ملک کا حال دیکھو کہ اگر کسی شخص نے قوم کے لئے اپنے آپ کو فدا بھی کر دیا ہو، تاہم قوم کو صرف اس کے عیوب پر نظر ہوگی اور اس کی خوبیون کا ذکر تک نہ آئیگا، ع

بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

مصنف نے یورپ کے تمام شہرون مین سے لندن کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہین، لیکن چونکہ ہمارے ملک کے اکثر تعلیم یافتہ لندن کے حالات سے خود واقفیت رکھتے ہین، اس لئے ہم اس حصہ کو بالکل چھوڑ دیتے ہین، البتہ فرانس کے حالات جو مصنف نے بیان کئے ہین، اس کا مختصر سا خاکہ کھینچنا ناموزون نہ ہوگا،

پیرس کا ذکر | فرانس کے دار السلطنۃ پیرس کا ذکر وہ ان الفاظ سے شروع کرتا ہے کہ "

پیرس ہے، جو دنیا کا انتخاب اور عالم کا سیرگاہ ہے، یہ پیرس ہے جو عظمت وشان کی تصویر اور نزاکت ولطافت کا پیکر ہے، یہ پیرس ہے جو علوم کی کان اور دائرہ عرفان کا مرکز ہے، یہ پیرس ہے جس کی تعریف مین گو کتنا ہی مبالغہ کیا جائے، تاہم اس کی اصلی تعریف ادا نہین ہوسکتی، اس لیئے مجکو صرف یہ کہنا چاہیئے کہ وہ بہشتون کی بہشت ہی نہین بلکہ وہ پیرس ہے،،

اس عظیم الشان دارالسلطنت کی عجیب وغریب باتون مین سے مصنف نے سب سے پہلے عورتون کی حالت پر تعجب کیا ہے، وہ لکھتا ہے "نوع انسانی کے نصف حصہ (عورت) جو ہمارے ملک مین بالکل بیکار چیز ہے، یہان وہی تمام ترقیون کی روح ہے، اور اسکی اس قدر عزت کیجاتی ہے کہ فرانس کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ "جو عورت کی مرضی ہے وہی خدا کی مرضی ہے"،،

مصنف نے اگرچہ عورتون کی قابلیت کی نہایت تعریف لکھی ہے اور لکھا ہے کہ وہ تمام علوم وفنون مین نہایت اعلیٰ درجہ کا کمال پیدا کرتی ہین، یہان تک کہ انشا پردازی، مضمون نگاری، شاعری، مصوری، وکالت، طبابت، ایجاد، صنائع ان تمام فنون مین اعلیٰ درجہ کی کامل عورتین موجود ہین، تاہم اس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یورپ مین جو عورتون کو آزادی حاصل ہے، وہ سخت اعتراض کے قابل ہے،

اس کے بعد مصنف نے متعدد عنوان کو تفصیل سے لکھا ہے، مثلاً عجائب خانے، کلبین، کتبخانے، مذہبی عمارتین، نباتات کا باغ، مدارس اور خیراتی کارخانے، تھیٹر وغیرہ وغیرہ،

عجائب خانون مین سے دو تین عجائب خانے ذکر کے قابل ہین، ایک عجائب خانہ خاص فنون اور صناعون کا ہے، اس مین بہت سے کمرے اور ایک کتبخانہ ہے، جس مین تیس ہزار کتابین ہین اور یہ کل کتابین فقط صنعت کے متعلق ہین، رات کو فن صنعت پر لکچر دیا جاتا ہے اور ہر شخص کو بغیر کسی فیس کے اس مین شریک ہونے کی اجازت ہوتی ہے، لکچرار عموماً نامور ہوتے

ین جو صنعت مین اپنا جواب نہین رکھتے،

اس عجائبخانے مین ہر قسم کے آلات اور کلین جو قدیم زمانہ مین تھین، یا اب پیدا ہوئی ہین مہیا کی گئی ہین، زراعت، صنعت، نقاشی، تصویرکشی، رنگسازی، جرثقیل وغیرہ کے نہایت قدیم اور جدید آلات نہایت کثرت سے موجود ہین،

ایک عجائب خانہ ہے جس کا صرف یہ مقصد ہے کہ دنیا کے ہر حصہ کے انسانون کی طرز معاشرت اور طریقۂ تمدن کو دکھایا جائے، اس مین چالیس ہزار مجسم تصویرین ہین، قدیم زمانہ کی تمام وحشی اور مہذب قومون کو اسی حالت اور وضع و لباس مین دکھایا ہے، جس مین وہ زندگی بسر کرتے تھے،

ایک عجائب خانہ فن تربیت کا ہے، اس مین تمام کتابین، رسالے، نقشے، تصویرین فن تربیت سے متعلق ہین، اس عجائب خانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ اور اس کے مختلف دورون مین تعلیم و تربیت کے کیا طریقے تھے، تربیت کے متعلق کس قسم کے آلات سے کام لیا جاتا تھا، خاص فن تربیت کے متعلق جس قدر کتابین یہان ہین ان کی تعداد ۶۶۸۴۸ ہے،

ایک عجائب خانہ خاص مذہبی ہے، یعنی دنیا کے تمام مختلف مذہبون کو محسوس صورت مین دکھایا ہے، اس عجائبخانہ کی بنیاد پروفیسر جیمسی نے ڈالی تھی، جس نے تمام مشرقی ملکون مین سفر کیا تھا، اور مختلف مذاہب کے متعلق دس لاکھ روپے کی قیمت کی کتابین مہیا کی تھین، یہ تمام کتابین اس نے عجائب خانہ مین وقف کر دین، چنانچہ خاص چین، جاپان، اور مصر کے مذاہب کے متعلق ستر ہزار کتابین ہین، بہت سے ہیکل اور مندر ہین، فرعون کے زمانہ مین قیامت کے متعلق جو خیالات تھے، ان کی تصویرین ہین، عبادت اور پرستش کے جو جو طریقے جس جس زمانے مین رائج تھے سب کے نمونے ہین، غرض اس عجائب خانہ سے ایک سرسری نگاہ مین دنیا کی تمام قومون کے مذہبی اعمال اور

مذہبی خیالات معلوم ہو سکتے ہین،

کتبخانے کثرت سے ہین، مگر سب سے زیادہ مشہور اور عظیم الشان کتب خانہ قومی کتبخانہ ہے، اس کو چارلس اول نے ۱۲۸۵ء مین قائم کیا تھا، اس وقت اس مین صرف ۱۲ بارہ ہزار کتابین تھین، ۱۷۸۹ء مین مطبوعہ کتابون کی تعداد تین لاکھ ہو گئی، اور اب کم و بیش تیس لاکھ کتابین ہر قسم کی موجود ہین،

اس کتبخانے کے چار حصے ہین، پہلے حصہ مین مطبوعہ کتابین، نقشے، جغرافیہ کے مجموعے ہین دوسرے مین قلمی کتابین ہین، تیسرے مین پرانے کتبے اور پتھر ہین، کتابون کے مطالعہ کرنیکا جو کمرہ ہے، اس مین ہر وقت ۲۵ ہزار کتابین موجود رہتی ہین جغرافیہ کے متعلق جس قدر کتابین اور نقشے اس کتبخانہ مین ہین تمام دنیا مین نہین ہین، صرف اٹلس اور نقشون کی تعداد ڈھائی لاکھ ہی، قلمی کتابین ۹۰۱۱۹ ہین جنمین آٹھ ہزار کتابین تصویر دار اور مذہب و مطلا ہین،

مصنف نے حالات کی تفصیل کے بعد اس کے سالانہ مصارف کا نقشہ دیا ہے، اور لندن کے برٹش میوزیم سے موازنہ کیا ہے، اسکا خلاصہ یہ ہے،

سالانہ مصارف کتبخانہ پیرس

تنخواہ ملازمین	۴۰۰۰۳۶	فرنک
اسباب وغیرہ	۲۰۰۰۷۲	//
طیاری فہرست	۸۰۰۰۰	//
جلدبندی	۲۵۰۰۰	//

مختصر یہ کہ مجموعی مصارف ۸۸۰۰۰۷ ہی، لیکن برٹش میوزیم کا سالانہ صرف ۱۲۵۰۰۰ ہی،

اندھون کا مدرسہ | تعلیم کو جو بیان وسعت حاصل ہے اس کے لحاظ سے مصنف کو بہت سے کالجون اور اسکولون

کا ذکر کرنا چاہئے تھا۔ مگر اس نے صرف دو تین مدرسون کے ذکر پر اکتفا کیا ہے، او حقیقت مین جس
جدت کی وجہ سے اسے انتخاب کیا وہ بیجا بھی نہین، ان مین سے ایک مدرسہ اندھون کا ہی، ہمارے ملک مین
آنکھ والون کی تعلیم کا بھی رونا ہی، لیکن وہان اندھون کی تعلیم کا جو انتظام ہے، نہایت حیرت انگیز ہے'

فرانس کو اس اولیت کا شرف بھی حاصل ہے کہ اول اُسنے اس قسم کی تعلیم کی بنا ڈالی یعنی پروفیسر ہادی نے
۱۷۸۴ء مین اندھون کو تعلیم کے لئے مدرسہ کھولا اور تمام دنیا مین اس قسم کا یہ پہلا مدرسہ تھا، یہ مدرسہ اب بھی
موجود ہی۔ اس مین اس وقت ۱۵۵ لڑکے اور ۸۰ لڑکیان تعلیم پاتی ہین مدتِ تعلیم دس برس ہی اسمین
ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم ابھرے حرفون کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اور تمام کتابین جو انکو پڑھائی جاتی ہین
اسی قسم کے حروف مین چھپی ہوئی ہوتی ہین، اس کے سوا عملی تعلیم بھی ہوتی ہے، اور کاتنا، بننا، خرادنا،
سینا، پرونا، سکھایا جاتا ہے، موسیقی کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، مدرسہ کے کتبخانہ مین قریب ۵۰
ہزار کتابین ہین جو ابھرے ہوئے حرفون مین چھپی ہوئی ہین، اس مدرسہ اور دیگر قسم کے مدارس
سے اس درجہ کے لوگ تعلیم پاکر نکلے کہ آنکھ والے بھی انکی قابلیت کا مقابلہ نہین کرسکتے، انمین
سے بعض نہایت نامور پروفیسر گذرے ہین، جن کی شہرت آج تک ضرب المثل ہے،

ایک کمیٹی خاص اندھون کی تعلیم اور اون کی اعانت کیلئے قائم ہے، ڈیڑھ لاکھ فرنک اس کا
سرمایہ ہی، اور قریباً ۲۳ ہزار فرنک سالانہ آمدنی ہی، یہ تمام رقم اندھون کی تعلیم و تربیت و دیگر ضروری مصارف
مین صرف کیجاتی ہی، اس وقت اس کمیٹی کے ۸۵۰ ممبر ہین، اور روز بروز ممبرون کی تعداد بڑھتی جاتی ہی، اندھون
کے لئے متعدد اخبارات بھی ہین جن مین سے ایک بالکل ابھرے ہوئے حرفون مین چھپتا ہی'

اس سے زیادہ تعجب انگیز گونگون کا مدرسہ ہے، مصنف کا بیان ہے کہ مین نے جسوقت اُن کی تعلیم کی
کیفیت دیکھی، تو حیرت زدہ رہگیا، پروفیسر یا شاگرد ہاتھ کے اشارہ سے بالکل کام نہین لیتے اور باوجود اس کے
ہر قسم کی مضامین کی تعلیم ہوتی ہی، مصنف نے سمجھا تھا کہ بلند آوازی سے کام لیا جاتا ہوگا، چنانچہ اس نے

پکار پکار کر گونگون سے باتین شروع کین، لیکن جس قدر وہ زیادہ چلاتا تھا گونگے اور زیادہ سننے سے عاجز رہتے تھے، آخر پروفیسر نے ان سے گفتگو کرنے کا طریقہ بتایا، اور اس وقت جو کچھ ان سے کہا جاتا تھا وہ صاف سمجھے جاتے تھے، اس مین زیادہ تر لحاظ ہونٹون کی حرکت کا ہے، گونگے ہونٹون کی حرکت پر خیال کرتے ہین، اور بات سمجھتے جاتے ہین،

تعجب یہ ہے کہ سالانہ جلسون مین یہ گونگے لکچر اور اسپیچین دیتے ہین اور ہر قسم کے مطالب کو صرف اشارون سے ادا کرتے ہین چنانچہ ۱۸۹۲ء مین جب پروفیسر دولوبی کی سالگرہ کا جلسہ ہوا تو صدر انجمن مسٹر گوشفر تھا جو اسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ انجینیر تھا، اور بالکل گونگا تھا کھانے کے بعد مسٹر گوشفر نے ایک لمبی اسپیچ دی جس مین دولوبی کے تمام کارنامے بیان کئے، اس کے بعد اورون نے اسپیچین دین، یہ تمام اسپیچین صرف اشارون کے ذریعہ سے دی گئین، اور تمام حاضرین بخوبی سمجھتے تھے،

فیاضی اور خیرات کا جو عمدہ طریقہ یہان، اور یورپ کے تمام ممالک مین جاری ہے، وہ خاص کر لحاظ کے قابل ہے، ایشیائی ممالک، فیاضی کے لئے مشہور ہین، لیکن فیاضی کا طریقہ ایسا ابتر ہے جس کی وجہ سے قوم کی قوم گدائی اور دریوزہ گری مین مبتلا ہو گئی ہے، اچھے خاصے توانا، اور مضبوط آدمی بھیک مانگتے پھرتے ہین مولوی، صوفی، درویش، نذر نیاز کے بہانے بے تکلف گدائی کرتے ہین لیکن یورپ کا طریقہ بالکل جدا ہے، کوئی شخص کسی شخص کے آگے دست طلب دراز نہین کرتا، نہ کوئی شخص کسی خاص شخص کو کچھ دے سکتا، جو کچھ جس کو دینا ہوتا ہے خیراتی کارخانون کے حوالہ کرتا ہے وہان سے نہایت احتیاط کے ساتھ وہ رقم ان لوگون کو پہنچا دیجاتی ہے، جو درحقیقت مستحق ہوتے ہین فرانس مین اس قسم کی کمیٹیان اور خیراتی کارخانے جس کثرت سے ہین ان کا شمار نہین ہو سکتا، مصنف نے بہت سی کمیٹیون کے نام لئے ہین، جن کی غرضین مختلف ہین، مثلاً یتیمون کی پرورش، غریب

لہ یہ شخص گونگون کی تعلیم کا موجد ہے،

حاملہ عورتون کی مدد، بیکار پیشہ ورون کے لئے کام کی تلاش، کنواری عورتون کے لئے شادی کا انتظام وغیرہ وغیرہ، جنکی مجموعی تعداد ۲۴۵ ہے، لیکن باوجود اس کے قوم مین گداگری کی صفت کا شائبہ تک نہین پایا جاتا۔

اسپین کا ذکر مصنف نے نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ شروع کیا ہے سرحد مین داخل ہوتے ہی مصنف کے دل مین اس شان و شوکت کا خیال تازہ ہوگیا ہے، جو اس ملک کو اسلام کے عہد مین حاصل تھا، اسلامی عہد کی ترقیان، عظمت و شوکت، نزاکت اور نکلف کے جلوے جا بجا اب بھی نظر آتے ہین، اور مصنف ان کو دیکھکر بے تاب ہو ہو جاتا ہے، غرناطہ کے قصر حمرا مین پہنچکر اسپر بالکل حیرت طاری ہوگئی، اور باوجود اس کے کہ وہ لندن اور پیرس کی عجیب و غریب عمارتین دیکھ چکا تھا تاہم حمرا نے دفعۃً ان سب کو دل سے بھلا دیا، اس موقع پر مصنف کے خاص الفاظ یہ ہین

ویعلم اللہ انی ما رأیت فی طول سیاحاتی شیئا ادق و اتقن و اجمل و اکمل مما رأیتہ فی ھذہ المدینۃ یعنی خدا جانتا ہے کہ مین نے اس تمام سفر مین کہین ایسی دقیق الصنعت، استادانہ، خوبصورت، عمدہ ترچیزین نہین دیکھین جیسی اس شہر مین دیکھین،

اس کے بعد مصنف نے فخر کے جوش مین آکر مسلمانون کے عہد کی ترقی و تہذیب کی مختصر داستان لکھی ہے، پھر اسلام کی بے تعصبی اور عیسائیون کے تعصب کا موازنہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ مسلمانون نے جب اس ملک کو فتح کیا، تو عیسائیون کے تمام حقوق اور مذہبی ارکان برقرار رہنے دیئے، برخلاف اس کے جب، وہ عیسائیون کے قبضہ مین آیا تو پوپ کے حکم سے مذہبی مجلسین قائم ہوئین، ان کے فیصلون کے مطابق ہزارون لاکھون تصنیفات آگ مین جلادی گئین، اس کے ساتھ ہزارون مسلمان بھی زندہ جلا دیئے گئے، اور اگرچہ غرناطہ کی فتح کے وقت صریح معاہدہ ہوچکا تھا کہ مسلمانون کے مذہب سے تعرض نہ کیا جائیگا، تاہم جب جنرل [illegible] شہر مین داخل ہوا تو اس نے شہر کے تمام مسلمانون کو بزور عیسائی بنانا چاہا، چنانچہ پچاس ہزار مسلمان زبردستی عیسائی

بنائے گئے، اس پر بھی اکتفا نہین کیا گیا، بلکہ جنرل نرکما وا نے حکم دیا کہ چونکہ یہ دل سے عیسائی نہین ہوے ہین اس لیے انکو بالکل برباد کر دینا چاہیے،

مصنف نے اس بات کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے کہ مسلمانون کے عہد مین اس ملک کو جو رونق اور عروج حاصل تھا اب اس کا عشر عشیر بھی نہین، مسلمانون کے عہد مین اسکی مردم شماری چار کرور تھی، اب صرف ایک کرور ستر لاکھ ہے، زمینین اکثر ویران پڑی ہین اور معاش کے وسائل نہایت کم ہین، مصنف لکھتا ہے کہ قلتِ آبادی اور کثرتِ ویرانی کے اسباب مین سے صرف یہ سبب لکھنا کافی ہوگا کہ فلپ ثانی نے چھ لاکھ مسلمانون کو ایک دم سے جلاوطن کر دیا جو سب کے سب کاشتکار تھے، اور جن کی بدولت زراعت کو نہایت ترقی تھی،

آخر مین مصنف لکھتا ہے کہ اگرچہ عرب اس ملک مین نہین رہے لیکن ان کی یادگارین ہر جگہ موجود ہین، ملک مین جو قوانین اور انتظامات جاری ہین اُن مین اسلامی قوانین کے آثار موجود ہین، یہان تک کہ لوگون کے اخلاق وعادات مین عرب کے اخلاق وعادات کی جھلک پائی جاتی ہے، تمام یورپ کے برخلاف یہان کے لوگ بیگانہ نواز اور مہمان پرست ہین، یہ لوگ اجنبی آدمیون کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آتے ہین اور ہر کام مین اس کی اعانت کرتے ہین مختصر یہ کہ یورپ کے اور ملکون مین اور اس ملک مین صریحی فرق محسوس ہوتا ہے اور وہ فرق انھین اخلاق کے لحاظ سے ہے جو خاص عرب کے اخلاق ہین، شعر

عالم زما تہی وز فغانِ ما پُرست، شد عندلیب خاک وچمن از نوا پُرست،

(از رسائل شبلی مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

تلفیق الاخبار

پر

ریویو

(یہ ایک ضخیم کتاب، خاص ترک و تاتار کی تاریخ مین ہی جو ایک روسی مسلمان کی تصنیف ہی)

مسلمان تمام دنیا کے مختلف حصون مین پھیلے ہوئے ہین، لیکن باہمی روابط اس قدر کم ہین کہ ٹرکی کے سوا باقی ممالک کے حالات کی ہمکو خبر تک نہین ہوتی، ایران کے واقعات دھندلے دھندلے نظر آتے ہین، مراکش کا خط و خال صرف یورپین مصوّرون کی رنگ آمیزی مین دکھائی دیتا ہے، اور تاتاری مسلمان جس حال مین ہین، وہ تو دوربین سے بھی نظر نہین آتا، اس حالت مین کتاب زیر ریویو پر اگر ہماری نظر نہایت شوق اور استعجاب سے اٹھی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہین. کتاب کا مصنف بلغار کا رہنے والا ہے، لوح پر مصنف کا نام ان حرفون مین لکھا ہے "م م رمزی" معلوم نہین یہ اصل نام ہے، یا فرضی لقب ہے، چونکہ کتاب نہایت آزادی سے لکھی ہے، اور روسی سلطنت کا جور و ظلم اور مذہبی تعصب نہایت تفصیل سے دکھایا ہے جس کو پڑھکر حیرت ہوتی ہے، کہ کیا انیسوین صدی بھی اس قسم کی وحشیانہ حرکت کی متحمل ہو سکتی ہے اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ مصنف اپنا اصلی نام نہ ظاہر کر سکا. لیکن مطبع اور شہر کا نام بہ تصریح لکھا ہے، اس لئے یہ قیاس کسی قدر ضعیف ہو جاتا ہے، اس کتاب کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ گور

انگریزی کی قدر و منزلت دل مین بہت بڑھ جاتی ہے،

الاشیاء تعرف باضدادھا ہر چیز اپنے مقابل سے پہچانی جاتی ہی،

مصنف تاتاری ترک ہے، اور قومیت کے نشہ مین چور ہے چنگیز خان کی برائی پر تمام دنیا کو متفق اللفظ سنتے آئے، لیکن مصنف اس اجماع مین بھی شامل ہونا گوارا نہین کرتا، اور سلطان خوارزم شاہ کو مخاطب کرتا ہے کہ "ہمہ آوردہ تست"، مصنف کے خاص اجتہادات کی بحث توآگے آئیگی، لیکن اس قدر، اس موقع پر ظاہر کرنا ضرور ہے کہ ترک اور تاتار کی کوئی تاریخ آج تک اس قدر مفصل اور محققانہ نہین لکھی گئی، اس نے سیکڑون کتابون سے مدد لی ہے اور دیباچہ مین انکی فہرست بھی دیدی ہے، لیکن وہ ان ماخذون پر اس طرح حکومت کرتا ہے، گویا سب اسکے فرمان بردار ہین، وہ تنقید کے زور سے جس کو جہان چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور سب کو تسلیم کرنا پڑتا ہے وہ نہایت مستند اور مسلم ایرانی تصنیفات کی غلطیون کی ہنسی اڑاتا ہی، اور سچ یہ ہے کہ

انصاف شیوہ ایست کہ بالائے طاعت است

شاہنامہ کے پڑھنے والے (اور ہین بھی انھی مین ہون) کو فردوسی نے ہمیشہ یہ تلقین کی کہ ایران کے مقابلہ مین ترک ہمیشہ مغلوب رہے، اور ترک کا لفظ ظالم، جاہل اور غارت گر کا مرادف ہے، خواجہ حافظ صاحب سے بھی ہم نے بچپن مین یہی سنا تھا، ع

چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوانِ یغما را

لیکن مصنف نے فردوسی کی تمام ملمع کاری کی قلعی کھول دی، شروع سے اخیر تک تمام واقعات بہ تفصیل لکھے ہین، اور ہر جگہ مورخین ایران کے تعصب، غلط بیانی اور مبالغہ کو اس طرح واضح کر دیا ہے کہ ایک مجوسی آسانی سے مرتد ہو سکتا ہے،

تمام کتاب مین ہمارے کام کی بات یہ ہے کہ یورپین مورخون کی زبان سے یہ سنتے سنتے ہم تھک گئے تھے کہ ترکون نے دنیا کے تمدن کو برباد کر دیا، بے شبہہ انھون نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کین عرب نے جو تمدن دنیا مین پھیلایا تھا، ترکون نے اس گلستان ہمیشہ بہار کو دفعۃً ویرانہ سے بدتر کر دیا، مسیو لیبان نے تمدن عرب مین عرب کی تہذیب و تمدن کی تعریف اس حد تک کی ہے کہ خود ہم کو مشکل سے اعتبار آتا ہے، لیکن یہ زیادہ تر اس غرض سے ہے کہ عرب کو جس قدر اونچا کرین اتنی ہی بلندی سے ترکون کو گرائین مسٹر بلنٹ نے فیوچر آف اسلام مین یہی پیش نظر رکھا ہے، ہمارے ایک دوست نے نہایت سچ کہا کہ یورپ ہر مردہ قوم کا مرثیہ نہایت سوز و گداز سے پڑھ سکتا ہے، لیکن کسی زندہ قوم کو اچھا نہین کہہ سکتا، عرب (من حیث الحکومۃ) آج موجود نہین ہین، اس لئے ان پر آنسو گرانا آسان ہے، لیکن زندہ حکومتون کی تحسین و تعریف مین پالٹیکس کی نگاہ غضب کا ڈر ہے،

بہر حال یورپ کا یہ فیصلہ ہے کہ ترکون نے اسلام لانے کے بعد بھی علم و فن کی کچھ قدر نہ کی، بلکہ عرب نے جو کچھ کیا تھا اس کو بھی برباد کر دیا، مین مدت سے یورپ کی اس غلط بیانی پر حیرت زدہ تھا، میرے سامنے ترکون کے سیکڑون علمی کارنامے موجود تھے، لیکن چونکہ مصنفین حال کے زمرہ مین مجھکو کوئی اور ہم نوا نہین ملتا تھا، اس لئے زبان کھولنے کی جرأت نہین ہوئی لیکن کتاب زیر ریویو کے مصنف نے نہایت دلیری سے یورپ کی غلط بیانیون کا پردہ فاش کیا، ہم اس کتاب سے چند مفید معلومات اقتباس کے طور پر ناظرین کے نذر کرتے ہین،

ترکون کے علمی احسانات کے لئے علیحدہ آرٹکل درکار ہے، اس باب مین مصنف نے جو کچھ لکھا ہے، بہت مجمل ہے، اور ضرورت ہے کہ یہ داستان پھیلا کر لکھی جائے،

ترک (تاتار، مغل و ترکمان)	ترکون کے حالات سے عام ناواقفیت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے

کہ لوگ ان کو الگ الگ قومین سمجھتے ہین، حالانکہ یہ سب ایک ہی خاندان کے مختلف شخصون کے نام ہین، چین مین ترکی قومون کو ہیانگ تو کہتے تھے اور قدیم یونان اور روم مین انکا نام سیتھیا، یا اسکا پتا تھا، عبرانی زبان مین انکو ماجوج کہتے ہین، چنانچہ کاتب چلپی نے جہان نما مین اسکی تصریح کی ہے مصنف نے ان قومون کی ابتدا انکی سکونت انکے تشعب کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے لیکن غالباً ناظرین کو اس سے دلچسپی نہ ہوگی، اس لیے ہم ان کے ان واقعات کا اقتباس کرتے ہین، جو اسلام کے عہد مین پیش آئے، سب سے پہلے ترکون پر حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ۲۱ھ مین فوج کشی ہوئی یعنی عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی نے باب الابواب سے گذر کر خزر (جو عموماً اس زمانہ مین ترکونکو خزر کہتے تھے) پر حملہ کیا اس زمانہ سے ۱۸۳ھ یعنی ۱۶۲ برس تک ترکون پر حملے ہوتے رہے لیکن فتح و شکست کا قطعی فیصلہ کبھی نہین ہوا،

اس امر مین اختلاف ہے کہ یہ لوگ اسلام کب لائے اور کیونکر لائے، مصنف نے مسعودی کی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے بلغار کا بادشاہ ۳۱۰ھ کے بعد خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ مین اسلام لایا، اسلام کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ایک خواب دیکھا، جس سے اس کو اسلام کی طرف رغبت ہوئی، یہ بادشاہ نہایت صاحب اقتدار تھا، وہ قسطنطنیہ، اٹلی، فرانس، اسپین پر اکثر حملے کیا کرتا تھا اسلام لانے کے بعد اس کے بیٹے نے حج کیا اور بغداد مین آیا، خلیفہ مقتدر باللہ نے اسکو رایت و علم عنایت کیا، مصنف نے لکھا ہے کہ اس بادشاہ کا نام الماس خان بن سلکی خان تھا، اسلام لانے کے بعد اس نے مقتدر باللہ کے دربار مین سفیر بھیجا اور غائبانہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ بھی درخواست کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لیے فقہا اور علما بھیجے جائین، ان کے ساتھ ریاضی دان بھی آئین کہ ٹھیک ٹھیک قبلہ بتائین مقتدر نے متعدد علما و فضلا کو اس خدمت پر مامور کیا جن مین سوسن الراسبی اور بدر حرمی بھی تھے، احمد بن فضلان کو بھی اس سفارت کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ بلغار کے حالات اور سفر کے

تمام واقعات کی رپورٹ لکھ کر لائین" احمد بن فضلان نے ایک نہایت مفصل رسالہ لکھا لیکن افسوس ہے، کہ آج اس کا بالکل پتہ نہین لگتا، یاقوت حموی نے معجم البدان مین اسکی متعدد عبارت نقل کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے ؛۔

"المس بن سلکی یلطوار جو صقالبہ کا بادشاہ ہے، اس کی درخواست امیرالمومنین مقتدر باللہ کی خدمت مین پہنچی کہ کسی کو بھیجا جائے جو مجھ کو اسلام کے احکام سکھائے اور مسجد اور منبر بنائے تاکہ تمام ملک مین اسلام کی اشاعت کیجائے، اس کے ساتھ ایک قلعہ بنانے کی بھی اجازت دیجائے، اس درخواست کے موافق ہملوگ ۱۱ صفر ۳۰۹ھ کو روانہ ہوئے"

اس کے بعد احمد بن فضلان نے راستہ کے تمام واقعات نہایت تفصیل سے لکھے ہین جنکو مین قلم انداز کرتا ہون،

جب صقالبہ کے پایۂ تخت سے ایک دن کا فاصلہ رہگیا تو اُس نے چار بادشاہون کو جو اس کی زیر حکومت ہین اور اپنے بھائی اور بیٹون کو ہمارے استقبال کے لیے بھیجا، جب دو فرسنگ کا فاصلہ رہگیا تو وہ خود استقبال کو آیا، جب اس نے ہم کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑا اور زمین پر سجدہ کیا، اور ہمارے اوپر روپئے برسائے، اور خیمے نصب کرائے جنمین ہمکو اتارا ہمارے پہنچنے کی تاریخ ۱۲ محرم ۳۱۰ھ تھی، جرجانیہ سے جو خوارزم کا پایۂ تخت ہو یہان تک ستر دن کی مسافت ہو، ہم بدھ کے دن تک یہان مقیم رہے، اس اثنا مین وہان کے تمام رؤسا اور مقربین درگاہ ہرطرف سے آکر جمع ہوئے، جمعرات کے دن ہم نے امیرالمومنین کے دونون فرمان نکال کر پیش کئے، بادشاہ کو دولتِ عباسیہ کا سیاہ ملبوس پہنایا اور پگڑی باندھی، پھر فرمان پڑھا، فرمان کے پڑھے جانے تک بادشاہ تعظیما کھڑا رہا، پھر وزیر اعظم کا فرمان پڑھا، بادشاہ اگرچہ فربہ اندام تھا لیکن اب بھی برابر کھڑا رہا، پھر دربار خلافت سے جو ہدیئے لائے تھے اسکو دیئے گئے، ان کی خاتون

بھی اس کے برابر بیٹھی تھی، اسکو بھی خلعت دیا۔ اور یہ ترکون کا عام قاعدہ ہی (یعنی انہین پردہ کی رسم نہین ہی) پھر ہم اس کے خیمہ مین گئے، وہ تخت پر بیٹھا اور سلاطین داہین جانب ہم بائین جانب بیٹھے، پھر کھانا آیا، باری باری مختلف کھانے آتے تھے اور ہر شخص کے سامنے الگ الگ سینیان رکھی جاتی تھین" بادشاہ چھری سے کاٹ کر کھاتا تھا، سینی مین جو کھانا بچ جاتا تھا وہ کھانے والے کے قیام گاہ پر پہنچا دیا جاتا تھا، کھانے کے بعد شہد کی شراب آئی جس کو ترکی مین سبچو کہتے ہین، × × ×

بادشاہ کی سواری جدھر سے نکلتی ہے لوگ کھڑے ہوجاتے ہین اور ٹوپیان اتار کر بغل مین دبا لیتے ہین، پھر بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے سر کو جھکا دیتے ہین، بادشاہ کے سامنے جب بیٹھتے ہین تو ہمیشہ ٹوپی اتار کر بیٹھتے ہین، × × × مرد عورت ایک ساتھ کھلے مقامات مین ننگے نہاتے ہین، لیکن بدکاری کا مطلق وجود نہین، کوئی شخص بدکاری کا مرتکب ہو تو ایک طرف کا جسم گردن سے ران تک کاٹ کر درخت پر لٹکا دیتے ہین"

بلغار کی رات | عام طور سے مشہور ہے کہ بلغار مین رات اس قدر چھوٹی ہے کہ آفتاب کے غروب اور طلوع مین صرف آدھ گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے، اس لیے وہان عشا کی نماز نہین ہوتی، لیکن مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہ محض مبالغہ ہے، آلاتِ رصدیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ساڑھے چار گھنٹے سے رات کم نہین ہوتی،

(الندوہ ج ۸ نمبر ۱۲ ذی حجہ ۱۳۲۹ھ)

تمدن اسلام

مصنفہ

جرجی زیدان

کی

پردہ دری

جرجی زیدان ایک عیسائی مصنف نے یہ کتاب چار حصون مین لکھی ہے جسمین مسلمانون کی تہذیب و تمدن کی تاریخ لکھی ہی اس کتاب مین مصنف نے در پردہ مسلمانون پر نہایت سخت او متعصبانہ حملے کیے ہین لیکن بظاہر مسلمانو کی مدح سرائی کی ہی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگون کی نظر اسکی فریب کاریون پر نہین پڑی، اور کتاب گھر گھر پھیل گئی،

مین اس حالت کو دیکھ رہا تھا لیکن قلت فرصت کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہین ہوسکتا تھا، نوبت یہان تک پہنچی کہ فاضل کے امتحان مین اس کے داخل نصاب کرنے کی رائے دی گئی اور علامشبلی نے حال مین ایک مضمون لکھا کہ حضرت عمرؓ کا کتبخانۂ اسکندریہ کو جلانا ثابت ہے، جیسا کہ جرجی زیدان نے اسکو تمدن اسلام مین جدید دلائل سے ثابت کر دیا ہے،

ان واقعات نے مجبور کر دیا کہ مین اسکی فریب کاریان تفصیل کے ساتھ ناظرین کے پیش نظر کرون، اصل مضمون عربی مین لکھا ہے اور اس کو نہایت وسعت دی ہی، اردو مین مختصر کر دیا ہی اور طرز تحریر بھی معمولی ہے"

مصنف کا اصل مقصود کیا ہے؟ | آج کل یورپ مین تصنیف کا ایک طرز یہ ہے کہ مصنف کسی خاص قسم کے واقعات جب ملک مین پھیلانا چاہتا ہے تو اس پر مستقل حیثیت سے کوئی کتاب نہین لکھتا بلکہ کوئی ناول لکھتا ہے، جس مین ان واقعات کو جابجا ضمنی موقعون مین لاتا جاتا ہے، اور اس طرح دلچسپی کے ساتھ ان تمام واقعات کو گوش آشنا کر دیتا ہے، اسی قسم کا طریقہ مصنف نے اختیار کیا ہے اس کے اہم مقاصد جس کے لئے اس نے یہ کتاب لکھی ہے حسب ذیل ہین،

(۱) عرب کی تحقیر اور ان کی مذمت،

(۲) خلفاے (بنو امیہ و عباسیہ) مذہب کی توہین کرتے تھے، جہان تک کہ منصور نے بغداد مین کعبہ کی تحقیر کے لئے قبۂ خضرا بنوایا، اور معتصم نے سامرہ مین کعبہ اور صفا و مروہ تعمیر کیا،

(۳) مسلمانون پر عام اعتراضات،

ان مضامین پر مصنف اگر کوئی مستقل کتاب لکھتا تو لوگ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اس لئے اس نے تاریخی واقعات کے پردہ مین ان مضامین کو ادا کیا، اور آہستہ آہستہ یہ زہر اس طرح سرایت کر گیا کہ لوگون کو خبر بھی نہ ہونے پائی،

مصنف نے ان اغراض کے حاصل کرنے کے لئے جو طریقے اختیار کئے ان کی تفصیل ذیل مین ہے

(۱) صریح کذب و دروغ،

(۲) روایات کی نقل مین خیانت اور تحریف،

(۳) کسی صحیح واقعہ مین اپنی طرف سے ایسا اضافہ کر دینا کہ واقعہ کی صورت بدل جائے،

(۴) غلط استنباط اور استدلال،

ہم پہلے مصنف کے مقاصد کو کسی قدر تفصیل سے دکھاتے ہین،

کتاب کا ایک بڑا موضوع بنو امیہ کی برائی اور عیب گیری ہے جس کے ضمن مین دراصل

عرب پر حملہ کرنا مقصود ہے،

کتاب کے چند اقتباسات حسب ذیل ہین:-

وكان من جملة نتائج تعصب بني امية للعرب واحتقارهم البلاد الامم انهم اعتبروا اهل البلاد التي فتحوها وما يملكون رزقا حلالا لهم،	(حصہ دوم ص ۱۹)	بنو امیہ جو عرب کی طرف داری اور تمام دنیا کی تحقیر کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام مفتوح شہرون کے لوگون کو اور ان کے دولت و مال کو شیر مادر سمجھتے تھے،
وكان عمال بني امية يجورون على اصحاب الارض من اهل الذمة في التحصيل ونحوه (حصہ دوم ص ۱۹)		بنو امیہ کے عمال زمینداروں پر مالگذاری وغیرہ کے وصول کرنے مین ظلم کرتے تھے،
ولم يكن عمال بني امية ياتون هذه الاعمال من عند انفسهم دائما بل كثيرا ما كانوا يفعلونه بامر خلفائهم	(حصہ دوم ص ۲۳)	اور بنو امیہ کے عمال یہ باتین اپنی طرف سے نہین کرتے تھے بلکہ اکثر خلفا کے حکم سے کرتے تھے،
وكان بنو امية قد انغمسوا في الترف واللهو والخمر، (حصہ دوم ص ۲۶)		اور بنو امیہ عیش پرستی اور لہو و لعب اور شراب مین ڈوب گئے تھے،
وكان العمال لا يرون حرجا في ابتزاز اموال من اهل البلاد التي فتحوها عنوة، (حصہ چہارم ص)		اور عمال بنو امیہ مفتوحہ قومون کے مال چھین لینے کو کچھ برا نہین سمجھتے تھے،
الاستهانة بالقرآن والحرمين (حصہ چہارم ص)		قرآن مجید اور حرمین کی توہین،
فان اهل الذمة وغيرهم من سكان البلاد الاصليين قاسوا من خلفاء بني امية ومن عمالهم الامور الصعاب حتى الذين اسلموا منهم فان العرب كانوا		ذمی اور دیگر اصلی باشندون نے بنو امیہ اور ان کے عاملون کے ہاتھ سے سخت مصیبتین جھیلین حتی کہ ان لوگون نے بھی جو مسلمان ہو گئے تھے، کیونکہ عرب ان سے نملا موالی سا

یعاملونهم معاملة العبید،	برتاؤ کرتے تھے،
وعظم امر الخلافة حتی فضلها علی النبوة	اور حجاج نے خلافت کے رتبہ کو اس قدر بڑھایا
فکان (ای الحجاج) یقول ما قامت السمٰوٰت والارض الا	کہ نبوت پر اس کو فضیلت دی، چنانچہ کہتا تھا
بالخلافة وان الخلیفة عند اللّٰہ افضل من	کہ آسمان اور زمین خلافت سے قائم ہوئے
الملائکة المقربین والانبیاء	ہین، اور خلیفہ خدا کے نزدیک مقرب فرشتون
المرسلین (حصۂ چارم ص ۷۹)	سے اور انبیا اور رسول سے بڑھ کر ہے،

ان باتون کے ثابت کرنے کے لئے مصنف نے بنو امیہ کے عجیب عجیب ظلم کے واقعات لکھے ہین، جنکی تفصیل آگے آئیگی،

بنو امیہ کی برائی اگر بنو امیہ کی خصوصیت کی بنا پر کی جائے تو ہم کو اس سے بحث نہین، بنوامیہ یا عباسیہ اسلام کے نمونے نہین ہین، وہ خلفا نہ تھے، بلکہ بادشاہ تھے، اس لئے اور سلاطین کی طرح ہر قسم کے عیوب اُن مین ہو سکتے تھے، لیکن مصنف کی عنایت بنو امیہ پر اس لحاظ سے ہو کہ وہ اصلی عرب اور عربی قومیت کے نمونے تھے، ان کے اوصاف واخلاق وعادات، دراصل عرب کے اخلاق وعادات ہین، چنانچہ مصنف عصر بنی امیہ کا ایک خاص عنوان قائم کرکے لکھتا ہی:-

وتمتاز عن الدولة العباسیة	اور سلطنت بنوامیہ، دولت عباسیہ سے اس بات
بانها عربیة بحتة (حصۂ دوم ص ۱۸)	مین ممتاز ہے کہ وہ خالص عربی حکومت ہے،
وجملة القول ان الدولة الامویة	اور مختصر یہ ہے کہ سلطنت اموی عربی سلطنت
دولة عربیة (حصۂ چہارم ص ۱۰۳)	تھی،

مصنف نے جس قدر بنو امیہ کی مذمت اور برائی کی ہے، اسی قدر عباسیہ کی مدح اور تعریف کی ہے، لیکن نہ اس لحاظ سے کہ وہ کوئی عربی سلطنت تھی بلکہ اس بنا پر کہ وہ ایرانی سلطنت

تھی چنانچہ وہ عباسی حکومت کو ایرانی حکومت قرار دیتا ہے، حصۂ چہارم مین اس نے عباسیون کی سلطنت کا جہان ذکر شروع کیا ہے، اس کی سرخی یہ لکھی ہے، العصر الفارسی الاول اس کے نیچے لکھتا ہے :-

دعونا ھذا العصر فارسیامع انہ داخل فی عصر الدولۃ العباسیۃ لان تلک الدولۃ علی کونھا عربیۃ من حیث خلفائھا ولغتھا ودیانتھا فھی فارسیۃ من حیث سیاستھا وادارتھا لان الفرس نصروھا وایدوھا ثم ھم نظموا حکومتھا وادارواشئونھا وامراؤھا وکتابھا وحجابھا،

ہم نے اس زمانہ کو فارسی کہا حالانکہ وہ عباسی حکومت کا زمانہ ہے، یہ اس بنا پر کہ عباسی حکومت اگرچہ اپنے خلفاء اور مذہب اور زبان کے لحاظ سے عربی تھی، لیکن پالٹیکس کے لحاظ سے ایرانی تھی، کیونکہ ایرانیون نے اس کی اعانت کی اور ان ہی نے اسکی حکومت کا انتظام کیا اور اس کے کاروبار چلائے اور ایرانی ہی اس سلطنت کے وزیر اور افسر اور کاتب اور دربان تھے،

عام عرب کی نسبت مصنف لکھتا ہے کہ وہ نومسلمون کو سخت حقیر سمجھتے تھے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی گوارا نہین کرتے تھے، ان کا قول تھا کہ نماز تین چیزون کے سامنے گذر جانے سے ٹوٹ جاتی ہے، گدھا، کتا اور نومسلم، امیر معاویہ نے قصد کیا تھا کہ تمام نومسلمون کو یا ان مین سے ایک حصہ کو محض اسوجہ سے قتل کر دین کہ وہ غیر قوم ہین، گویا یہ لوگ بھیڑ بکریان تھین، عرب کا یہ غرور اس وجہ سے ہو گیا تھا کہ وہ اونٹ چرانے چراتے تخت حکومت تک پہنچے تھے،

خلفاء کا کعبہ اور شعار اسلام کی توہین کرنا، — مصنف نے جابجا اور ایک موقع پر خاص ایک عنوان قائم کر کے ثابت کیا ہے کہ خلفاء مذہبی شعائر کی تحقیر کرتے تھے، ایک موقع پر لکھا ہے،

فخبب بعضهم الی المنصور ان یستبدل الکعبة بما یقوم مقامها فی العراق وتکون حج الناس فبنی بناءً اسماہ القبة الخضراء تصغیرا للکعبة وقطع المیرة عن المدینة، (حصۂ دوم ص ۳۰)

بعضون نے منصور کو اس طرف مائل کیا کہ کعبہ کے بدلے عراق مین کوئی عمارت بنائے جس کا لوگ حج کیا کرین، چنانچہ اس نے ایک مکان بنایا جس کا نام قبہ خضرا رکھا تاکہ کعبہ کی حقارت ہو، اور مدینہ مین غلہ بھیجنا بند کردیا۔

ایک موقع پر خلیفہ معتصم کے حال مین لکھتا ہے :۔

فانشاء فیها کعبة وجعل حولها طوافاً واتخذ منیً وعرفات، (حصۂ دوم ص ۳۲)

معتصم نے سامرہ مین ایک کعبہ اور منی اور عرفات تیار کرایا،

خلفاے بنو امیہ کی نسبت اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کیے ہین، لیکن انکی تفصیل کی اس لئے ضرورت نہین کہ بنو امیہ تو بہرحال مصنف کے نزدیک گردن زدنی تھے انکے کسی فعل کی کیا شکایت ہوسکتی ہے لطف یہ ہے کہ اپنے ممدوحین یعنی خلفاے عباسیہ کی نسبت یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے زمانہ مین عرب اس قدر حقیر کر دیئے گئے تھے کہ عرب کا لفظ سب سے بدتر لفظ خیال کیا جاتا تھا، لوگ کہتے تھے کہ "عرب کتے ہین، ان کے آگے روٹی کا ٹکڑا ڈال دو پھر ان کے سر پر مارو"، مصنف کے اصلی الفاظ یہ ہین :۔

فاصبح لفظ عربی مرادفا لاحقر الاوصاف عندهم ومن اقوالهم العربی بمنزلة الکلب اطرح له کسرة واضرب راسه،

عربی کا لفظ بدتر سے بدتر لقب کا مرادف بنگیا تھا، اور ان کا مقولہ تھا کہ عرب کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈال، دو پھر اس کے سر پر مارو،

اس موقع پر یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اس مین مصنف کا کیا قصور ہے، یہ تاریخی واقعات

ہین مصنف نے ان کو نقل کر دیا، اور سند بھی نقل کر دی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے ان عبارتون کی نقل مین سخت تحریف اور خیانت سے کام لیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے،

مصنف[1] نے اس تصنیف مین مختلف طریقون سے کام لیا ہے لیکن علانیہ جھوٹ حوالے دیتا ہے، کہین عبارت کو ادل بدل کر دیتا ہے، کہین ایک خاص واقعہ کو عام کر دیتا ہے، اور اس سے عام نتیجہ نکالتا ہے کہین اپنے موافق ایک واقعہ کو نقل کرتا ہے، اور اس کے مخالف بہت سے صحیح واقعات ہین ان کو چھوڑ جاتا ہے، کہین استدلال اور استنباط مین غلطی کرتا ہے،

صریح جھوٹ، | (۱) تمدن اسلام کے حصۂ دوم مین "عصر بنی امیہ" کا ایک عنوان قائم کیا ہے جس کے ذیل مین بنو امیہ اور عمال بنو امیہ کے تمام مظالم گنائے ہین، اسمین منجملہ ان مظالم کے ایک یہ بھی لکھا ہے،

واذا اتی احدهم بالدراهم لیؤدیها فی خراجه یقتطع الجابی منها طائفة ویقول هذا اجرا اجهاذ وصرفها،	اور جب ان کے پاس کوئی شخص مالگذاری ادا کرنے کے لئے روپیہ لاتا تھا تو تحصیلدار اسمین سے کچھ روپیہ نکال لیتا تھا اور کہتا تھا کہ روپیہ کا نرخ اور چلن اسی قدر ہے،

[1] ایک امر کا اظہار کرنا اس موقع پر ضرور ہے، مصنف نے جب اس کتاب کا پہلا حصہ مجھکو بھیجا تو مین نے اجمالاً کتاب کی تعریف کی، لیکن چونکہ مین مصنف کی عادت سے واقف تھا اس لئے مین نے اسکو خط لکھا کہ آپکو واقعات مین کتابون کا حوالہ دینا چاہئے، چنانچہ مصنف نے میرے اس خط کو تمدن اسلام کے دوسرے حصہ مین نقل کیا ہے، اور میری تحریک کے مطابق پچھلے حصون مین حوالے دیتے ہین، لیکن اس مین یہ چالاکی کی کہ چھاپے کی تعیین نہین کرتا، اکثر کتابین مصر مین بار بار چھپی ہین مصنف انکے حوالے دیتا ہے، اور یہ نہین بتاتا کہ کون سے چھاپہ کے صفحے ہین، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن الاثیر، مسعودی وغیرہ کے جو کثرت سے مصنف نے حوالے دیئے ہین مین نے مقابلہ کیا، تو میرے پاس جو نسخے ہین انمین وہ عبارتین نہین ملین لیکن مصنف یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کسی اور نسخہ کا حوالہ دیا ہے، اسکا تو اسی کی وجہ سے مصنف کی بہت سی خیانتون کا پردہ رہ گیا، مگر جن کتابون مین اس کے حوالے میرے نسخہ سے مطابق نکلے ان مین ایک موقع بھی مجھ کو ایسا نہ ملا، کہ مصنف نے سخت خیانت نہ کی ہو،

اس عبارت کی نسبت حاشیہ مین کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صفحہ ۶۲ کا حوالہ دیا ہی اسکی کیفیت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے ہارون الرشید کی فرمایش سے مالگذاری اور جزیہ وغیرہ کے متعلق ایک دستور العمل لکھکر پیش کیا تھا، اس مین ایک موقع پر ایک عنوان قائم کیا ہے، اس کے ذیل مین ہارون الرشید کو مخاطب کرکے لکھا ہے کہ فلان فلان محصول نہ لئے جائین، اس کے ذیل مین لکھتے ہین،

فانہ بلغنی ان الرجل منھم یاتی، (الی آخرہ) — مجھ کو خبر لگی ہے کہ کوئی شخص جب ان کے

اس عبارت مین بلکہ اس موقع پر بنو امیہ کا مطلق ذکر نہین، قاضی صاحب ہارون الرشید کو مخاطب کرکے اس کے عاملون کا حال لکھتے ہین مصنف نے اسکو بنی امیہ کے زمانے سے منسوب کر دیا ہے

(۲) مصنف اسی عنوان کے ذیل مین (صفحہ ۱۳) بنوامیہ کے عمال کے بہت سے ظلم گنا کر لکھتا ہے

وفی کلام القاضی ابی یوسف فی عرض وصیتہ للرشید بشان عمال الخراج ما یبین الطرق التی اولیٰک الصغار یجمعون الاموال بھا، (کتاب الخراج ص ۶۱ و ۶۲) — قاضی ابو یوسف نے ہارون الرشید کو عمال خراج کے بارہ مین جو وصیت لکھی تھی، اس سے وطریقے معلوم ہو سکتے ہین، جن سے چھوٹے چھوٹے عمال روپیہ جمع کرتے تھے،

قاضی صاحب نے لکھا ہے (مصنف نے وہ تمام عبارت نقل کی ہی) کہ یہ عمال رعایا کو دھوپ مین بٹھاتے تھے، اور ان کے گلے مین مٹکے لٹکاتے تھے، اور اس طرح زنجیرون مین جکڑتے تھے کہ وہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے، لیکن اس مین ایک حرف بھی بنو امیہ کے متعلق نہین، قاضی صاحب نے علانیہ ہارون الرشید کو مخاطب کرکے اس کے عاملون کا حال لکھا ہے، اسی بنا پر اسی عنوان کے ذیل مین ہارون الرشید کو مخاطب کیا ہے، کہ کاش تو مہینہ دو مہینہ مین ایک دفعہ بھی دربار کرتا اور

لوگون کی فریاد سننا. اس کے بعد لکھتے ہین،

ولعلک لو تجلس الا مجلسا او مجلسین	اور غالبا تو ایک ہی دو اجلاس کرتا تو تمام ملک
حتی یسیر ذالک فی الامصار و المدن	مین یہ خبر پھیل جاتی اور ظالمون کو یہ ڈر ہوتا کہ
فیخاف الظالم و قوفک علی ظلمہ	تجھ تک خبر نہ پہنچ جائے، اس بناء پر ظالم کو
فلا یجتری علی الظلم،	ظلم پر جرأت نہ ہوتی،

مصنف نے جا بجا عباسیون کے عدل و انصاف کی بے انتہا تعریف کی ہے، لیکن عباسیون

سرتاج ہارون الرشید تھا، اور اس کے زمانہ کے عمال کا یہ حال ہے،

ہمارے مصنف نے ان سب کو بنو امیہ کے نامۂ اعمال مین داخل کر دیا، کیا دنیا مین اس سے

زیادہ کذب و افترا کی مثال مل سکتی ہے،

(۳) مصنف نے لکھا ہے کہ عباسیون کے زمانہ مین ایرانیون نے یہ خیال کیا کہ جب تک

عرب اور حرم کعبہ کا اثر کم نہ کیا جائیگا، ہم کو کامیابی نہ ہوگی، اس لئے انھون نے خلیفہ منصور کو اس کے

آمادہ کیا کہ عراق مین کعبہ کا جواب بنائے، چنانچہ منصور نے کعبہ کی تحقیر کے لئے ایک عمارت بنائی

جس کا نام قبۂ خضرا تھا، مصنف کے اخیر الفاظ یہ ہین :-

فحبب بعضھم الی المنصور ان یبتنی	اس بناء پر بعضون نے منصور کو اس طرف رغبت
الکعبۃ بما یقوم مقامہا فی العراق و	دلائی کہ وہ عراق مین کعبہ کا جواب بنائے اور لوگون
تکون حجا للناس فبنی بناء اسماہ القبۃ	سے اس کا حج کرائے چنانچہ اس نے کعبہ کی حقارت
الخضراء تصغیرا للکعبۃ (تمدن اسلام حصہ دوم ص۳۰)	کیلیے قبۂ خضرا بنایا،

اس عبارت کے خاتمہ پر حاشیہ مین طبری صفحہ (۱۹۰) کا حوالہ دیا ہے، اس واقعہ کی حقیقت

یہ ہے کہ جب خلیفہ منصور کے مقابلہ مین محمد نفس زکیہ نے علم بغاوت بلند کیا، تو ایک خطبہ دیا

جس مین یہ الفاظ تھے،

اما بعد ایہا الناس فانہ کان من امر ھذا الطاغیۃ عدو اللہ ابی جعفر مالم یخف علیکم من بنائہ القبۃ الخضراء التی بناھا معاندۃً للہ فی ملکہ وتصغیراً للکعبۃ الحرام۔ (طبری ص ۱۹۰)	حمد خدا کے بعد اے صاحبو! اس سرکش (منصور) دشمن خدا کا فعل آپ سے مخفی نہین کہ اس نے قبۂ خضرا بنایا ہے جس سے خدا کی دشمنی اور کعبہ کی حقارت مقصود ہے،

یہی خطبہ ہے جس کا مصنف نے حوالہ دیا ہے، لیکن یہ منصور کے ایک دشمن کے الفاظ ہین، کیا اس سے کسی تاریخی واقعہ کا اثبات ہوسکتا ہے منصور کا زمانہ ائمۂ مجتہدین، محدثین اور فقہار سے معمور تھا، کیا اس زمانے مین کسی کو یہ جرأت ہوسکتی تھی کہ کعبہ کا جواب بنائے، کیا ایسا خلافِ امکان واقعہ صرف ایک مخالف کی شہادت سے ثابت کیا جاسکتا ہے، لیکن فرض کرلو، کہ مخالف کے الفاظ صحیح بھی ہین، تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ منصور نے یہ عمارت کعبہ کی تحقیر کے لئے بنائی ہے؛ اس مین یہ الفاظ کہان ہین کہ "لوگون نے منصور کو یہ ترغیب دی کہ عراق مین کعبہ کا جواب بنائے، اور لوگون سے حج کرائے،" طبری مین اس عبارت کا ایک حرف بھی نہین،

(۴۴) حصۂ دوم صفحہ ۲۰ مین لکھا ہے کہ "خلیفہ منصور نے مدینہ منورہ مین دریا کی طرف سے غلہ وغیرہ جانا بند کردیا تھا، جس سے غرض یہ تھی کہ حرمین کی وقعت کم ہوجائے، اس بنا پر لوگون نے منصور سے بغاوت کی، اور محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، منصور کو اس کاروائی سے جو مشکلین اٹھانی پڑین وہ اس کے جانشینون کے لئے عبرت کا سبق تھین اس لئے اس کے جانشین مہدی نے اس کی تلافی کی"

اس واقعہ مین کس قدر فریب اور خدع سے کام لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ ایک مدت سے خلافت کا خیال پکا رہے تھے جب انھون نے علانیہ علمِ بغاوت بلند کیا تو چونکہ وہ مدینہ منورہ مین مقیم تھے، اس لئے منصور نے وہان رسد کا بھیجنا بند کرادیا، طبری مین ہے:-

فخبرہ بخروج محمد فقال لمنصور نکتب الساعۃ الی مصر ان یقطع عن الحرمین المادۃ ثم قال انما ھم فی مثل حرجۃ اذا انقطعت عنھما المادۃ ، (طبری واقعات ۱۴۵ھ ص ۲۸۰)	جب منصور کو محمد کی بغادت کی خبر دی گئی تو اس نے کہا کہ ابھی مین مصر کو لکھ دیتا ہون کہ وہان سے حرمین کو جو مدد آتی ہو بند کر دیجائے جب یہ بند ہو جائیگی، تو وہ بے دست و پا ہو جائین گے،

یہی مورخ ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے:۔

لما قتل محمدا امر ابو جعفر بالبحر فاقفل علی اھل المدینۃ فلم یحمل الیھم من ناحیۃ الجار شئی،	جب محمد قتل کر دیئے گئے تو ابو جعفر منصور نے حکم دیا کہ جار کی بندرگاہ سے مدینہ کو کوئی چیز نہ جانے پائے،

ان تمام عبارتون سے صاف ثابت ہے کہ منصور نے محمد کی بغادت کے فرو کرنے کے لئے یہ حکم دیا تھا، مصنف کی یہ دروغ بیانی دیکھو کہ اس واقعہ کو مقدم قرار دیکر اسی کو محمد کی بغادت کا سبب قرار دیا ہے، اور کہتا ہے کہ اہلِ عرب نے اسی بنا پر محمد سے بیعت کی، اس کے علاوہ یہ بغادت فرو کرنے کی ایک تدبیر تھی، اس کو حرمین کی تحقیر سے کیا تعلق ہے:۔

مصنف کے کذب و افترا، فریب و تدلیس، غلط استدلالی اگرچہ الگ الگ عنوان قائم کر کے تفصیل سے لکھے جا سکتے ہین، لیکن ناظرین کو اس سے چندان دلچسپی نہ ہو گی، اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مصنف نے مسلمانون پر جو نکتہ چینیان کی ہین، ان کا اظہار کیا جائے، اور اسی کے جواب کے ضمن مین مصنف کے یہ تمام کارنامے دکھائے جائین، مصنف کا اصلی مقصد اس کتاب کے لکھنے سے امورِ ذیل کا ثابت کرنا ہے:۔

کتاب کے چوتھے حصہ (صفحہ ۵۸) مین مصنف نے ایک عنوان قائم کیا ہے "عصبیۃ العرب

علی العجم"۔ اس مین ثابت کیا ہے کہ اہلِ عرب تمام قومون کو نہایت حقیر سمجھتے تھے، ان کا مقولہ تھا کہ نماز صرف تین چیزون سے ٹوٹتی ہے "گدھا، کتا اور غیر عرب"، غیر قومون کے ساتھ ایک صف مین چلنا گوارا نہین کرتے تھے، اُن کا نام کنیت کے ساتھ نہین لیتے تھے، اُن کو مذہبی عہدے نہین دیتے تھے، خلفاء کی جو اولاد عجمی عورت سے ہوتی تھی، اُن کو منصبِ خلافت سے محروم کرتے تھے، امیر معاویہ نے یہ قصد کیا تھا کہ تمام عجمیون کو یا ایک حصہ کو قتل کر دین، وغیرہ وغیرہ،

مصنف نے ان واقعات مین حسب معمول ان سب ہتھیارون سے کام لیا ہے، جو فطرت نے اسکو عنایت کئے ہین، واقعہ یہ ہے کہ خلفاے بنو امیہ کے زمانہ مین شعوبیہ ایک گروہ تھا، جو اہلِ عرب کی سخت تحقیر کرتا تھا، ان کے مقابلے مین عرب مین بھی ایک جماعت تھی، جو عجم کو حقیر سمجھتی تھی، تاریخ سے یہ بالکل معلوم نہین ہوتا کہ ان دونون مین سے ابتدا کس نے کی، عرب و عجم دونون مغرور تھے، عجم کو اپنی قدیم عظمت اور شان و شوکت پر ناز تھا، عرب اپنی شجاعت و آزادی کا دم بھرتے تھے، اسلام کے بعد دونون کا اختلاط ہوا، تو دونون فرقے خود بخود پیدا ہو گئے مصنف کا دعویٰ ہے کہ عرب اور بنو امیہ کے ظلم و تحقیر نے اس گروہ کو پیدا کیا تھا، لیکن عباسیہ تو مصنف کے نزدیک عدل اور انصاف کے معیار تھے، اور ان کے زمانہ مین بقول مصنف (نقل کفر کفر نباشد) عرب کی عزت کتے کے برابر رہ گئی تھی، باوجود اسکے شعوبیہ کے مشاہیر اسی زمانہ مین پیدا ہوئے اور اسی زمانہ مین انھون نے عرب کی برائیون پر مفصل کتابین لکھین ابو عبیدہ مثنیٰ جس نے عرب کے ایک ایک قبیلہ کے مطاعن پر الگ الگ[1] کتابین لکھین، عباسیہ ہی کے زمانہ مین تھا، علان شعوبی، مامون الرشید کے دربار کا ملازم تھا، بنو امیہ کے جرم کا کفارہ عباسیہ کے عہد مین کیون لیا گیا،

ایک بات خاص لحاظ کے قابل ہے، کہ جہان تک پتہ لگتا ہے اہلِ عرب مین سے کسی نے

---

[1] کتاب الفہرست مین ان سب تصنیفات کے نام لکھے ہین۔

کوئی تصنیف خود ابتداءً نہین لکھی، بلکہ شعوبیہ کی تصنیفات کا جواب لکھا، بخلاف اس کے شعوبیہ کی بیسیون کتابون کے نام تاریخون مین ملتے ہین ابو عبیدہ اور علان شعوبی کے علاوہ سہل بن ہارون جو مامون الرشید کے کتبخانہ پر مامور تھا، اس کے تذکرہ مین لکھا ہے،

شعوبي المذهب شديد العصبية علي العرب وله فى ذالك كتب كثيرة (فہرست ص ۱۲۰)	وہ مذہباً شعوبی تھا اور عرب سے سخت تعصب رکھتا تھا، اور اس مضمون مین اس کی بہت سی کتابین ہین،

بہرحال مقصود یہ ہے کہ عرب مین جو لوگ قومی تعصب رکھتے تھے، وہ چند افراد تھے، عام عرب نہ تھے، عقد الفرید مین ایک خاص باب قائم کیا ہے، جس کی سرخی "متعصبین عرب" ہے اس کے تحت مین ان لوگون کے اقوال لکھے ہین، مصنف نے عربون کے متعصبانہ اقوال و افعال جو نقل کئے ہین، قریباً کل نہین سے لئے ہین، لیکن عقد الفرید مین شروع ہی مین تصریح کر دی ہے کہ

قال اصحاب العصبية من العرب،	عرب مین جو لوگ متعصب ہین، انھون نے یہ کہا ہے

اس سے ظاہر ہوگا کہ یہ ایک گروہِ خاص کے خیالات ہین،

مصنف نے خیانت اور فریب کاری سے ان باتون کو عام عرب کی طرف منسوب کر دیا ہے

چنانچہ کہتا ہے،

وكان العرب فى ايام هذه الدولة يترفعون عن سائر الامم من الموالي اهل الذمة ويعدون انفسهم فوقهم جبلة وخلقة وفضلا، فكان العربي يعد نفسه	عرب اس سلطنت (بنوامیہ) کے زمانہ مین تمام قومون سے اپنے آپ کو دور کھینچتے تھے، اور اپنے آپ کو فطرت مین، خلقت مین، فضیلت مین سب سے فائق سمجھتے تھے، عربی اپنے آپ کو غیر عربی کا

سید العلی غیر العربی ویری انہ خلق للسیادۃ وذالک علی للخدمۃ وکان العرب سکروا بخمرۃ السیادۃ وا لنصر بارتقائہم من رعایۃ الابل الی سیاسۃ الملک، (حصہ ۲ ص ۶۰)

(حصہ اول ص ۱۵۹)

آقا سمجھتا تھا، اور جانتا تھا کہ مین سرداری کیلئے پیدا ہوا ہون، اور عجم خدمت گاری کے لیے، عرب افسری اور فتح کے نشہ مین اس وجہ سے چور تھے کہ وہ اونٹ چراتے چراتے حکومت کے رتبہ کو پہنچے تھے،

مصنف نے جس قدر سندین نقل کی ہین سب ایک خاص گروہ یا خاص اشخاص کے اقوال ہین، مصنف ان کو تحریف پسندی کی بنا پر عام کر لیتا ہے، اور ان سے استدلال کرتا ہی،

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو اس پر ناز ہے کہ اس نے عرب و عجم اور نسل و ملک کی تمیز اٹھادی اور تمام انسانون مین عام مساوات قائم کردی، اسلامی تاریخین ان واقعات سے معمور ہین، لیکن افسوس ہے کہ مصنف کی غلط نمائی ان کا ظاہر کرنا پسند نہین کرتی،

عربی زبان مین مولی ایک لفظ ہے جس کے معنی وسیع ہین، یعنی غلام کو بھی کہتے ہین آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہین، اور عرب کے سوا اور قومین جو ایمان لائین، ان کو بھی کہتے ہین مصنف نے اس کی وسعت سے کام لیا ہے، یعنی جہان یہ دعوی کیا ہے کہ اہل عرب تمام غیر قومون کو حقیر سمجھتے تھے، اس کے ثبوت مین وہ اقوال بھی پیش کئے ہین، جو غلامون کے حق مین تھے تاہم ہم اس دائرہ کی وسعت کو کم نہ کرین گے، اور دکھائین گے کہ عرب مین غیر قومون اور غلامون کی کیا وقعت تھی،

عرب مین اور عام مسلمانون مین عزت کا اصلی معیار مذہبی عزت تھا، یعنی جن کو مذہبی عزت حاصل ہے ان کو ہر قسم کی عزت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام مین مجتہدین، فقہا، اور علماے مذہبی کو جو اعزاز حاصل تھا کسی کو کبھی نہین ہوا،

مصنف نے نہایت زور شور سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عرب کا غرور اور غیر قومون

کی تحقیر بنوامیہ کے زمانہ مین انتہا درجہ تک پہنچ گئی تھی، چنانچہ لکھتا ہے :۔

فلما بالغ بنوامیۃ فی الاستخفاف بغیر العرب، (حصہ ۴ ص ۶۰)	پھر جب بنوامیہ نے غیر عرب والون کی تحقیر کی انتہا کر دی،

اس بنار پر ہم اسی زمانہ کو اس بحث کا معیار قرار دیتے ہین،

یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث و فقہ کا شباب تھا، اور بڑے بڑے محدثین و ائمہ فن تمام صدر مقامات مین فقہ و حدیث کے درس و تدریس مین مشغول تھے، یہ لوگ ان مقامات مین پیشوا تسلیم کئے جاتے تھے تمام قوم ان کا ادب کرتی تھی اور سلطنت کی طرف سے ان کا احترام کیا جاتا تھا، اس زمانے میں جو مقامات مذہبی علوم کے تخت گاہ تھے، مکہ، یمن، شام، مصر، بصرہ، کوفہ، خراسان، جزیرہ تھو ان مقامات مین جو لوگ مذہبی علوم کے تاجدار تھے، ان کے یہ نام ہین،

مکہ معظمہ،	عطار بن ابی رباح، یہ امام ابوحنیفہ کے استاد تھے، (معارف)
یمن،	طاؤس، ہشام بن عبدالملک نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی
شام	مکحول، امام زہری کا قول ہے کہ عالم صرف چار ہین، انمین سے ایک مکحول ہین،۔
مصر،	یزید بن ابی حبیب، مصر مین فقہ کے معلم اول یہی ہین، عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کو مصر مین فتویٰ دینے پر مقرر کیا تھا، (حسن المحاضرہ)
جزیرہ،	میمون بن مہران، عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کو جزیرہ کا افسر خراج مقرر کیا تھا، (معارف)
خراسان	ضحاک بن مزاحم، مشہور مفسر ہین،
بصرہ،	امام حسن بصری، مشہور امام ہین :۔

کوفہ، | ابراہیم نخعی،

ہمارے مصنف (جرجی زیدان) کو توجہ سے سننا چاہئے کہ ابراہیم نخعی کے سوا یہ سب عجمی غلام تھے اور یہ سب عبدالملک بن مروان کے زمانہ مین تھے، جو مصنف کے نزدیک بدترین خلفا رتھا، حج کے زمانہ مین مکہ معظمہ مین منادی پکارتا تھا کہ عطار بن ابی ریاح کے سوا کوئی فتوی نہ دینے پاے" ابن خلکان مین ہے (تذکرہ عطاء بن ابی ریاح)

قال ابراهیم بن عمرو بن کیسان اذکرهم فی زمان بنی امیة یامرون فی الحج صائحا یصیح لا یفتی الناس الا عطاء بن ابی رباح،

ابراہیم کا بیان ہے کہ مجھکو یاد ہے کہ حج کے زمانے مین ایک شخص کو مقرر کرتے تھے جو یہ پکار کر کہتا تھا کہ عطار کے سوا کوئی شخص فتوی نہ دینے پاے،

یزید بن عبدالملک جب خلیفہ ہوا، اور عمر بن ہبیرہ کو عراق کی گورنری ملی تو ۱۰۳ھ مین اس نے امام حسن بصری، شعبی اور ابن سیرین کو بلا بھیجا، اور ان سے کہا کہ یزید کے جو احکام آتے ہین، مجھکو انکی تعمیل کرنی پڑتی ہے، آپ صاحبون کی کیا راے ہے، امام حسن بصری نے کہا اور بن ہبیرہ تمکو خدا سے ڈرنا چاہئے، نہ یزید سے، ابن ہبیرہ نے اس پر حسن بصری کو صلہ دیا، (ابن خلکان تذکرہ حسن بصری)

ہمارے مصنف کو دوبارہ سننا چاہئے کہ یہ تینون شخص جو اس حیثیت سے بلاے گئے تھے کہ ان کی آواز قوم کی مذہبی آواز ہے، ان مین سے دو شخص یعنی حسن اور ابن سیرین غلام تھے

۱۰۶ھ مین طاؤس کا جب مکہ معظمہ مین انتقال ہوا تو جنازہ مین لوگون کی یہ کثرت ہوئی کہ جنازہ چل نہین سکتا تھا، مجبوراً ابراہیم بن ہشام گورنر مکہ نے پولیس سے کام لیا، عبداللہ

سلہ فتح المغیث مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۹۸،

حضرت امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے جنازہ کاندھے پر لیکر چلے، اور خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے جنازہ کی نماز پڑھائی[1]، کیا اس سے زیادہ کسی کی عزت کی جا سکتی ہے،

تابعین[2] کا گروہ اسلام مین ایک خاص درجہ رکھتا ہے، اس گروہ مین بڑے بڑے امام اور پیشوا گذرے، ان سب مین سب سے عالی رتبہ حضرت سعید بن جبیر تھے، وہ حبشی غلام تھے، مصنف نے دعوی کیا ہے کہ اہل عرب غیر عرب کے پیچھے نماز نہین پڑھتے تھے، اور یہ تعصب سب سے زیادہ بنی امیہ کے زمانہ مین تھا، لیکن خود حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو کوفہ مین نماز کا امام مقرر کیا تھا، حالانکہ کوفہ عرب کی خاص آبادی تھی،

علم ادب کا امام مطلق حماد راویہ تھا، سبعہ معلقہ کے قصیدے اسی نے مدون کئے، علامہ ابن خلکان اسکی نسبت لکھتے ہین :-

وکانت ملوک بنی امیۃ تقدمہ وتوثرہ وتستزیرہ،	سلاطین بنو امیہ اس کی عزت کرتے تھے، اور اس کو اورون پر ترجیح دیتے تھے، اور اسکی ملاقات کی خواہش کرتے تھے،

ہشام بن عبد الملک جب خلیفہ ہوا تو پانسو اشرفیان زادراہ بھیجکر اس کو دربار مین طلب کیا، چنانچہ ابن خلکان نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے، یہ معزز اور محترم فاضل دیلمی غلام تھا،

سلیمان اعمش جو امام حدیث اور سفیان ثوری کے استاد تھے، وہ بھی عجمی غلام تھے، اور ان کا یہ رتبہ تھا کہ جب خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے ان کو خط لکھا کہ "حضرت عثمانؓ کے مناقب اور علیؓ کے معائب لکھکر میرے پاس بھیجدیجئے" تو انھون نے ہشام کے خط کو قاصد کے سامنے بکری کے منہ مین دیدیا کہ وہ چبا گئی اور قاصد سے کہا کہ ہشام سے کہدینا کہ اس کے خط کا یہ جواب ہے، (ابن خلکان)

[1] ابن خلکان تذکرۂ طاؤس، [2] تابعی اسکو کہتے ہین جس نے آنحضرت صلعم کے صحابہ کو یا کسی صحابی کو دیکھا ہو، [3] معارف

تذکرہ سلیمان اعمش)

حدیث و روایت کے جس قدر سلسلے ہین، اُن مین ایک سلسلہ ہے جس کو محدثین کی زبان مین سلسلۂ زرین کہتے ہین، اس سلسلہ کے راویِ اول نافع ہین جو دیلمی غلام تھے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جس قدر حدیثین مروی ہین، ان کا مدار اعظم یہی نافع ہین، امام مالک انہی کے شاگرد تھے، انھون نے ۱۱۷ھ یعنی ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے زمانہ مین وفات پائی،

غرض کہان تک استقصا کیا جائے، بنو امیہ کے زمانہ کے سیکڑون اہل عجم اور غلام اور غلام زادون کے نام ہم گنا سکتے ہین، جو عرب کے صدر مقامات یعنی مکہ، مدینہ، یمن، بصرہ، کوفہ مین مرجعِ عام تھے، تمام عرب ان کی عزت کرتے تھے، اور خود سلطنت ان کا احترام کرتی تھی،

اس مین شبہہ نہین کہ عرب کو اس حالت پر غیرت آتی تھی، لیکن یہ رشک و حسد نہ تھا، بلکہ غبطہ تھا، اور وہ خود اعتراف کرتے تھے، ع

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

ایک دفعہ ہشام بن عبد الملک نے امام زہری سے پوچھا کہ آج مکہ کا رئیس کون ہے، زہری نے کہا عطار، ہشام نے کہا اور یمن مین، زہری نے کہا طاؤس، اسی طرح ہشام نے مصر، جزیرہ، خراسان بصرہ، کوفہ کے متعلق پوچھا اور زہری نے مکحول، یزید، میمون بن مہران، ضحاک کا نام لیا، ہشام ہر شخص کے نام پر یہ بھی پوچھتا جاتا تھا کہ یہ عرب ہین یا عجم، زہری کہتے جاتے تھے کہ عجم، جب ابراہیم نخعی کا نام لیا اور کہا کہ وہ عرب ہین، تو ہشام نے کہا کہ اب دل کو تسکین ہوئی، پھر کہا خدا کی قسم موالی (عجمی) وغیرہ عرب کے سردار بن گئے، ان کا خطبہ پڑھا جائیگا، زہری نے کہا امیر المومنین یہ دین ہو جو اس کی حفاظت کریگا، اور جو اسکو ضائع کریگا، گر جائیگا[1]، اسی واقعہ مین یہ بھی مذکور ہے کہ جب عطا کا نام آیا تو ہشام نے

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۴۹۸ و ۴۹۹،

پوچھا کہ عطار کو یہ ریاست کیونکر حاصل ہوئی، زہری نے کہا "دیانت و روایت سے" ہشام نے کہا ہان جو شخص صاحب دیانت اور روایت ہوگا اسکو رئیس ہونا ہی چاہیے،

واقعات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود بنو امیہ کے زمانہ مین عجمیون اور عجمی غلامون کی کیا عزت تھی، عرب ان کا وقار کرتے تھے، حرم محترم مین ان کے سوا کسی کو فتوی کی اجازت نہ تھی، کوفہ عرب کی خالص آبادی تھی، وہان کا امام عجمی غلام تھا، خلفاے بنو امیہ ان کو دربار مین بلاتے تھے، اور ان کی نہایت عزت کرتے تھے، حدیث و فقہ مین عرب ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے،

اس کے مقابلہ مین ہمارے مصنف (جرجی زیدان) کے ان اقوال پر نظر ڈالو کہ عرب تمام موالی کو ذلیل کرتے تھے، ان کو گدھے اور کتے کے برابر سمجھتے تھے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہین کرتے تھے، ان کا نام کنیت کے ساتھ نہین لیتے تھے، راستہ مین ان کا برابر چلنا گوارا نہین کرتے تھے،

مصنف کی خیانت

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ مصنف نے اس مضمون مین کن خیانتون سے کام لیا ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

مصنف نے لکھا ہے کہ

منعوا غیر العرب من المناصب الدینیۃ المہمۃ کالقضاء فقالوا لا یصلح للقضاء الا عربی،

(تمدن اسلام جلد ۴ صفحہ ۶۰)

عرب کے سوا اور لوگون کو مذہبی عہدون سے مثلاً قاضی ہونے سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ عہدۂ قضا کے قابل صرف عرب ہین،

اس کی کیفیت یہ ہے کہ ابن خلکان نے سعید بن جبیر کے حال مین لکھا ہے کہ جب حجاج نے انکو گرفتار کیا تو بلا کر کہا کہ کیا یہ صحیح نہین کہ مین نے تمکو کوفہ مین بلا کر امامت پر مقرر کیا، اور وہان ایک شخص بھی عرب کے سوا نہ تھا، سعید نے کہا بے شک، پھر حجاج نے کہا کہ جب مین نے تم کو

کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو سب لوگ چیخ اٹھے کہ قضا پر صرف عرب مقرر کیا جا سکتا ہے، اس بنا پر مین نے ابو بردہ کو قاضی مقرر کیا، لیکن کہدیا کہ تمھارے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرے،

یہ ظاہر ہے کہ جس شہر مین عربون کے سوا اور کوئی آباد نہ ہو، وہان مقدمات کے فیصل کرنے کے لئے صرف وہ شخص موزون ہو سکتا ہے، جو وہان کا اہل زبان ہو اور ان کے راہ و رسم سے واقف ہو، اسی بنا پر اہلِ کوفہ نے سعید بن جبیر کے قاضی ہونے سے انکار کیا، ورنہ اگر قومی تحقیر کی بنا پر اعتراض ہوتا تو نماز کی امامت پر اس سے زیادہ اعتراض کا موقع تھا،

امام ابو حنیفہ خالص عجمی تھے، ان کو بنوامیہ کے زمانے مین گورنر عراق نے اصرار کے ساتھ قاضی مقرر کرنا چاہا،[1] لیکن امام صاحب نے قبول نہین کیا، اگر عرب کے سوا کوئی قاضی نہین ہو سکتا تھا، تو امام صاحب کے تقرر پر اصرار کیون کیا جاتا،

مصنف کی خیانت، دیکھو کوفہ کے خاص واقعہ کو جو خاص اسباب پر مبنی تھا، عام واقعہ قرار دیتا ہے اور عام عرب کی طرف منسوب کرتا ہے،

مصنف نے لکھا ہے،

وحرموا منصب الخلافة علی ابن الامة ولو کان ابوہ قرشیا،	(صفحہ ص ۱۴)	اور لونڈی زادے کو گو اس کا باپ قریش سے ہو منصب خلافت سے محروم کرتے تھے

مصنف نے اس کے ثبوت مین ہشام بن عبد الملک کا قول پیش کیا ہے، کہ ہشام نے زید بن علی سے کہا کہ تم خلافت کا خیال رکھتے ہو، لیکن اس کے اہل نہین ہو، کیونکہ تم لونڈی کے پیٹ سے ہو، بے شبہہ ہشام کا یہ قول ہے، لیکن اس کے جواب مین زید نے جو کہا اس کو مصنف نے قلم انداز کر دیا، زید نے کہا ہان، لیکن حضرت اسماعیلؑ لونڈی کے پیٹ سے تھے اور ان کے بھائی

[1] ابن خلکان تذکرۂ امام ابو حنیفہ،

(اسحاق) نجیب الطرفین تھے، تاہم خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خیر البشر تھے اسمٰعیلؑ ہی کی نسل سے پیدا کیا،

غرض یہ دو حریفون کے اقوال ہین، ان مین کسی ایک سے کوئی عام خیال نہین ثابت کیا جا سکتا، خاص خاص اشخاص سے بحث نہین ہے، بلکہ بحث یہ ہے کہ عام عرب کا خیال تھا، ہشام اور زید دونون مین سے کسی شخص کا بیان، عرب کی عام زبان نہین ہے، ہشام کا قول اگر سند کے قابل ہے، تو اس سے زیادہ حضرت زیدؓ کا قول سند کے قابل ہے، جو خاندانِ نبوت سے تھے، اور امام تھے، اور آج بھی یمن مین ہزارون لاکھون آدمی انہی کو امام مانتے ہین،

بعض مصنفون نے لکھا ہے کہ خلفاے بنو امیہ لونڈیون کو حقیر سمجھتے تھے، لیکن محققین نے قدیم زمانہ مین اس کی تغلیط کر دی تھی، اور اس غلط خیال کا منشا بتا دیا تھا، چنانچہ عقد الفرید مین مذکور ہے،

قال الاصمعی کانت بنو امیة لا تبایع لبنی امہات الاولاد فکان الناس یرون ان ذلک لاستہانة بہم ولم یکن لذلک ولکن لما کانوا یرون ان زوال ملکہم علی ید ابن ام ولد، (عقد الفرید ج سوم ۳۰۲ مطبوعہ مصر)

اصمعی نے کہا کہ بنی امیہ کنیز زادون کو خلیفہ نہین بناتے تھے، اس سے لوگون نے سمجھا کہ وہ ان کو حقیر سمجھتے تھے، لیکن یہ وجہ نہ تھی بلکہ یہ وجہ تھی کہ ان کا خیال تھا کہ ان کی سلطنت کا زوال ایک کنیز زادہ کے زمانہ مین ہوگا،

حقیقت یہ ہے کہ مقابل کے حریف خود غرضی کی بنا پر ہر قسم کے دلائل پیش کرتے ہین، مدعیان سلطنت نے یہ استدلال بھی پیش کیا، لیکن فریق مخالف نے جو جواب دیا، وہ لاجواب رہا، خلیفہ منصور کے زمانہ مین جب نفس زکیہ نے بغاوت کی تو اپنے استحقاق کی ایک یہ دلیل بھی پیش کی کہ مین لونڈی زادہ نہین ہون، منصور نے جواب مین لکھا کہ ہان، لیکن تمھارے خاندان مین جو لوگ فضل و شرف مین ممتاز تھے، وہی تھے جو کنیز زادے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خاندانِ نبوت مین کوئی

شخص علی بن الحسین (امام زین العابدین) سے بڑھکر نہین پیدا ہوا، ان کی والدہ کنیز تھین، انکے بعد محمد (امام باقر) اور جعفر (امام جعفر صادق) سے بڑھکر کوئی نہین ہوا، اور یہ سب علی (زین العابدین) ہی کی اولاد ہین،

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ لونڈی کے پیٹ سے تھے، خلیفہ ہشام بن عبدالملک جب مدینہ گیا تو ان کو بلا بھیجا، وہ اس وقت معمولی لباس مین تھے، کہلا بھیجا کہ مین نہین آسکتا، ہشام خود گیا اور دس ہزار روپیہ نذر کئے، حج کرکے پھر مدینہ گیا، تو سالم بیمار تھے، خود عیادت کو گیا، وہ مر گئے تو خود جنازہ کی نماز پڑھائی، اور کہا مین نہین جانتا کس بات پر زیادہ اظہار مسرت کرون، حج کرنے پر یا سالم کے نماز جنازہ پڑھنے پر[1]

ہمارا مصنف کہتا ہے کہ اہل عرب اور بنو امیہ، کنیزون کی اولاد کو حقیر سمجھتے تھے، لیکن ہشام جیسا نامور خلیفہ، ایک کنیز زادہ کے جنازہ کی نماز کو حج کے برابر سمجھتا ہے،

بنو امیہ

مصنف کا سب سے بڑا مرکز نظر بنو امیہ کی ہجو و تحقیر ہے، اس بحث مین اس نے جی کھولکر زور طبع صرف کیا ہے، اور جس قدر کذب، تحریف، تمویہ، فریب، تدلیس، خدع، غلط بیانی کی قوت فطرت نے اس کو عطا کی تھی، سب صرف کر دی ہے، کتاب کے چوتھے حصہ مین بنو امیہ کی سفاکی، مذہب کی توہین، غیر قومون پر ظلم اور سختی کے مستقل عنوان قائم کئے ہین، اور ان پر دفتر کا دفتر لکھا ہے،

بنو امیہ کی حمایت اور ہمدردی ہمارا کوئی فرض نہین، اموی یا عباسی خلفا نہ تھے، بلکہ سلاطین تھے، شخصی سلطنتون مین جس قسم کے سلاطین ہمیشہ ہوتے آئے ہین، یہ بھی تھے، یا اینہمہ ہمکو جن اسباب نے مصنف کی پردہ دری پر آمادہ کیا وہ حسب ذیل ہین،

(۱) مصنف یہ کتاب عیسائی بنکر نہین، بلکہ مورخ بنکر لکھتا ہے، اور اسی حیثیت سے اس تصنیف

---

[1] ابن الاثیر حالات بغاوت نفس زکیہ،

کو تمام دنیاے اسلام کے سامنے پیش کرتا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ وہ اس فرض
کو کہان تک ادا کر سکا ہے، دنیا کی سب سے بڑی خدمت سچائی کا پھیلانا ہے، اس لئے اگر مصنف
نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، تو اس نے بنو امیہ کے ساتھ نہین، بلکہ لٹریچر کے ساتھ، تاریخ کے ساتھ
بلکہ کل دنیا کے ساتھ برائی کی ہے،

(۲) مصنف کا اصلی مقصد، بنو امیہ کی برائیان ثابت کرنا نہین ہے، بلکہ اس کا روے سخن عرب کی
طرف ہی، وہ تبصرۃ کہتا ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت خالص عربی سلطنت تھی، جس کی بنیاد تعصب
اور سخت گیری تھی، وہ عباسی حکومت کی تعریف کرتا ہے، لیکن اس لئے نہین کہ وہ عباسی ہے
بلکہ اس لئے کہ وہ درحقیقت ایرانی حکومت ہی، چنانچہ چوتھے حصہ مین جہان سلطنتِ عباسیہ کا ذکر
شروع کیا ہے، اس کا عنوان یہ قائم کیا ہی،

العصر الفارسی الاول؛ ایرانی حکومت کا پہلا دور،

اس کے بعد لکھتا ہے کہ گو یہ عباسی سلطنت کا دور ہے، لیکن ہم نے اس کو ایرانی اسئے کہا کہ
نظامِ حکومت اور وزرا اور امرا وغیرہ سب ایرانی تھے،

شاید یہ کہا جائے کہ خلفائے راشدین کی حکومت بھی خالص عربی حکومت تھی، با این ہمہ مصنف
اس کی تعریف کرتا ہے، اس لئے عام عرب پر اس کا اعتراض نہین ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ خلفاے
راشدین کے دور کو اصولِ فطرت کے موافق نہین سمجھتا بلکہ اسکو مستثنیاتِ عامہ مین داخل کرتا ہے

چنانچہ اس کے خاص الفاظ یہ ہین :-

علی ان سیاسۃ الراشدین علی الاجمال	با این ہمہ خلفاے راشدین کی سیاست، عام
لیست مما یلائم طبیعۃ العمران وتقضیہ	طور پر اصولِ تمدن اور سیاستِ ملکی کے مناسب
سیاسۃ الملک ... فاھل لعلم بطبائع	نہ تھی، اس لئے اربابِ علم اس سیاست کو اس قابل

العمران لا یرون ہذہ السیاسۃ تصلح لتدبیر الملک فی غیر ذلک العصر العجیب وان تغیّر تلک الخلافۃ الدینیۃ الی الملک السیاسی لم یکن منہ بد

(حصہ چہارم ص ۲۹۰)

نہین سمجھتے کہ وہ بجز اس عجیب زمانہ کے کسی اور زمانہ کے قابل ہو، اس لئے ایسی مذہبی خلافت کا ملکی سیاست سے بدل جانا ایک ناگزیر امر تھا،

(۳) بنو امیہ کے پردہ مین مصنف نے قرنِ اول کے عام مسلمانون کی ہر قسم کی برائیان ثابت کی ہین، اس لئے ایسے اتہامات کا رفع کرنا ہر مسلمان کا فرض ہو،

(۴) جن باتون نے اس کتاب کو تاریخی پایہ سے بالکل گرا دیا ہے، یعنی تحریف، تعصب، کذب و خدع اُن کا سب سے زیادہ استعمال بنو امیہ ہی کے واقعات مین کیا گیا ہے، اس لئے اسی کے ساتھ زیادہ توجہ اور اعتنا کی ضرورت ہو،

مذہب کی توہین | مصنف نے بنو امیہ کے حالات مین اس کا ایک عنوان قائم کیا ہو کہ بنو امیہ مذہب کی توہین کرتے تھے، چنانچہ عنوان کے الفاظ یہ ہین،

الاستہانۃ بالقرآن والحرمین، (حصہ چہارم ص ۹۳) قرآن اور حرمین کی توہین،

اس واقعہ مین مصنف نے نہایت مغالطہ کاری اور ملمع سازی سے کام لیا ہے، اس نے پہلے یہ واقعہ لکھا ہے کہ عبد الملک کو جب خلافت کی خبر پہنچی، تو اس کی گود مین قرآن تھا، اس نے قرآن کو بند کرکے کہا "یہ آخری ملاقات ہے"، اس کے بعد لکھتا ہو،:

"اس کے بعد اس نے اپنے عامل حجاج کو اجازت دی کہ کعبہ پر منجنیق نصب کرے اور ابن زبیرؓ کو قتل کر دے، اور اس کا سر عین کعبہ کے اندر اپنے ہاتھ سے کاٹ لے، حالانکہ کعبہ حرم ہے جس کے اندر اور اس کے حوالی مین لڑائی جائز نہین، لیکن ان لوگون نے اسکو جائز رکھا، اور تین دن تک لوگون کو قتل کرتے رہے، اور کعبہ کو ڈھا دیا، حالانکہ ان کے نزدیک وہ خدا کا گھر تھا اور کعبہ کے پتھرون اور پردون مین آگ لگا دی، جو کبھی اسلام مین نہین ہوا تھا، اور مدینہ مین پہنچے،

اور وہ ایک حرم ہے، اور وہاں کے لوگوں سے لڑے، اور ان کا خون بہایا، الخ،

(حصہ چہارم صفحہ ۷۸ و ۷۹)

جس فریب دہ ترتیب سے مصنف نے ان واقعات کو لکھا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبد الملک نے خلافت پانے کے ساتھ توہینِ اسلام کو اپنا مقصد قرار دیا، اور اس بناء پر کعبہ پر چڑھائی کی، اور کعبہ کو آگ لگا دی، اور ابن زبیرؓ کو کعبہ کے اندر قتل کر دیا، وغیرہ وغیرہ،

واقعات یہ ہیں کہ عبد اللہ بن زبیرؓ اور عبد الملک دونوں خلافت کے دعویدار تھے، اور اپنے اپنے فتوحات بڑھاتے جاتے تھے، عبد الملک نے تختِ نشینی کے آٹھ برس کے بعد حجاج کے ذریعہ سے عبد اللہ ابن زبیرؓ پر چڑھائی کی، انھوں نے مکہ میں بیٹھ کر مقابلہ کی طیاری کی، حجاج نے محاصرہ کیا اور منجنیق سے سنگباری شروع کی، اسی اثنا میں حج کا زمانہ آیا، حجاج نے حج کرانا چاہا لیکن عبد اللہ ابن زبیرؓ نے روکا، سنگ باری کی وجہ سے حاجیوں کو تکلیف تھی، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حجاج کو کہلا بھیجا کہ لوگ طواف نہیں کر سکتے، حجاج نے سنگباری بند کرا دی، حج کے بعد حجاج نے منادی کرا دی کہ لوگ وطن کو واپس نہ جائیں میں ابن زبیرؓ پر سنگ باری کروں گا،

فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی باغی کعبہ میں پناہ لے، تو اس کو گرفتار کرنا یا اس پر حملہ کرنا جائز ہے یا نہیں، بہت سے فقہا اس کو جائز سمجھتے ہیں، بنو امیہ کے افراد عبد اللہ بن زبیرؓ کو باغی سمجھتے تھے باایں ہمہ حجاج نے کعبہ پر سنگباری نہیں کی بلکہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو گرا کر جو اس میں اضافہ کر لیا تھا، اس کو نشانہ بنایا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے زمانہ سے پہلے سیلاب کی وجہ سے جب کعبہ گر گیا، تو قریش نے دوبارہ تعمیر کی، لیکن چونکہ مالی حالت نے زیادہ اجازت نہ دی تھوڑا سا حصہ تعمیر نہ ہو سکا، قریش نے زمین کا اس قدر حصہ خالی چھوڑ دیا، اور اس کے گرد دیوار کھچوا دی جس کو آج حطیم کہتے ہیں، عبد اللہ بن زبیرؓ نے جب دوبارہ مرمت کرائی تو یہ چھوٹی

ہوئی زمین عمارت کے اندر داخل کرلی،

اہل شام نے اس فعل کو ناجائز خیال کیا کہ کعبہ پر اضافہ کیا گیا، حجاج نے اسی اضافہ شدہ عمارت پر پتھر برسائے تھے،

علامہ بشاری احسن التقاسیم (مطبوعۂ یورپ صفحہ ۷۴) مین لکھتے ہین:-

فامر بوضع المنجنیق علی ابی قبیس وقال ارموا الزیادۃ التی ابتدعھا ھذا المکلف فرموا موضع الحطیم واخرج ابن الزبیر و صلبہ ورد الحائط کما کان فی القدیم	حجاج نے حکم دیاکہ ابو قبیس پر منجنیق نصب کیجائے اور کہاکہ اس حصہ پر حملہ کرو جس کو اس مکلف (ابن زبیرؓ) نے ایجاد کیا ہے، چنانچہ حطیم پر پتھر چلائے، اور ابن زبیرؓ کو نکال کر پھانسی دی، اور دیوار ویسی ہی بنادی جیسی پہلے تھی،

حجاج نے اس کے بعد کعبہ کی عمارت نئے سرے بنائی، اور آج وہی کعبہ قبلۂ اسلام ہے، باقی یہ واقعات کہ عبد اللہ بن زبیرؓ کو خود کعبہ کے اندر قتل کیا، اور پردۂ کعبہ مین آگ لگادی تمامتر غلط ہین۔

عبد الملک کا قرآن کو الوداع کہنا، اسکی یہ کیفیت ہے کہ عبد الملک خلافت سے پہلے سخت عابد وزاہد تھا، نافع کا بیان ہے کہ مین نے مدینہ منورہ مین کسی نوجوان کو عبد الملک سے بڑھکر مستعد، فقیہ، عابد، اور قاری قرآن نہین دیکھا، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے لوگون نے پوچھاکہ آپ کے بعد ہم لوگ کس سے مسئلے پوچھین گے، فرمایاکہ مروان کے بیٹے سے، ابو الزناد کا قول تھاکہ مدینہ کے فقہا سات ہین، ان مین سے ایک عبد الملک ہے،

ان حالات کے ساتھ جب خلافت کا بار اٹھانا پڑا تو ظاہر ہے کہ اب وہ زاہدانہ زندگی بسر نہین ہوسکتی تھی، اور قرآن مجید کی تلاوت کا بہ التزام انجام دینا مشکل تھا، اس لئے عبد الملک نے

وہ فقرہ بہ حسرت کہا، جس کے معنی مخالفین نے یہ لئے کہ قرآن سے بیزاری مقصود تھی،

غور کرو ایک شخص جس نے ۳۰ برس زہد و تقویٰ مین بسر کی، جس سے بڑھکر مدینہ منورہ

مین کوئی عابد و زاہد نہ تھا جس کی نسبت شعبی جیسا امام کہتا ہے،

ماجالست احداً الا وجدت علیہ الفضل، الا عبد الملک بن مروان
مین کسی کے ساتھ نہین بیٹھا، مگر یہ کہ مین اس سے بڑھ کر رہا، بجز عبد الملک کے،

جس سے بڑے بڑے محدثین یعنی عروہ، رجاء بن حیوۃ، امام زہری، وغیرہ نے حدیث روایت

کی جو خلافت پانے سے ایک منٹ پہلے قرآن مجید کی تلاوت مین مصروف تھا، خلافت ملتے کیسا

دفعۃً مرتد ہو جائے اور قرآن سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو کر کعبہ پر چڑھائی کر دے، مصنف

کے سوا کس کے خیال مین آسکتا ہے، مصنف بظاہر عبد الملک کو بے دین ثابت کرنا چاہتا ہے لیکن

وہ در اصل تمام مسلمانون کو بے دین ثابت کر رہا ہے کہ اُن کے سامنے کعبہ پر چڑھائی ہوئی، کعبہ ڈھا دیا

گیا، پردۂ کعبہ مین آگ لگا دی گئی، اور تمام ملک چپ بیٹھا دیکھا کیا، اس کے علاوہ قرآن کے بند کرنے

اور اس فقرہ کے کہنے کی روایت قدیم مستند کتابون، یعنی طبری، ابن الاثیر وغیرہ مین سرے سے

ہے ہی نہین، بعض کتابون مین جہان ہر قسم کا رطب یابس ہے یہ لکھی ہے،

مصنف نے لکھا ہے کہ بنو امیہ کے عمال، خلفاے بنو امیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح

دیتے تھے، چنانچہ حجاج بن یوسف اور خالد قسری کے اقوال نقل کئے ہین، اگرچہ یہ روایتین عقد الفرید، اغانی

وغیرہ سے لی ہین، جن کا شمار تاریخی کتابون مین نہین، لیکن گفتگو یہ ہے کہ بنو امیہ کے سیکڑون ہزارون

عمال مین سے ایک دو شخص ایسے تھے، تو اس سے عام استدلال کیا ہو سکتا ہے،

حجاج اور خالد قسری کے اقوال اور افعال اسوقت بنو امیہ کے نامۂ اعمال مین داخل سمجھے

جا سکتے ہین جب خلفاے بنو امیہ نے ان کو جائز رکھا ہو، حجاج کو (عبد الملک اور ولید کے سوا) تمام

خلفاے بنو امیہ نہایت برا سمجھتے تھے، خالد قسری کو ان ہی افعال کی بدولت ہشام نے گورنری سے معزول کر دیا، اور سخت سزا دی،

ولید بن یزید کی نسبت کفر اور زندقہ کا جو الزام مصنف نے لگایا ہے اس کی یہ کیفیت ہے کہ اس کے فیصلہ کرنے کا سب سے زیادہ حق محدثین کو ہے، اور وہ اس باب مین مطلق رو رعایت بھی نہین کر سکتے، علامہ ذہبی جن سے بڑھکر چھ سو برس کی مدت مین آج تک کوئی محدث اور مؤرخ نہین پیدا ہوا لکھتے ہین :۔

لم یصح عن الولید کفر ولا زندقة بل اشتھر بالخمر والتلوط فخرجوا علیہ لذا	ولید سے کفر اور زندقہ ثابت نہین ہے بلکہ وہ شراب خواری اور امردون کے ساتھ زیادہ بدنام ہوا
(تاریخ الخلفا، تذکرہ ولید بن یزید)	اس لئے لوگون نے اس سے بغاوت کی،

یہ ظاہر ہے کہ محدثین قرآن کی ذرا سی اہانت کو کفر سمجھتے ہین، ولید خدا نخواستہ اگر قرآن مجید کو تیرون کا نشانہ بناتا جیسا کہ مصنف نے نقل کیا ہے تو کیا محدثین اس کے کفر سے انکار کر سکتے تھے،

بنو امیہ کا ظلم — مصنف نے سارا زور اس مضمون پر صرف کر دیا ہے، وہ کہتا ہے کہ بنو امیہ کے ظلم سے تمام رعایا چیخ اٹھی تھی، ملک اجاڑ ہو گیا تھا، غیر مذہب والون کو کسی صورت سے یعنی مسلمان ہو کر بھی ظلم سے نجات نہین ملتی تھی، وغیرہ وغیرہ

اصلی عبارتون کا نقل کرنا چونکہ طویل عمل ہے، اس لئے ہم ان کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہین،

مصنف نے بنو امیہ کے ظلم و جور کے گوناگون طریقے بتائے ہین، جو اجمالاً حسب ذیل ہین :۔

(۱) رعایا کا مال زبردستی چھین لیتے تھے،

(۲) صوبون کی گورنریان رشوت لیکر فروخت کرتے تھے،

(۳) بہت بڑے بڑے محصول اور ٹکس لگاتے تھے،

(۴) مذہب کی بالکل پروا نہین کرتے تھے،

(۵) چھوٹے چھوٹے بچون کو قتل کرتے تھے،

(۶) لوگون کے سر کاٹ کر خزانہ مین رکھواتے تھے، چنانچہ ایک خاص خزانہ تھا جس کا نام خزانۃ الرؤس تھا،

(۷) طرح طرح کی سخت اور نفرت انگیز سزائین دیتے تھے،

(۸) غیر قومون کو عرب سے شادی بیاہ کرنے پر سزائین دیتے تھے،

ان واقعات کو اس طرح لکھا ہو کہ چنگیز خان اور ہلاکو کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے، بلکہ انکے مقابلہ مین چنگیز خان وغیرہ ہیچ نظر آتے ہین:۔

ان واقعات کے بیان کرنے مین مصنف حسب عادت کہین ایک جزئی واقعہ کو عام کر دیتا ہی، کہین تاریخی حوالون مین تحریف کرتا ہے، کہین غلط استدلال سے کام لیتا ہے، لیکن اگر اس کی ایک ایک جزئی خیانتون کی تفصیل لکھی جائے، تو ایک بہت بڑی کتاب طیار کرنی ہوگی، اس لئے ہم اختصار کے ساتھ اس کی فریب کاریون کو دکھاتے ہین،

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ مصنف بنو امیہ کو عموماً جو ظالم اور غارتگر بتاتا ہے، یہ تعمیم خود اس کے تفحص اور استقصا کا نتیجہ ہے، یا مورخین قدیم نے تصریح کی ہے،

ایک اور نکتہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بنو امیہ کی جس قدر تاریخین لکھی گئین سب دولت عباسیہ کے زمانے کی ہین عباسیون کو بنو امیہ کے ساتھ جو دشمنی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ انھون نے تمام خلفاے بنو امیہ کی قبرین اکھڑوائین اور ان کی ہڈیان آگ مین جلا دین، ان کے زمانے مین بنو امیہ کی مدح کرنا قریباً ناممکن تھا، بنو امیہ کی برائیون کے بیان کرنے پر انعام ملتا تھا، باوجود ان حالات کے ایک دو خلفا کے علاوہ مورخین نے کسی خلیفہ اموی کے ظلم اور جباری کی شکایت نہین

کی، بلکہ بخلاف اس کے متعدد خلفا کی تعریف کی ہو،

امیر معاویہ کی نسبت علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہو:۔

كان من اخلاق معاوية انه كان ياذن
في اليوم والليلة خمس مرات كان اذا صلى
الفجر جلس للقاص حتى يفرغ من قصصه
... فيخرج الى المسجد فيوضع فيسند
ظهره الى المقصورة ويجلس على الكرسي
ويقوم الاحداث فيقدم اليه الضعيف
والاعرابي والصبي والمرأة ومن لا احد له
فيقول ظلمت فيقول اعزوه
ويقول عدي علي فيقول ابعثوا
معه فيقول صنع بي فيقول انظروا في امره حتى
اذا لم يبق احد دخل فجلس على
السرير ثم يقول ائذنوا للناس على
قدر منازلهم فاذا استووا جلوسا
قال يا هؤلاء انما سميتم اشرافا
لانكم شرفتم من دون هذا المجلس ارفعوا
الينا حوائج من لا يصل الينا فيقوم الرجل
فيقول استشهد فلان فيقول افرضوا

معاویہ کی عادت یہ تھی کہ دن رات مین پانچ دفعہ
دربار عام کرتے تھے، فجر پڑھ کر اٹھتے تھے، اور
شکایتین سنتے تھے، پھر مسجد مین آتے تھے
اور مقصورہ کی طرف پشت کرکے کرسی پر بیٹھتے
تھے، پھر لوگ پیش ہوتے تھے، اور کمزور، گنوار،
بچے، عورتین، اور جس کا کوئی نہین ہوتا تھا، یہ
لوگ آگے بڑھتے تھے، ایک شخص کہتا تھا مجھ پر
ظلم ہوا، امیر معاویہ کہتے تھے اس کو عزت دو،
دوسرا کہتا تھا مجھ پر تعدی کی گئی، معاویہ کہتے
تھے کہ کسی کو اس کے ساتھ کردو، تیسرا کہتا تھا
مجھ سے برا برتاؤ کیا گیا، معاویہ کہتے تھے اس کے
معاملہ کی تحقیق کرو، یہان تک کہ جب سب لوگ
ہو چکتے تھے، تو اندر جاکر تخت پر بیٹھتے تھے اور
حکم دیتے تھے کہ لوگ کو ترتیب کے موافق بٹھاؤ،
پھر جب لوگ بیٹھ جاتے تھے، تو کہتے تھے کہ صاحبو
آپ اس لئے شریف کہلاتے ہین، کہ آپ کو اورون
پر شرف حاصل ہے، اس لئے ان لوگون

لولہ ویقول اخر غاب فلان عن اهله فیقول تعاهدوهم اقضوا حوائجهم ثم یؤتی بالغداء والکاتب یقرء کتابه فیامر فیه، حتی یاتی علی اصحاب الحوائج اربعون وربما قدم علیه من اصحاب الحوائج اربعون اونحوهم علی قدر الغداء،	کی حاجتون کو پیش کیجئے جو مجھ تک نہین پہنچ سکتے اس پر ایک شخص کھڑا ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ فلان شخص لڑائی مین مارا گیا، امیر معاویہ حکم دیتے تھے کہ اس کے لڑکون کی تنخواہ مقرر کر دو، دوسرا شخص کہتا تھا کہ فلان شخص باہر چلا گیا، وہ حکم دیتے تھے کہ اس کے بی بی بچون کی خبر گیری کیجائے، پھر کھانا آتا تھا، یہان تک کہ سب اہل حاجت ختم ہو جاتے تھے، اکثر چالیس چالیس آدمی تک نوبت پہنچتی تھی،

اس کے بعد مسعودی نے نہایت تفصیل سے ان کا نظام اوقات لکھا ہے، اور لکھا ہے کہ کوئی شخص ان کے برابر عادلانہ حکومت نہ کرسکا،

علامہ سیوطی سلیمان بن عبدالملک کی نسبت لکھتے ہین:-

کان فصیحا متفوها مؤثرا للعدل ومن محاسنه ان عمر بن عبدالعزیز کان له کالوزیر فکان یمتثل اوامره فی الخیر فعزل عمال الحجاج واخرج من کان فی سجن العراق قال ابن سیرین رحم الله سلیمان افتتح خلافته باحیائه الصلوٰة	فصیح زبان آور تھا اور عدل پر عمل کرتا تھا، اس کی خوبیون مین سے ایک یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اس کے گویا وزیر تھے، اور وہ اچھے کامون مین ان کی ہدایتون پر چلتا تھا، اس نے حجاج کے نوکرون کو موقوف کر دیا، اور عراق کے قیدیون کو رہائی دی، ابن سیرین کا قول ہے کہ خدا سلیمان پر رحمت کرے، اس نے خلافت

مواقیتها واختتمها باستخلاف عمر بن عبد العزیز،

کا آغاز نماز کے اول وقت پر پڑھنے سے کیا اور خاتمہ عمر بن عبد العزیز رض کے جانشین کرنے پر کیا،

محدث ابن عساکر ولید بن عبد الملک کے متعلق لکھتے ہیں:۔

کان الولید عند اهل الشام من افضل خلفائهم بنی المساجد بدمشق واعطی الناس وفرض للمجذومین وقال لا تسألوا الناس واعطی کل مقعد خادما وکل اعمی قائدا وکان یبر حملة القرآن ویقضی عنهم دیونهم،

ولید اہل شام کے نزدیک تمام خلفائے بنو امیہ سے افضل تھا، اس نے دمشق میں مسجدیں بنوائیں لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں، مجذوموں کے روزینے مقرر کئے، اور کہا کہ سوال نہ کرو، اور ہر اپاہج کے لئے ایک خادم اور ہر اندھے کے لئے ایک رہبر مقرر کیا، اور حفاظ قرآن کے ساتھ نیکی کرتا تھا اور ان کے قرض ادا کرتا تھا،

علامہ ابن الاثیر ۸۸ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:۔

کتب الی البلدان جمیعها باصلاح الطرق وعمل الآبار ومنع المجذومین من الخروج علی الناس واجری لهم الارزاق

تمام شہروں میں خطوط بھیجے کہ سڑکیں درست کیجائیں اور کنوئیں کھودے جائیں اور مجذوم باہر نہ نکلیں اور ان کی تنخواہیں مقرر کردی جائیں

علامہ سیوطی نے ولید کی نسبت اگرچہ ظالم اور جبار کا لفظ لکھدیا ہے تاہم لکھتے ہیں:۔

وکان مع ذلک یختن الایتام ویرتب لهم المؤدبین ویرتب للزمنی من یخدمهم وللاضراء من یقودهم وعمر المسجد النبوی ووسعه ورزق الفقهاء

باوجود اس کے وہ یتیموں کا ختنہ کرتا تھا، اور ان کے لئے معلم مقرر کرتا تھا، اور معذوروں کے لئے خادم اور اندھوں کے لئے رہبر مقرر کرتا تھا، اور مسجد نبوی کی تعمیر کی اور اسکو وسعت

والضعفاء والفقراء وحرم علیهم سوال الناس وفرض لهم ما یکفیهم وضبط الامور اتم ضبط،

دی، اور فقہار اور ضعفار اور فقرار کیلئے روزینے مقرر کئے، اور ان کو سوال کرنے سے منع کردیا، اور اور ان کے لئے سامانِ معاش مقرر کیا، اور تمام کامون کا کامل طرح سے انتظام کیا،

ہشام بن عبد الملک کی نسبت علامہ سیوطی لکھتے ہین،

وکان هشام حازما عاقلا لا یدخل بیت ماله مالا حتی یشهد اربعون قسامة لقد اخذ من حقه ولقد اعطی لکل ذی حق حقه، وقال یحیی بن محمد مارایت احدا من الخلفاء اکره الیه الدماء ولا اشد علیه من هشام

ہشام عقلمند اور باتدبیر تھا، خزانہ مین کوئی رقم اس وقت تک داخل نہین کرتا تھا جب تک چالیس شخص بہ قسم یہ گواہی نہین دیتے تھے کہ جائز طور پر یہ رقم لی گئی ہے اور تمام مستحقین کو ان کے حق دئے گئے، یحییٰ بن محمد کہتے ہین کہ خلفار مین سے مین نے کسی کو نہین دیکھا جس کو قتل اور خون اس قدر ناگوار ہو، جس قدر ہشام کو تھا،

احکام شرعی کی پابندی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ اس کے بیٹے نے جمعہ کی نماز نہین پڑھی تو اس سے وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ میرے پاس سواری نہ تھی، ہشام نے کہا، کیا پیادہ نہین جاسکتا تھا، پھر حکم دیا کہ سال بھر تک اس کو سواری نہ دیجائے،

یزید بن عبد الملک کی نسبت علامہ دمیری لکھتے ہین،

وکان مظهر النسك وقراءة القرآن واخلاق عمر بن عبد العزیز وکان ذا دین وورع،

عبادت اور قرأت قرآن کرتا تھا، اور عمر بن عبد العزیز کے اخلاق کا اظہار کرتا تھا، اور دیندار اور پرہیزگار تھا،

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہین،

مروان حمار کی نسبت کسی مورخ نے جور وظلم کی کوئی شکایت نہین کی،

ولید بن یزید البتہ فاسق وفاجر تھا، لیکن اسی بنا پر خود بنوامیہ نے اسکو قتل کر دیا،

واقعاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا ہوگا، کہ خلفاے بنوامیہ مین سے زیادہ تر عادل اور انصاف پرور تھے، اور ان کے عہد مین ملک کے امن وامان، اور غربا کی آسایش وآرام کا کیا بندوبست تھا، اس حالت مین مصنف نے عموماً بنوامیہ کے ظلم اور سفاکی کی جو داستان بیان کی ہو، کہان تک صحیح ہے،

مصنف نے ظلم اور سفاکی کے جرم سے صرف عمر بن عبدالعزیز کو مستثنیٰ کیا ہے، ہشام، سلیمان وغیرہ اس کے نزدیک اسی عام فہرست مین شامل ہین،

با این ہمہ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مصنف نے جو واقعات لکھے ہین اُن سے بڑھکر ظلم کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے، اور ان کی صحت سے اس لئے انکار نہین کیا جاسکتا کہ ہر واقعہ کے ساتھ سند موجود ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے ان تمام واقعات مین تحریف، تدلیس، اور غلط بیانیان کی ہین، افسوس ہو کہ ان سب کی اگر تشریح کیجائے تو تمدنِ اسلام کے برابر ایک کتاب بنجائیگی، اس لئے ہم نمونہ کے طور پر چند اہم باتین لکھتے ہین:-

رعایا پر ظلم	مصنف نے حصۂ دوم صفحہ ۱۹ مین لکھا ہے،

"بنوامیہ جس طرح عرب کی طرفداری مین تعصب برتتے تھے، اور تمام قومون کو حقیر سمجھتے تھے اس کے نتائج مین ایک یہ ہو کہ وہ مفتوحہ مقامات کے آدمیون کو اپنا رزق حلال جانتے تھے، چنانچہ اسکی تصدیق، سعید بن العاص گورنر عراق کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سواد (بغداد کا علاقہ) قریش کا باغ ہے، ہم جس قدر چاہین لین، اور جس قدر چاہین چھوڑ دین،

مصنف کا دعویٰ یہ ہے کہ بنوامیہ نہ صرف جائداد اور زمین بلکہ وہان کے لوگون کو بھی اپنی ملک

سمجھتے تھے، لیکن عبارتِ منقولہ مین اس کا پتہ نہین، اس مین صرف یہ مذکور ہے کہ سواد ہمارا باغ ہی، ہم جس قدر چاہین لین، یہ ظاہر ہے کہ باغ اور آدمی مختلف چیزین ہین، یہ خیر ایک معمولی غلطی ہے، لیکن مصنف نے پورے واقعہ کو غلط طور سے دکھایا ہے،

اصل یہ ہے کہ اس امر کے متعلق لوگون مین اختلاف تھا کہ مفتوحہ زمینین فوج کا حق ہین، یا سلطنت کا، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بعض صحابہ نے اصرار کیا تھا کہ یہ زمینین اہل فوج کو تقسیم کر دیجائین لیکن حضرت عمرؓ نے نہ مانا، یہ واقعہ بھی اسی بنا پر تھا، یعنی بعض اشخاص کہتے تھے کہ چونکہ ہم نے ان کو ہتھیارون سے فتح کیا ہے، اس لئے ہم اس کے مالک ہین، سعید کا مقصد تھا کہ وہ حکومت کا حق ہی، اور چونکہ حکومت قریش مین محدود ہے، اس لئے انھون نے قریش کے لفظ سے اس کی تعبیر کی، بہرحال یہ بحث دو فریقون کے مقابلہ مین تھی، اس کو اس مسئلہ سے کیا تعلق کہ بنی امیہ مفتوحہ قومون کو اپنی ملک سمجھتے تھے، مصنف نے عمرو بن العاصؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انھون نے قبطیون سے کہا کہ تم ہمارے خزانہ ہو زیادہ آمدنی ہوگی تو زیادہ لین گے، کم ہوگی تو کم لین گے،

اس مسئلہ مین مصنف نے سخت خیانت کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ خلفاے راشدینؓ نے مفتوحہ ملک مقامات کی دو قسمین قرار دی تھین، ایک وہ جو صلح اور معاہدہ کے ذریعہ سے قبضہ مین آئے، ان مقامات مین جزیہ یا خراج کی جو شرح معاہدہ مین مذکور ہو چکی تھی، اس پر اضافہ کرنا کسی حالت مین جائز نہین تھا، دوسرے جو لڑ کر بغیر کسی معاہدہ کے فتح ہوئی، ان مین جزیہ کی کمی بیشی کا اختیار رہتا، یہ تفریق حضرت عمرؓ نے خود کی تھی، اور وہ زمانہ مابعد مین بھی قائم رہی، مصر اسی طرح فتح ہوا تھا، اسی بنا پر جب رعایا مین سے کوئی شخص عمرو بن العاصؓ سے پوچھتا تھا کہ یہان کا جزیہ اور محصول کیا ہے، تو وہ کہتے تھے کہ مین یہ نہین بتاؤن گا، تم ہمارا خزانہ ہو، مقریزی نے جہان یہ بحث لکھی ہے، اور جس موقع سے مصنف نے وہ فقرہ نقل کیا ہے، وہان یہ تصریح موجود ہے، چنانچہ لکھتے ہین،

وکان عمر بن الخطاب یاخذ من صالحہ من المعاہدین ما سمی نفسہ لا یضع من ذلک شیئا ولا یزید علیہ ومن نزل منہم علی الجزیۃ ولم یسم شیئا یؤدیہ نظرا فی امرہ فاذا احتاجوا خفف عنہم وان استغنوا زاد علیہم بقدر استغنائہم (مقریزی جلد اول ص ۷۷)

عمرؓ بن خطاب کا دستور تھا کہ جن لوگون سے معاہدہ پر صلح ہوتی تھی، ان سے شرحِ مقررہ پر نہ کچھ اضافہ کرتے تھے، نہ اس سے کم کرتے تھے، اور جو لوگ جزیہ پر راضی ہوتے تھے، اور جزیہ کی کوئی تعداد مقرر نہین ہوتی تھی، تو حضرت عمرؓ اس کی بابت یہ کرتے تھے کہ اگر وہ لوگ نادار ہو گئے تو جزیہ گھٹا دیتے تھے، اور دولت مند ہوئے تو بقدر ان کی دولت کے بڑھا دیتے تھے،

یہی بات ہے جو عمرو بن العاصؓ نے کہی تھی، اور جس کو مصنف اس سند مین پیش کرتا ہے، کہ بنو امیہ مفتوحہ قومون کو اپنا مملوکہ سمجھتے تھے،

مصنف نے کتاب کے چوتھے حصہ مین ایک خاص عنوان قائم کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہین: الفتک والبطش فی عصر الاموین "یعنی بنو امیہ کے زمانہ کی سفاکی،، اس مین دعویٰ کیا ہے کہ بنو امیہ بے دریغ لوگون کو قتل کرتے تھے، یہان تک کہ امیر معاویہ نے واقعۂ تحکیم کے بعد بسر کو بھیجا کہ ملک مین دورہ کرے، اور جہان جہان شیعیانِ علی ہون اون کو قتل کر دے، اور عورتون اور بچون مین سے کسی کو نہ چھوڑے، مصنف کے الفاظ یہ ہین،

ویقال انہ اوصاہم ان یسیروا فی الارض ویقتلوا کل من وجدوہ من شیعۃ علی ولا یکفوا ایدیہم من النساء والصبیان (حصہ ۴ ص ۹۲)

اور کہتے ہین کہ معاویہ نے ان لوگون کو یہ حکم دیا کہ ملک مین جائین اور جس شیعہ کو پائین قتل کر دین، اور عورتون اور بچون کو بھی نہ چھوڑین،

اس کے بعد مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہ صرف حکم نہ تھا، بلکہ مدینہ، یمن وغیرہ مین اس کی بخوبی تعمیل ہوئی، اس مین شبہہ نہین کہ اگر یہ واقعات صحیح ہون تو امیر معاویہ اور چنگیز خان مین کچھ فرق نہ رہے گا۔

امیر معاویہ حلم اور عفو مین ضرب المثل تھے، تمام مستند تاریخین ان کے حلم کی داستان سے معمور ہین، ان کی سفاکی کے ثبوت کے لئے مصنف کو طبری، ابن الاثیر، ابن خلدون وغیرہ سے کوئی شہادت نہین مل سکتی تھی، اس لئے اس نے شیعی مصنف سے مدد چاہی، اور وہ خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے کیلئے موجود تھا، مصنف نے واقعۂ مذکورۂ بالا کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے، اس کتاب کا مصنف مشہور شیعی ہے، اور ایک شیعہ مصنف سے امیر معاویہ کی نسبت یہی توقع ہو سکتی تھی، اس کے مزید یہ کہ اغانی مین یہ روایت جن لوگون سے منقول ہے، وہ نامعتبر، ضعیف الروایت اور مجہول الحال ہین، علی بن محمد (مدائنی) جو اس روایت کا راوی اول ہے، اس کی نسبت میزان الاعتدال مین ابن عدی سے نقل کیا ہو کہ لیس بالقوی فی الحدیث ایک اور راوی ابو مخنف ہین، جو مشہور نامعتبر ہین، باقی اور راوی اس درجہ کے ہین کہ اسماے رجال مین ان کا نام تک مذکور نہین،

ہم کو اس بات سے انکار نہین کہ اغانی ادب اور محاضرات کی مشہور کتاب ہی، اور شعرا وغیرہ کے اکثر حالات اسی سے ماخوذ ہین، لیکن یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ وہ محاضرات کی کتاب ہے، تاریخ نہین، اس بنار پر معمولی عام واقعات مین اس کی روایتین لی جاسکتی ہین لیکن کسی بحث طلب اور قابل تحقیق واقعہ کا ثبوت اس سے نہین ہوسکتا، یہ مسلم ہے کہ امیر معاویہ حلم اور عفو مین مشہور تھے، یہ مسلم ہے کہ ان کی نسبت تمام معتبر تاریخون مین ایک واقعہ بھی اس قسم کی سفاکی کا منقول نہین، یہ مسلم ہو کہ واقعہ بحث طلب کسی تاریخ مین مذکور نہین، یہ مسلم ہے کہ اغانی کا مصنف شیعی ہی، یہ مسلم ہے کہ اس روایت کا ایک راوی مدائنی ہے، جو ضعیف الحدیث ہی، ان حالات کے ساتھ اس روایت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے،

اس کے بعد مصنف نے حجاج کی سفاکیون کا ذکر کیا ہے۔ وہ ہمکو تسلیم ہے لیکن ہمکو یہ دیکھنا ہو، کہ مصنف نے عدل و انصاف کا معیار کیا قائم کیا ہے؟ وہ جس قدر بنو امیہ کو برا کہتا ہے، اسی قدر عباسیون کی تعریف کرتا ہے، چنانچہ جہان یہ ثابت کیا ہے کہ بنو امیہ کے ظلم کی وجہ سے ملک برباد ہو گیا تھا، اور زمینین ویران ہو گئی تھین اس کے مقابلہ مین عباسیون کے عہد کی خوشحالی اور آبادی کا ذکر کرکے ایک موقع پر لکھتا ہے،

ولا غرابة فی ماتقدم من عمران البلاد فی ظل الدولة العباسیة فان العدالة توطرت دعائمها من واذا امن الناس علی ارواحهم وحقوقهم تفرغوا للعمل	اگر دولت عباسیہ کے سایہ مین آبادی نے ترقی کی جیسا کہ اوپر گذرا تو کچھ تعجب نہین، کیونکہ انصاف امن کا ستون قائم کر دیتا ہے، اور جب لوگون کو اپنی اور اپنی جانون کی نسبت اطمینان ہو جاتا ہے تو اطمینان سے کام مین مصروف ہوتے ہین،

مصنف نے کشتگان حجاج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بیان کی ہے، لیکن خلیفہ منصور عباسی جس کا مصنف نہایت مدح خوان ہو، اس کے وزیر اعظم ابو مسلم اصفہانی جو دولت عباسیہ کا بانی ہے، اس کے کشتگان ناز کی تعداد چھ لاکھ ہے، اور خود مصنف نے اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:۔

فبلغ عدد الذین قتلهم فی سبیل هذه الدعوة ....۶۰۰ نفس قتلوا صبرا بدون حرب فی بضع سنین، (حصہ ۴ صفحہ ۱۱۲)	تو ان لوگون کی تعداد جن کو ابو مسلم نے عباسیون کی خلافت کے تسلیم کرانے مین قتل کیا چھ لاکھ پہنچی جو لڑائی مین نہین بلکہ یون ہی قید مین مارے گئے

اگر دولت عباسیہ کے دامن پر چھ لاکھ کے قتل سے ظلم کا داغ نہین لگتا تو حکومت بنو امیہ تو

سوا ہی لاکھ کی گنہگار ہے،

حجاج کے ظلم گن گن کر مصنف لکھتا ہے:-

وکان عبد الملک اشد وطاة | اور عبد الملک اس سے بڑھکر سخت تھا، اور
منہ واجرء علی الغدر والفتک، | قتل اور دغا بازی پر اس سے زیادہ دلیر تھا،

اس جھوٹ کی کیا انتہا ہو سکتی ہے کہ عبد الملک کو حجاج سے بڑھکر سفاک اور خون ریز کہا جائے
مصنف اس غلط دعوے کے ثبوت مین صرف یہ واقعہ پیش کر سکا کہ عبد الملک نے ایک شخص کو جس نے
دعوی سلطنت کرنا چاہا تھا، امان دیکر قتل کرا دیا، لیکن خلیفہ منصور نے تو اس شخص کو قتل کرا دیا،
جس کی بدولت عباسیون کی سلطنت قائم ہوئی تھی، اور جو دولت عباسیہ کا اصلی بانی تھا،
مصنف کا دعوی ہے کہ حجاج وغیرہ جو مظالم کرتے تھے خود خلیفہ وقت کے اشارے سے
کرتے تھے لیکن علامہ مسعودی عبد الملک کے حال مین لکھتے ہین:-

ولما اسرف الحجاج فی قتل اسلامی	جب حجاج نے دیر جاجم کے قیدیون کے
دیر الجماجم عبد الملک فکتب الیہ	قتل کرنے مین حد سے زیادہ زیادتی کی اور مال
اما بعد فقد بلغ امیر المومنین	کے صرف مین نہایت اسراف کیا، اور یہ خبر
سرفک فی الدماء وتبذیرک	عبد الملک کو پہنچی تو حجاج کو خط لکھا کہ امیر المومنین
فی الاموال ولا یحتمل امیر المومنین	کو تمہاری خون ریزی اور فضول خرچی کا حال
ھاتین الخصلتین لاحد من الناس	معلوم ہوا، امیر المومنین ان دونون باتون کو کسی
وقد حکم علیک امیر المومنین	کے لئے برداشت نہین کر سکتے امیر المومنین
فی الدماء فی الخطاء الدیۃ وفی	نے تم کو خون مین صرف یہ اختیار دیا ہے کہ لوگون
العمد القود وفی الاموال ردھا	سے قتل خطا مین دیت لو اور قتل عمد مین قصاص

الیٰ مواضعها، تو، مال کی نسبت یہ حکم ہے کہ وہ اپنی جگہ
(یہ خط بہت بڑا ہے اور سب پڑھنے کے قابل ہے) صرف ہو،

جزیہ کے متعلق ظلم | مصنف نے کتاب کے چوتھے حصہ مین ایک مستقل عنوان قائم کر کے اور حصۂ دوم
"عصر بنی امیہ" کے عنوان کے نیچے یہ ثابت کیا ہے کہ بنوامیہ جزیہ کے وصول کرنے مین اس قدر ظلم کرتے
تھے کہ غیر قومون نے مسلمان ہونا شروع کیا، لیکن اس پر بھی ان کو نجات نہین ملتی تھی اور مسلمان ہونے
پر بھی ان سے جزیہ لیا جاتا تھا،

آخر مجبور ہو کر انھون نے راہب یعنی تارک الدنیا بننا چاہا، لیکن یہ تدبیر بھی کام نہ آئی، اور ان
پر بھی جزیہ قائم کیا گیا[1] جزیہ کے سوا اور طرح طرح کے محصول قائم کرتے تھے، اور ان کے وصول
کرنے مین اس قدر ظلم سے کام لیتے تھے کہ ملک کے ملک ویران ہوگئے، فوجین جب چلتی تھین
تو جدھر سے گذرتی تھین، لوگون کو لوٹ لیتی تھین،

اس بحث کو اس طرح لکھتا ہے کہ ظلم اور غارتگری کی تصویر کھینچدی ہے ایک موقع پر لکھتا ہے

فزادوا الجزیة والخراج وشددوا	پھر جزیہ و خراج مین اضافہ کر دیا اور اس کے
فی تحصیلھما وضیقوا علی الناس	وصول کرنے مین شدت کی اور لوگون کو سخت
حتی اخذوا الجزیة ممن اسلم	تنگ کیا، یہان تک کہ جو لوگ مسلمان ہو جاتے
واما من بقی علی دینه من اھل	تھے، ان سے بھی جزیہ لیا، باقی جو اپنے مذہب
الکتاب، فکانوا یسومونھم سوء	پر قائم رہتے تھے ان کو بری طرح سے عذاب
العذاب، (حصۂ ۴ ص ۱۰۲)	دیتے تھے،

اس کی کیفیت یہ ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت قریباً نوّے برس رہی، اس وسیع مدت مین تین

[1] تمدن اسلام حصۂ دوم ۲۰

چار واقعے پیش آتے ہین کہ مسلمان ہونے پر بھی جزیہ لیا گیا، ان چند واقعات کو مصنف اس انداز سے
بیان کرتا ہے کہ بنو امیہ کا یہ عام طرز عمل تھا، اس موقع پر لکھتا ہے،

وخصوصاً اهل الخراسان وما وراء النهر فانهم ظلوا الى اواخر ايام بني امية لا يمنعهم عن الاسلام الا ظلم العمال بطلب الجزية منهم بعد اسلامهم (صفحہ ۲۶)

خصوصاً اہل خراسان وماوراء النہر کہ یہ لوگ آخر زمانہ بنی امیہ تک صرف اسلئے اسلام پر ایمان نہ لائے کہ عمال اسلام کے بعد بھی ظلماً جزیہ لیتے تھے،

ان واقعات کو ہم کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہین، جس سے ظاہر ہوگا کہ اس کے بیان مین مصنف نے کس قدر جھوٹ اور فریب اور رنگ آمیزیان کی ہین،

سنہ مین حجاج کو اس کے عاملون نے لکھا کہ غیر قومین مسلمان ہوکر شہرون مین چلی آئین اس لئے خراج کی آمدنی گھٹ گئی، حجاج نے بصرہ وغیرہ مین حکم بھیجا کہ یہ نومسلم مواضعات کو واپس بھیجدیئے جائین اور ان سے جزیہ لیا جائے، بصرہ مین جب یہ حکم پہنچا اور ان لوگون سے جزیہ وصول کیا جانے لگا تو یہ لوگ روتے تھے، اور وامحمدا پکارتے تھے، یہ دیکھکر وہان کے علماء رونے لگے، اسی حالت مین عبدالرحمن بن اشعث جنھون نے حجاج سے بغاوت کی تھی بصرہ مین پہنچے، علماء اور قراء نے حجاج کے فعل سے ناراضی کی بناء پر ان کے ہاتھ پر بیعت کی،

علامہ ابن الاثیر نے سنہ کے ذیل واقعات مین نہایت تفصیل کے ساتھ ان واقعات کو لکھا ہو، ان واقعات مین حسب ذیل واقعات بہ تصریح مذکور ہین،

(۱) حجاج کے ظلم پر بصرہ کے علماء روئے،

(۲) یہ علماء حجاج سے ناراض ہوکر عبدالرحمن بن اشعث سے مل گئے،

مصنف نے علمائے بصرہ کی ہمدردی اور رنج کا ذکر بالکل قلم انداز کر دیا، کیونکہ اس سے عام عربون کی نیک دلی اور حجاج کے فعل سے آزردگی ثابت ہوتی تھی،

عبارات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہو کہ حجاج کا یہ فعل اس قدر غیر معمولی اور خلاف شرع تھا کہ علماء نے

صرف اس وجہ سے حجاج سے بغاوت کی اور شریکِ جنگ ہوئے، لیکن مصنف دکھاتا ہے کہ سلطنت بنو امیہ مین نومسلمون سے جزیہ لینا عام معمول تھا،

حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین جراح نے حجاج کی تقلید کی تھی حضرت عمر بن عبد العزیز کو معلوم ہوا تو جراح کو لکھ بھیجا کہ نومسلمون کو جزیہ معاف کردیا جائے، جزیہ معاف کردیا گیا تو اور ہزارون آدمی مسلمان ہوگئے، اور خراج کی تعداد گھٹ گئی جراح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ یہ لوگ صدق دل سے اسلام نہین لائے اس لئے حکم ہو تو مین تحقیق کرون کہ ان لوگون نے ختنہ بھی کرایا ہے، یا نہین، حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام کیلیئے بھیجا تھا، نہ ختنہ کرنے کے لیئے یہ تمام واقعات ابن الاثیر نے ۱۰۰ھ کے واقعات مین بہ تفصیل لکھتے ہین

مصنف نے اس واقعہ مین سے صرف جراح کا جزیہ لینا لکھا ہے، باقی تمام واقعات اور حضرت عمرؓ کے حکم کو اڑا دیا ہے، ۱۰۲ھ مین یزید بن ابی مسلم نے افریقہ مین حجاج کی تقلید کرنی چاہی، اس پر لوگون نے اسکو قتل کردیا، اور یزید بن عبد الملک جو خلیفۂ وقت تھا لکھ بھیجا کہ ہم نے اس وجہ سے اسکو قتل کردیا، یزید بن عبد الملک نے لکھ بھیجا کہ مین اسکے اس فعل کو خود ناپسند کرتا تھا، چنانچہ ان لوگون سے کچھ بازپرس نہ کی،[۱]

مصنف کی اس خیانت کو دیکھو کہ یزید بن ابی مسلم کی کارروائی لکھ کر باقی تمام واقعات کو قلم انداز کردیا ہے،[۲]

۱۱۰ھ مین اشرس نے نومسلمون پر جزیہ لگایا، اس پر لوگون نے بغاوت کی اور بہت سے عرب نے ان کی حمایت کی، اس واقعہ مین بھی مصنف نے اہلِ عرب کی حمایت کا مطلق ذکر نہین کیا،

واقعاتِ مذکورۂ بالا کی نسبت امور ذیل پر لحاظ کرو۔

---

[۱] ابن الاثیر واقعات اخیر ۱۰۲ھ [۲] تمدن اسلام حصۂ دوم ص ۲۰۔

بنوامیہ کی صد سالہ حکومت مین چند دفعہ یہ واقعہ پیش آیا، حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے
اپنے زمانے مین اس کارروائی کو روکا، یزید بن عبد الملک کے زمانہ مین جب یزید ابن ابی مسلم نے
ایسا کرنا چاہا تو بغاوت ہوئی، اور اہل عرب نے باغیون کا ساتھ دیا،
غرض خلفائے بنو امیہ مین سے کسی نے اس فعل کو جائز نہین رکھا، عمّال نے ایسا کیا تو
یا خود خلیفۂ وقت نے روک دیا یا اہلِ عرب نے عمالون کی مخالفت کی، اور ان سے لڑے،
مصنف نے خلفاء کے روکنے یا عام مسلمانون کی ناراضی اور مظلومون کی حمایت کا
مطلق ذکر نہین کیا، اور ان چند واقعات کو اس طرح ادا کیا کہ بنوامیہ کے زمانہ سلطنت
مین یہ عام رواج تھا،
مصنف نے لکھا ہے کہ غیر قومون پر چونکہ بنوامیہ ظلم کرتے تھے اس لئے جب کوئی
بغاوت ہوتی تھی تو یہ لوگ اس مین شریک ہو جاتے تھے، اس کے بعد لکھتا ہے،

وقام فی نفوس العرب	اور عرب کے ذہن مین یہ بات قائم ہو گئی
ان الخلافۃ لا تشترط فیہا	کہ خلافت کے لئے قریشی ہونا ضرور نہین،

الشرقیۃ (حصہ ص ۲۹)

اس موقع پر مصنف نے سخت خیانت اور علانیہ دروغ گوئی کی ہے، اس عبارت
کے ثبوت مین کتاب الاستقصار کی جلد اول صفحہ ۶۰ کا حوالہ دیا ہے، اس کی کیفیت یہ ہی
کہ مصنفِ استقصا نے اہلِ بربر اور مغرب (ٹیونس) وغیرہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ پہلے
مذہب حق پر تھے، پھر اہلِ بدعت نے ان کو گمراہ کیا، اس کے بعد لکھا ہے کہ

فلقنھم اھل البدعۃ ان	پس انکو اہل بدعت نے سکھلایا کہ
الخلافۃ لا تشترط فیہا	خلافت مین قریشی ہونا شرط نہین

المقریشیۃ،

مصنف کتاب مذکور کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ اہلِ عرب کے دل مین یہ اعتقاد قائم ہوگیا، لیکن اس کتاب مین عرب نہین بلکہ اہلِ مغرب کے متعلق یہ واقعہ مذکور ہے، وہ بھی اس حیثیت سے کہ بدعتیون نے ان کو گمراہ کرکے یہ خیال اون کے دل مین ڈالا تھا،

مصنف نے لکھا ہے کہ بنوامیہ چونکہ غیر مذہب والون کو سخت عذاب دیتے تھے، اور ان لوگون نے دیکھا کہ مسلمان ہونے پر بھی جزیہ سے نجات نہین ملتی، اس لئے بعضون نے راہب (جوگی) بننا اختیار کیا، عمال نے جب یہ دیکھا تو راہبون پر بھی جزیہ لگایا۔ (حصہ دوم ص ۲۰)

اس واقعہ کے لئے مصنف نے مقریزی (صفحہ ۴۹۲) کا حوالہ دیا ہے، لیکن سخت خیانت کی ہے، مقریزی مین ایک حرف بھی اس کے متعلق مذکور نہین کہ لوگون نے جزیہ کے ڈرسے راہب ہونا اختیار کیا، صرف یہ لکھا ہے کہ عبد العزیز بن مروان نے راہبون کا خون کرایا اور ان پر جزیہ لگایا،

دولت عباسیہ مصنف نے خلافتِ عباسیہ کا ذکر نہایت مدح کے ساتھ شروع کیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک یہ سلطنت دراصل عربی نہ تھی، بلکہ ایرانی تھی، لیکن لطف یہ ہے کہ مدح ذم سے بڑھ گئی ہے، عباسیون کے خصائصِ حکومت مین ایک یہ شمار کیا ہے کہ ان کے زمانے مین عرب یہان تک ذلیل ہوگئے تھے کہ کسی کو عرب کہنا بدترین لقب تھا، چنانچہ لکھتا ہے،

فاصبح لفظ العربی مراد فا — تو ان کے نزدیک عربی کا لفظ بدترین

حقر الاوصاف عندھم (حصہ ۲ ص ۳۲) — لقب کا مرادف تھا،

پھر لکھتا ہے کہ ان لوگون کا قول تھا کہ

العربی بمنزلۃ الکلب اطرح لہ — عربی کتے کے برابر ہے، روٹی دیکر

کسرتم واضر بہ اسد، اس کو مارد،

اس عبارت کے نقل کرنے مین سخت خیانت کی، واقعہ یہ ہے کہ یہ افشین کا قول ہے جو ایک مجوسی تھا، اور بظاہر مسلمان ہوگیا تھا، مصنف نے اس کو عام کرکے تمام اربابِ حکومت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن بہرحال اگر صحیح بھی ہو تو کیا یہ عباسیون کے مفاخر مین شمار ہونے کے قابل ہے، مصنف کے نزدیک عباسی اس وجہ سے قابل مدح ہین کہ انھون نے عرب کو فوج سے اور عہدہ ہاے ملکی سے نکال دیا، ان کے زمانے مین عرب کتے کے برابر حقیر ہوگئے تھے، انھون نے سلطنت کے تمام اختیارات مجوسیون کو دیدیئے تھے، لیکن معلوم نہین عباسی بھی ان باتون کو اپنے مفاخر مین قبول کرین گے یا نہین :-

(الندوہ جلد ۸ نمبر ۱۰ شوال ۱۳۲۹ھ)

معرکۂ مذہب و سائنس (مصنفہ ڈریپر)

مترجمۂ

مسٹر ظفر علی خان بی، اے

پر

ریویو

اردو زبان کم رتبہ تصنیفات اور تراجم سے جس طرح روز بروز معمور ہوتی جاتی ہے، اس کے لحاظ سے اگرچہ اہل نظر پر مایوسی چھا گئی ہے، لیکن مدتون مین ایک آدھ تصنیف یا ترجمہ ایسا بھی نکل آتا ہے جو مایوسی کی تاریکی مین امید کی جھلک پیدا کر دیتا ہے، زیر ریویو ترجمہ بھی اسی قسم کا ایک ترجمہ ہے،

ڈاکٹر ڈریپر امریکہ کا مشہور عالم ہے، وہ نیویارک یونیورسٹی کا پروفیسر تھا، اس کی ابتدائی بہت سی تصنیفات علم الضوء اور کیمیا پر ہین، وہ ان فنون مین بہت سے اختراعات کا موجد ہے، چنانچہ مترجم صاحب نے اپنے دیباچہ مین بہ تفصیل لکھا ہے، اس سلسلہ سے الگ اس نے یورپ کی دماغی ترقی کی تاریخ لکھی، جو ایک گران قدر تصنیف خیال کیجاتی ہے اور تصنیف زیر ریویو اسکے دور آخر کی تصنیف ہے،

مترجم صاحب مشہور مترجم ہین، ان کی کتاب خیابان فارس متداول ہو چکی ہے، دکن ریویو نے بھی ان کو کچھ کم روشناس نہین کیا ہے، ترجمہ کی خوبی پر مین کچھ رائے نہین دے سکتا، کیونکہ مین انگریزی نہین جانتا، اس لئے ترجمہ کی صحت اور غلطی کا فیصلہ نہین کر سکتا، البتہ اس قدر کہہ سکتا ہون کہ کسی علمی کتاب

کا صحیح ترجمہ اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم نہین ہو سکتا، مترجم نے مصطلحات علمی کے ترجمہ مین بہت سے الفاظ گویا خود پیدا کئے ہین، چنانچہ خاتمہ مین ایسے الفاظ کی جو فہرست دی ہے، اس مین بہت سے الفاظ ہمکو جدید الشارۃ نظر آتے ہین، مثلاً اسد کہفی، نباتات خوار، دور ثالثۃ الوسطی، وولات تعدیل توشیم، جماعت الکثرین، تقدیس الاموات وغیرہ وغیرہ،

مترجم صاحب اگرچہ بہت متین لکھنے والے ہین، لیکن کہین کہین سخیف محاورے آگئے ہین جو ایک علمی کتاب کے شایان نہین مثلاً "دم دبا کر" "اڑنگے پر چڑھا کر" وغیرہ وغیرہ،

مترجم کا یہ خاص احسان ہے کہ مصنف نے جہان کوئی بات اسلام کے خلاف لکھی ہے، انھون نے نوٹ مین اچھی طرح اس کی پردہ دری کی ہے اور اس وقت وہ مترجم نہین بلکہ پیچھے خاصے تند مزاج مولوی ہین،

کتاب کا موضوع نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے، یعنی یہ کہ دنیا مین مذہب اور تحقیقات علمی کا باہمی تعلق کیا رہا ہے، کیونکہ یہ دونون معرکہ آرا رہے ہین، مذہب نے کس طرح علم پر بے انتہا جور و ظلم کئے ہین اور بالآخر کس طرح ہر معرکہ مین شکست فاش کھائی ہے، لیکن اس کتاب کے متعلق سب باتون سے پہلے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مصنف نے یہ سخت غلطی کی ہے کہ کتاب کا موضوع عام رکھا، اور بحث صرف عیسوی مذہب سے کی ہے، اس لئے اگر عیسوی مذہب نے علم پر زیادتیان کین اور بالآخر شکست کھائی تو اس سے عام مذہب کے نسبت کوئی نتیجہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے، اس امر پر ہم آیندہ مفصل گفتگو کرین گے،

اس کتاب پر ہم مختلف حیثیتون سے بحث کرتے ہین،

موضوع کتاب | یورپ کے ایک مشہور مصنف سے نہایت تعجب ہے کہ وہ ایک ایسا وسیع مضمون اختیار کرتا ہے جس کے دائرہ مین تمام دنیا کے مذاہب اور قومین داخل ہین، لیکن صرف عیسائی قومون اور عیسائی مذہب کی تاریخ سے بحث کرتا ہے، اور انہی قومون کے واقعات پیش کرتا ہے

مسلمانون کی علمی اور ملکی تاریخ لکھی ہے، لیکن اس غلط بنا پر کہ مذہب اسلام نصرانیت کی ایک شاخ ہے، اس موضوع کے پیش نظر ہونے کے ساتھ ہر شخص بیساختہ اس بات کے دریافت کرنے کا شائق ہوگا کہ بدھ، برہمنی، جینی، پارسی مذاہب کا علم کیساتھ کیا طریق عمل رہا؟ دونون حریفون مین سے کس نے بازی جیتی؟ لیکن غالباً مصنف کے نزدیک دنیا صرف عیسائی دنیا کا نام ہے، اس لئے اسکو دوسری قومون اور دوسرے مذہبون سے بحث کی ضرورت نہین،

مصنف نے اس معرکہ کی تاریخ جس ترتیب سے بیان کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"چوتھی صدی قبل مسیح یونان نے ایران پر حملہ کیا، اور جدید معلومات سے بہرہ ور ہوکر اسکندریہ مین دارالعلم کی بنیاد ڈالی، رومی سلطنت نے عیسائی مذہب قبول کیا، اور کچھ مدت کے بعد جمہوریت شخصیت سے بدل گئی، چونکہ اس رومی سلطنت کے تحت مین تمام بت پرست قومین آگئین اور ان کے معتقدات اور رسوم کا لحاظ رکھنا پڑا، اس لئے عیسائیت مین بت پرستی آگئی، ساتھ ہی علم اور عیسائیت مین معرکہ آرائی شروع ہوئی اور کتب خانہ اسکندریہ برباد ہوگیا،

جنوب مین اصلاح شروع ہوئی، یعنی پادری نسطور کی تلقین وہدایت سے اسلام پیدا ہوا (استغفراللہ)

اس کے بعد مصنف نے ان اہم مسائل کو لیا ہے، جنمین مذہب اور علم مختلف ہین، اور الگ الگ عنوان کے تحت مین دکھلایا ہے کہ ان مسائل مین کیونکر علم ومذہب باہم جنگ آزما رہے اور اور کیونکر علم نے فتح حاصل کی، مسلمانون کے تمام علمی کارنامون اور اکتشافات کا ذکر کیا ہے، اور دکھایا ہے کہ ان ہی کی کوششون کا نتیجہ تھا کہ یورپ مین علم پھیلا، اور عیسائی مذہب کے بیہودہ عقائد کا تمام طلسم ٹوٹ گیا، پہلے ہی وہلہ مین ہم کو مصنف کی اس رائے سے بحث کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے کہ اسلام کو نسطور سے کہان تک تعلق ہے، کیونکہ مصنف کے نزدیک علم کی فتح درحقیقت نسطور کا

فیض تھا، جس نے گویا اسلام کی بنیاد رکھی، مصنف اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے :۔

"بحیرا راہب نے بصرے کی خانقاہ مین محمدؐ کو نسطوری عقائد کی تعلیم دی، اور اپنے مظالم کی داستان شروع سے آخر تک کہہ سنائی آپ کی ×× ناتربیت یافتہ (استغفراللہ) لیکن مستعد اور اخاذ دماغ نے نہ صرف اپنے اتالیقون کے مذہبی بلکہ فلسفیانہ خیالات کا نہایت گہرا اثر قبول کیا ×× بعد مین آپکے طرزعمل سے اس امر کی صاف شہادت ملتی ہے کہ نسطوریون کے مذہبی عقائد نے آپ پر کہان تک قابو پالیا تھا ×× آپنے اپنی زندگی کو نسطوریون کے دینی عقائد کی توسیع واشاعت کے لئے وقف کردیا، اور جب یہ مقصد پورا ہوچکا تو آپکے جانشینون نے ان کے علمی ومشائی اصول اختیار کرلیے، اور نہایت سرگرمی سے انکی اشاعت مین حصہ لیا"

سبحانک ھذا بھتان عظیم

اگرچہ ڈریپر صاحب کے مقابلہ مین صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ بحیرا کی ملاقات معتبر طریقے سے ثابت نہین، لیکن چونکہ یہ روایت عام عربی تاریخون مین مذکور ہے۔ اس لئے ہم کسی قدر تفصیل سے اس کی نسبت بحث کرنا چاہتے ہین،

یہ روایت جس حیثیت سے عربی کتابون مین مذکور ہے، اس سے ڈریپر صاحب کے دعوی کو کچھ مدد نہین مل سکتی یہ روایت ترمذی، حاکم بیہقی، ابونعیم، اور ابن عساکر نے روایت کی ہے، ترمذی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے :۔

"ابوطالب شام کے سفر کو چلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چند سرداران قریش ساتھ تھے، جب راہب (یعنی بحیرا) کے پاس آئے اور اسباب کھولنا شروع کیا تو راہب آیا اور اس نے آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑکر کہا یہ تمام عالم کا سردار اور خدا کا پیغمبر ہے، خدا نے اس کو دنیا کی رحمت کے لئے بھیجا ہے، سرداران قریش نے پوچھا کہ تم کو کیونکر معلوم ہوا، اس نے کہا جب تم پہاڑ

کی چوٹی سے اترے تو تمام پتھروں، درختوں نے سجدہ کیا، اور پتھر اور درخت پیغمبر کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، میں اُن کو مہرِ نبوت کے ذریعہ سے پہچانتا ہوں، پھر اس نے خانقاہ میں جا کر کھانا تیار کیا، اور لوگوں کو بلایا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر بادل سایہ کرتا آتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخت سے ہٹ کر بیٹھے، کیونکہ اور لوگوں نے پہلے سے پہنچکر قبضہ کر لیا تھا، جب آپ بیٹھے تو درخت کا سایہ ڈھلکر آپ پر جھکا، راہب نے لوگوں سے کہا دیکھو سایہ کیونکر ان پر جھکا آتا ہے، الخ (اخیر میں یہ ہے کہ اس سفر میں حضرت ابو بکرؓ اور بلالؓ بھی تھے؛

یہی روایت طرح طرح کے پیرائے بدل کر، طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، ابن ہشام وغیرہ میں منقول ہے، اس حدیث کی یہ کیفیت ہے کہ ترمذی نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ یہ حسن اور غریب ہے، اور صرف اسی طریقہ سے منقول ہے، علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عبد الرحمن بن غزوان کے ذکر میں لکھا ہے کہ

مما یدل علی انہ باطل قولہ وبعث معہ ابو بکر بلالا وبلال لم یکن خلق وابو بکر کان صبیا،	اس حدیث کے باطل ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اسمیں یہ بیان ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بلالؓ کو آنحضرتؐ کے ساتھ کر دیا، حالانکہ اس وقت بلالؓ تو پیدا نہیں ہوئے تھے، اور حضرت ابو بکرؓ بچے تھے،

مستدرک نے حاکم کی تلخیص میں لکھا ہے،

اظنہ[1] موضوعا فبعضہ باطل،	میں اس کو جعلی روایت سمجھتا ہوں کیونکہ اس کا کچھ ٹکڑا باطل ہے،

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اخیر کا ٹکڑا ممکن ہے کسی نے ملا دیا ہو، باقی حدیث اس لئے صحیح ہے کہ

[1] زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۲۳۶ مطبوعہ مصر جلد اول،

راوی ثقہ ہین، لیکن اصل بحث یہ ہے کہ سب سے اخیر راوی یعنی ابوموسی اشعری رضؓ خود واقعہ مین شریک نہین تھے، اور یہ بیان نہین کرتے کہ انھون نے کس سے سنا، اس لئے یہ حدیث منقطع ہے، ممکن ہے کسی غیر معتبر شخص سے ان سے بیان کی ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے واقعات جس قدر منقول ہین، اکثر محدثین کے نزدیک غیر معتبر اور غیر مستند ہین،

اب درایت کی حیثیت سے ڈریپر صاحب کے بیان پر نظر ڈالو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اسوقت کل بارہ ۱۲ برس کی ہے، اسی سن مین بحیرا آپ کو عقائد کے حقائق اور فلسفہ سکھاتا ہے، اور اور آپ کے دل مین نقش ہوجاتا ہے، لیکن اس کے بعد پورے ۲۸ برس تک ان عقائد اور فلسفہ کے متعلق ایک حرف آپکی زبان سے منقول نہین، روایتون سے اس قدر ثابت ہے کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیتے تھے کہ آپ جو کچھ کہتے ہین، اورون سے سیکھ کر کہتے ہین، لیکن یہ سکھانے والے (باعتقاد کفار) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے کے لوگ تھے، یعنی سلمان فارسی رضؓ وغیرہ، بحیرا کا نام کافرون نے بھی نہین لیا، تابہ مسلمانان چہ رسد،

ڈریپر صاحب اُن ممتاز مورخ نہین ہین جو اسلام سے تعصب نہین رکھتے، انھون نے مسلمانون کی علمی ایجادات اور اکتشافات کا ذکر اس تفصیل سے کیا ہے کہ خود عربی تاریخون مین کسی جگہ یکجا نہین مل سکتا لیکن افسوس ہے کہ صاحب موصوف کی نسبت ہماری احسان مندی اس وجہ سے کم ہوجاتی ہے کہ انکی مہربانیان اسلام پر اس لئے نہین ہین کہ وہ اسلام ہے، بلکہ اس لئے ہین کہ وہ نسطوری مذہب کی ایک شاخ ہے، مسلمانون کے علوم وفنون ان ہی مشائی اصول کے نتائج ہین، جو بحیرا نے تعلیم دیے تھے، مسلمانون کو اپنی خالص توحید پر بڑا ناز ہے، لیکن ڈریپر صاحب کے بتانے سے معلوم ہوا کہ وہ بھی بحیرا کا فیض تعلیم ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہین:-

"راہب بحیرا نامی نے کوشش کی کہ جس طرح ہو اس لڑکے (محمد) کے دل سے

اسے اس بت پرستی کے اثر کو جو اس کا آبائی مذہب ہے زائل کیا جائے. بحیرا نے دیکھا کہ لڑکا نہایت ہونہار اور غیر معمولی طور پر ذہین ہے، اور مذہبی باتون کو نہایت شوق اور توجہ سے سنتا ہے، (نعوذ باللہ من ہذہ الشفوات) ایک جگہ اور فرماتے ہین

"بحیرا راہب کی تعلیم کا اثر تھا کہ آپ نے اس عجیب وغریب زندگی کے دوران مین جن کارنامون نے دنیا کو محو حیرت کر دیا حضرت مسیحؑ کو کبھی خدا کا بیٹا کہہ کر نہ پکارا"

اگر بت پرستی اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا انکار دونون چیزین اسلام بحیرا سے سیکھین، تو خود اسلام کے پاس کیا رہجاتا ہے،

مصنف نے اسلامی فتوحات کے ذکر مین کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا ذکر بھی کیا ہے اور وہان اس طرح ان پر تعصب نے استیلا کیا ہے کہ بظاہر ان کا کلام خود متناقض ہو گیا ہے. چنانچہ مترجم صاحب نے نوٹ مین اس پر تعجب ظاہر کیا ہے لیکن حقیقت مین ان کے بیان مین تناقض نہین مصنف نے حسب ذیل دلیلون سے ثابت کیا ہے کہ کتب خانہ مذکور کا جلایا جانا صحیح نہین ہو سکتا

(۱) اس کتبخانہ کو تھیا فلس نے پہلے ہی برباد کر دیا تھا، چنانچہ اس واقعہ کے بیس برس بعد ارسیو س نے جب کتبخانہ کو دیکھا تو ایک کتاب بھی باقی نہ تھی،

(۲) اگر اس بربادی کے بعد کتبخانہ بچا بھی ہوگا تو بہت کم کتابین بچی ہونگی، حالانکہ الزام لگانے والے کہتے ہین کہ پانچ لاکھ کتابین تھین جو حضرت عمرؓ کے حکم سے جلائی گئین،

(۳) کتابین اکثر جھلی پر لکھی ہوئی تھین، اس لئے وہ حمام کے جلانے مین کام نہین آسکتی تھین، لیکن ان سب باتون کے ساتھ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جلائے جانے کا حکم ضرور دیا، مترجم نے اسی بناپر تناقض بیانی کا الزام قائم کیا ہے، لیکن اصل مین تناقض نہین، اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم ضرور دیا، لیکن اس کی تعمیل اس لئے نہین ہو سکتی تھی کہ کتبخانہ پہلے ہی برباد ہو چکا

تھا، مسلمانون کا مذہب ہی کہ کسی برے کام کے محض نیت کرنے سے گناہ نہین ہوتا، جب تک وہ
عمل مین نہ آئے، اس لئے ہم مصنف کے ممنون ہین کہ اس نے درحقیقت، حضرت عمرؓ کو الزام سے
بچالیا ہے، لیکن ہم اس سننے کے مشتاق ہین کہ ان کے پاس اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ
نے یہ حکم دیا بھی تھا، ان کے الفاظ یہ ہین :-

"اگرچہ اس واقعہ سے انکار کیا گیا ہے، لیکن اس مین مطلق شک نہین کہ عمرؓ نے یہ حکم
ضرور دیا، وہ نوشت وخواند سے عاری تھے" ان کے چارون طرف تعصب وجہالت کا بادل
چھایا ہوا تھا، ایسی حالت مین اگر انھون نے یہ حکم دیا تو یہ کون تعجب کی بات ہی"

جو شخص حضرت عمرؓ کو نوشت وخواند سے عاری سمجھتا ہے، اس کی تاریخ دانی کے مقابلہ مین
ہماری کیا پیش جا سکتی ہے، ان باتون کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یورپ مین جو لوگ ہم پر
مہربان ہین ان کی مہربانی کی بھی یہ حالت ہے،

مصنف مسلمانون کے عقائد ومسائل، علوم وفنون، صنائع وہنر سے اچھی طرح واقف
ہے، اور اس کے متعلق جو تفصیلی بحث اس نے کی ہے، احسانمندی کے قابل ہے، تاہم جا بجا اس کی اصلی
فطرت کی جھلک بھی نظر آتی ہے، فقرات ذیل ملاحظہ ہون،

"تین چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین جو بعد مین بدر، احد اور احزاب کے نام سے مشہور
ہوئین، آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی سب سے زبردست دلیل تلوار ہی..... اسلام کے خدا
کی صورت شاید کفر آلودہ عیسائیت کے خدا کی شکل کی بہ نسبت زیادہ مہیب اور بارعب
ہے، بات یہ ہے کہ خدا کو انسانی صفات سے متصف کرنے کا خیال ان لوگون کے دلون
سے محو نہین ہو سکتا، جو حکمت آشنا نہین ہین، ان کا خدا زیادہ سے زیادہ گویا ایک دیو
ہیکل انسان ہے، جس کا سر آسمان سے لگا ہوا ہے، اور ٹانگین زمین پر ہین، قرآن کے

رو سے زمین ایک سطح مربع ہے، جس کے کنارون پر بڑے بڑے پہاڑ واقع ہین، آسمان کے اوپر بہشت کی بنیاد ہے، جس کی سات منزلین ہین، سب سے اونچی منزل خدا کا مسکن ہی جہان وہ دیو پیکر انسان کی شکل مین ایک تخت پر بیٹھا ہے، اور اس تخت کے دونون طرف اسی طرح کے ذوالجناح بیل ہین، جیسے قدیم سریانی بادشاہون کے محل مین ہوتے تھے،

اب ہم اس صفحہ کو الٹ دیتے ہین، کیونکہ ہم کو اپنے ریویو کو زعفران زار کشمیر نہین بنانا چاہیئے، مصنف کی کتاب کا بہترین حصہ وہ ہے، جس مین ان تمام علمی مسائل کو الگ الگ بیان کیا ہی، جو مذہب کے مخالف خیال کئے جاتے تھے، ہم اس پر کسی قدر تفصیلی بحث کرین گے، لیکن پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ان مسائل کے ساتھ یورپ نے اپنے زمانے مین کیا کیا، مصنف نے تفصیل سے لکھا ہو کہ علمی مسائل کیونکر ابن رشد کے ذریعہ سے یورپ مین پھیلے، ان کے پھیلنے پر ایک محکمہ انکویزیشن کے نام سے قائم کیا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ عقائد باطلہ کی سراغ رسانی اور تفتیش کیجائے، ۱۴۸۱ء مین پوپ کے حکم سے باقاعدہ اس کا محکمہ قائم ہوا، اور اس نے پہلے ہی سال یہ قابلِ فخر کارگذاری دکھائی، کہ دو ہزار شخص اسپین مین زندہ جلا دیئے، اٹھارہ سال کی مدت مین دس ہزار دو سو بیس شخص زندہ جلائے گئے، اور ستانوے ہزار اکیس شخص کو اور مختلف طریقون سے سزائین دیگئین، جو لوگ فلسفہ کی حمایت کی وجہ سے ملعون اور بیدین قرار دیئے گئے تھے، ان مین سب سے مقدم ابن رشد تھا، اور اس لئے ۱۵۱۲ء مین لٹیرن کونسل نے فیصلہ صادر فرمایا کہ ان عقائد کا پیرو ملحد قرار دیا جائیگا، محکمۂ انکویزیشن کی داستان حقیقت مین عجیب و غریب ہے، اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ جن مسائل پر لوگ زندہ جلائے جاتے یا اور طریقون سے مار ڈالے جاتے تھے، وہ سب علم ہیئت وغیرہ کے مسائل تھے، جنکو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا،

اس واقعہ پر ہم کو مختلف حیثیتون سے نظر ڈالنی چاہیئے،

(۱) یورپ جو مسلمانون کو تعصب اور مذہبی جنون کا الزام دیتا ہے، اس کے منہ سے یہ الزام کس قدر خوش نما معلوم ہوتا ہے،

(۲) وہ یورپ جو کسی زمانہ مین اس قدر فلسفہ کا دشمن رہ چکا ہے، اور فلسفہ کے جرم مین لاکھون آدمیون کو قتل کرچکا ہے آج اس قدر فلسفہ کا حامی اور علم دوست ہے، تو ہمکو اپنے مذہبی علماء سے اس بات کی کوئی ناامیدی نہین ہے کہ ان کو اجنبیت کی وجہ سے جو اجتناب ہے، جاتا رہیگا، اور وہ یورپ کے فلسفہ اور علوم جدیدہ کو اس طرح اپنے نصابِ تعلیم مین داخل کرین گے، جسطرح انھون نے یونان کے علوم وفنون کو داخل کرلیا،

یورپ نے جن علمی مسائل کو مذہب کے مخالف سمجھا تھا، جس پر سزائین دیجاتی تھین اور لوگ قتل کیے جاتے تھے، ان مین سے بعض یہ ہین :-

(۱) زمین گول ہے، عیسائی کہتے تھے کہ مذہب کے رو سے زمین کروی نہین ہوسکتی،

(۲) زمین کے سوا اور ستارون مین بھی آبادی ہوسکتی ہے، برونو اسی جرم مین قتل کیا گیا کہ وہ تعددِ عالم کا قائل تھا،

(۳) زمین متحرک ہے، اور آفتاب کے گرد گھومتی ہو، کوپرنیکس اسی مسئلہ کی بنا پر ملحد قرار دیا گیا اور گلیلو نے چونکہ اسکی تائید کی تھی، اس لئے قید کیا گیا، اور قیدخانہ ہی مین مرگیا،

(۴) روح جسم سے الگ ہونے کے بعد عقلِ کل مین جاکر مل جاتی ہے، اس عقیدہ کی بنا پر ہزارون آدمی جلاوطن کیے گئے،

اس قسم کے اور بہت سے مسائل ہین، مصنف نے ان کے بیان مین اس تفصیل سے کام لیا ہے کہ گویا ان مسائل پر مستقل رسالے لکھ دیے ہین، جس سے ان کی حقیقت اور ان کی تحقیقات کی تدریجی تاریخ معلوم ہوتی ہو،

ہم نہایت فخر اور نہایت خوشی سے یہ دعوی کرتے ہین کہ اسلام نے کبھی حکمار اور فلاسفہ کو نقصان نہین پہنچایا، فارابی، کندی، بوعلی سینا، نوبخت، بہمنیار، ابن مسکویہ، بیرونی، ابوبکر رازی خیام ٹھیٹ حکیم اور فلسفی تھے لیکن ان مین کسی شخص کو انکویزیشن کی عدالت مین نہین جانا پڑا، نہ وہ زندہ جلائے گئے نہ شکنجے مین کسے گئے، نہ ان کو کسی طرح کی تکلیف دیگئی، خلفار اور سلاطینِ اسلام نے ان کا نہایت عزت و احترام کیا، وہ جہان جاتے تھے، لوگ ان کے لئے آنکھین بچھاتے تھے، جہان ان کا ذکر آتا ہے، ان کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے محدثین اور فقہا ان کا ذکر مدحیہ الفاظ مین کرتے ہین، اس سے زیادہ فلسفہ کی کیا عزت کی جاسکتی ہے،

لا یعرف الفضل الا ذووہ — کمال کی قدر صاحب کمال ہی کرسکتا ہی،

(الندوہ جلد ۷، نمبر ۸، شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ)

ہومر کے الیڈ
کا
عربی ترجمہ

اگر یہ سوال ہو کہ کل دنیا کا سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ تو مختلف قوموں کی زبان سے مختلف
جواب ہونگے، عجم فردوسی کا نام لین گے، انگریز شیکسپیئر کو پیش کرین گے، رومی ورجل کے حق مین
ووٹ دین گے، عرب امرا القیس کو مقابلہ مین لائین گے، غرض کسی شخص پر اتفاقِ عام نہ ہوسکے گا،
تاہم وطن پرستی سے قطع نظر کر کے، اگر کسی شخص پر اتفاق عام ہوسکتا ہے، تو وہ یونان کا شاعر ہومر ہے
جس کو عربی کتابون مین ادمیروس لکھتے ہین، اور جس کی نسبت ابوالعلاء معری لکھتا ہے، کالحی

امیر دس لدین محمد،

ہومر وہ شخص ہے کہ ارسطو نے اس کے مشکل اشعار کی شرح مین ایک مستقل کتاب لکھی،
اور درحقیقت ارسطو نے فن شاعری اور بلاغت کے جو اصول اور آئین منضبط کئے وہ ہومر ہی کے
کلام سے مستنبط تھے، سکندر ہومر کا کلام سفر و حضر مین ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا، فرانس کے مشہور فاضل
رنیان کا قول ہے کہ "ایک ہزار سال کے بعد دنیا کی تمام تصنیفات مٹ جائین گی، صرف ہومر رہجائیگا،"
یہ بات تعجب سے خالی نہین کہ مسلمانون نے یونان کا ایک ایک حرف، عربی زبان مین ترجمہ کے
ذریعہ سے لے لیا، لیکن ہومر کے ترجمہ کا پتہ نہین چلتا، اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ عرب کو اپنے ادب
اور شاعری پر اس قدر ناز تھا کہ وہ دوسری زبانون کے ادب و شاعری سے مستفید ہونے کو عار سمجھتے تھے

(مقالات ۴۸)

بے شبہہ انھون نے ارسطو کی کتاب الشعر اور کتاب الخطابہ کا ترجمہ کیا، لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ ارسطو نے یہ
دو نون کتابین منطق کے مجموعہ مین شامل کر دی تھین اور ان دو نون چیزون کو وہ منطق ہی کا ایک
حصہ خیال کرتا تھا، اس بنا پر مسلمانون نے انکا ترجمہ کیا، چنانچہ بوعلی سینا کی کتاب الشفا مین یہ دو نون
باب موجود ہین، لیکن جب علماے اسلام نے منطق پر خود مستقل کتابین تصنیف کین تو یہ دو نون حصے
نکال ڈالے، علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر مین لکھا ہے کہ مین نے اگرچہ فن بلاغت پر یہ کچھ لکھا ہے،
لیکن مین یونانی تصنیفات سے مطلق واقف نہین،

غرض عربی زبان مین تو ہومر کا ترجمہ غالباً نہین ہوا، لیکن مسلمانون کے ترجمے، عربی پر محدود نہ تھے
مترجمین اسلام نے اکثر کتابین یونانی سے سریانی مین ترجمہ کین، اور پھر سریانی سے عربی مین آئین چنانچہ
ہومر کا ترجمہ بھی خلیفہ مہدی کے زمانہ مین تاوفیلس نے سریانی زبان مین[1] کیا، تاہم عربی زبان پر
یہ بڑا داغ تھا کہ اس کا دامن ایک ایسی کتاب کے ترجمہ سے خالی ہے،

ہم پروفیسر سلیمان بستانی کے ممنون ہین جس نے ایک مدت کے بعد اس فرض کو ادا کیا
ہے، پروفیسر مذکور شام کے مشہور فضلا مین سے ہے، عربی زبان مین آج کل جو انسائیکلوپیڈیا لکھی
جا رہی ہے، یہی نامور اس کو پورا کر رہا ہے، یہ کتاب جب اس نے ترجمہ کی تو مصر و قاہرہ کے فضلا نے
قدردانی کے لحاظ سے اس تقریب مین ایک دعوت دی، جس مین ایک سو فضلا اور اکابر ملک
شریک تھے، پروفیسر موصوف نے صرف ترجمہ نہین کیا ہے، بلکہ دو سو صفحون مین کتاب کا دیباچہ لکھا ہے،
جس مین ہومر کے حالات اور ریویو کے علاوہ عرب کی شاعری پر ایک مبسوط محققانہ مضمون لکھا ہے،
لیکن سب سے بڑی بات جو اس ترجمہ مین ہی، یہ ہو کہ مترجم نے ہر جگہ حاشیہ مین ہومر کے کلام کی
بلاغت کا ایک ایک اسلوب بتایا ہے، اور پھر اکثر جگہ عرب کے اشعار نقل کر کے دونون کا مقابلہ کیا ہے
حیرت ہوتی ہے کہ شعراے جاہلیت جن کو یونان کا نام تک معلوم نہ تھا، ان کے مضامین ہومر سے کس قدر

[1] تاریخ مختصر الدول لابن العبری،

لڑ جاتے ہین، یہان تک کہ بعض جگہ سرقہ کا گمان ہوتا ہے، اور عنترہ کا کلام پڑھکر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہومر کو سامنے رکھ کر کہتا تھا، چنانچہ مترجم نے اس پر ایک خاص مضمون لکھا ہے، اور دونون کے بہت سے اشعار نقل کیے ہین،

آج اگر کوئی شخص یونانی اور عربی شاعری کا مقابلہ کرنا چاہے تو اس کو تفحص اور استقرا کی کوئی ضرورت نہ ہوگی، صرف یہ کتاب اس کے لئے کافی ہے،

اس کتاب کو پڑھکر، مصر اور ہندوستان کی علمی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے، وہان اس قسم کی بلند پایہ کتابین یونانی زبان سے ترجمہ ہو رہی ہین، جو آج متروک ہو چکی ہے، اور ہماری زبان مین انگریزی سے بھی جو سرمایہ آتا ہے، وہ صرف بیہودہ ناول اور افسانے ہوتے ہین، اور جدید گروہ کا کل سرمایۂ افتخار یہی ہے،

(الندوہ ج ۷، نمبر ۷، رجب ۱۳۲۸ھ)

مکتبۂ دار المصنفین

سلسلۂ مقالاتِ شبلی	
حصّہ اوّل مولانا کے ۱۶ مضامین کا مجموعہ	ہیہ ر
حصّہ دوم مولانا کے ادبی مضامین کا مجموعہ	عہ ر
حصہ سوم مولانا کے تعلیمی مضامین کا مجموعہ	عہ ر
حصّہ چہارم مولانا کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ	عا ر
حصّہ پنجم اکابر اسلام کے سوانح و حالات	عہ ر
حصّہ ششم (مولانا کے تاریخی مقالات)	ہیہ ر
حصّہ ہفتم (مولانا کے فلسفیانہ مضامین)	عہ ر
حصّہ ہشتم (قومی و اخباری مضامین)	عا ر
خطباتِ شبلی علمی و مذہبی و قومی تقریرں کا مجموعہ	عہ ر
انتخاباتِ شبلی شعر العجم و موازنہ کا انتخاب	۱۲ عا ر

سلیمان نمبر
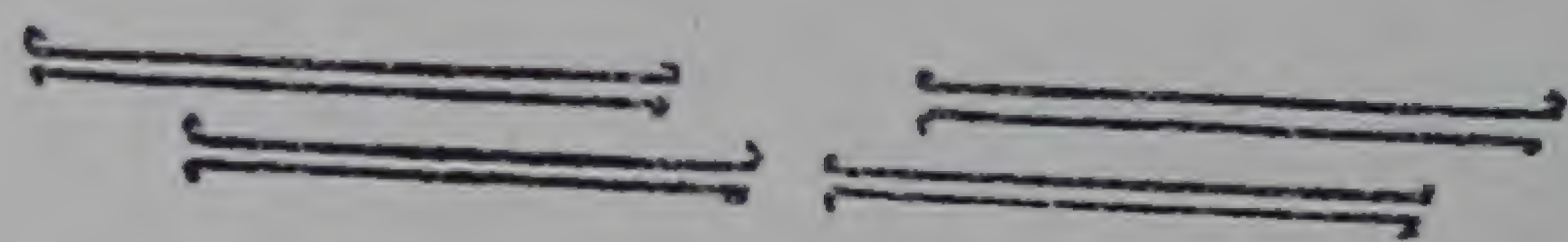
معارف کا سلیمان نمبر جس کا شائقین اور قدردانانِ معارف کو مدت سے انتظار تھا وہ گذشتہ مئی و جون ۱۹۵۵ء کے نمبروں کو ملا کر شائع کر دیا گیا ہے اس میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے سیر و سوانح اخلاق و شمائل فضائل و کمالات اور اُن کے علمی و دینی قومی و ملی، اصلاحی و تعلیمی کارناموں اور خدمات کا پورا مرقع آگیا ہے، پہلے سیرت و سوانح کا حصّہ ہے پھر عمومی حیثیت کے مضامین و مقالات ہیں، آخر میں مرحوم کے سلوک و تصوف پر روشنی ڈالی گئی ہے اسکے بعد اُن کے عزیز سید ابو عاصم صاحب کے قلم سے علالت اور وفات کی تفصیل ہے اور پھر کچھ قطعات

ضخامت ۴۳۲ صفحے، قیمت علاوہ محصول ڈاک للعہ

نئی کتاب

تاریخ دعوت و عزیمت

حصّہ اول

یعنی عالم اسلام کی اصلاحی و تجدیدی کوششوں کا تاریخی جائزہ، نامور مصلحین اور ممتاز اصحابِ دعوت و عزیمت کا مفصّل تعارف، ان کے علمی و عملی کارناموں کی روداد اور ان کے اثرات و نتائج کا تذکرہ، اس جلد میں پہلی صدی یعنی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے لیکر مولانا جلال الدین رومی تک اصلاحی و تجدیدی کوششوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے،

مؤلفہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، قیمت :- سے ر